حضرت مخدوم سید حسین المعروف بہ سید محمد اکبر حسینی تھے۔ ان کے کمالات ظاہری و باطنی کے متعلق خود اُن کے والد بزرگوار نے اپنی عظیم القدر تصنیف خطایر القدس میں لکھا ہے:۔

"فرزند کہ مولود از سر من است و موجو از صلب من است مسترشدے طالبے بیشتر نمی گویم ازیں سخن پدرم گماں برند کہ رعایتے و غایتے دارد۔ واگر نہ گویم کہ دانش مندے کہ در دہلیز اجتہاد قدمے استوار نہادہ است و در حقایق و معارف بداں مرتبہ باشد کہ در دقایق ایں کار وحقایق مردان کبار کم نباشد وہرچہ گوید وشنود وداند از مشاہدہ ومعاینہ او باشد اگر اومرا پسر نبودے من ابریق کشی او میکردم۔ نیک نفسے صاف دلے پاک چشمے کاملے راشدے مرشدے۔"

اواخر ۸۱۱ھ میں حضرت مخدوم نے ان کو خلافت دی اور سجادہ پر بٹھایا لیکن تقریباً سات ہی ماہ بعد بروز چہارشنبہ پانزدہم ماہ ربیع الآخر ۸۱۲ھ اُن کی رحلت ہوئی۔ حضرت مخدوم نے انہیں اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔ اُن کا مزار مبارک حضرت مخدوم کے مزار کے پائیں میں علیحدہ گنبد میں ہے۔ اسی گنبد میں ان کی والدہ ماجدہ بھی مدفون ہیں۔

۱۴۔ حضرت مخدوم کے دوسرے فرزند سید یوسف المعروف بہ سید اصغر حسینی تھے والد نے اُن کو اپنے آخر عمر میں خلافت دی۔ اُن کی رحلت کے بعد چند سال تک سجادہ ارشاد پر متمکن رہے۔ انتقال کے بعد والد کی گنبد میں ان کے مزار کے پائیں دفن ہوئے اپنے بڑے بھائی کی طرح یہ بھی نہایت باکمال بزرگ تھے۔ کبھی کبھی اُن پر جذب کی کیفیت غالب ہو جایا کرتی تھی۔

۱۵۔ حضرت مخدوم پندرہ سال کی عمر میں مرید ہوئے۔ عشق و محبت آلٰہی اور خدا طلبی اور خدا رسی کا مادہ جس کو مبدٔ فیاض نے بدو فطرت سے اُن کی ذات میں ودیعت رکھتا تھا۔ اور مراتب کمال باطنی کے انتہائی ترقی کا جوہر گراں مایہ جس کو قسام ازل نے ان کے لیے مہیا کر رکھا تھا اُن سب کو ان کی پیر کی جوہر شناس نظر نے مرید کرتے ہی وقت دیکھ لیا تھا اور اسی وقت سے انہوں نے حضرت مخدوم کی باطنی تعلیم و تربیت

شروع کر دی تھی۔ مادہ نہایت قابل تھا اس تعلیم کا اثر اُن پر بہت جلد ظاہر ہونا شروع ہوا اور ان پر مکاشفات اور تجلیات کی بارش ہونے لگی۔ جو واردات اُن پر گزرتی تھیں اور جو تجلیات اُن پر ہوتی تھیں اُن کو وہ پیر کی خدمت میں عرض کر دیا کرتے تھے۔ محمد علی سامانی لکھتے ہیں کہ اُن کو سُن کر کبھی کبھی :-

"حضرت شیخ رضی اللہ عنہ می فرمودند کہ بعد ہفتاد سال کودکے مرا از سر شورابندہ است و واقعات سابق مرا یاد دہابندہ" چھتیس سال کی عمر میں وہ درجہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ یہاں تک کہ رحلت سے کچھ دنوں پہلے ان کے پیر حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے اُن کو خلافت دے کر اپنا جانشین کر دیا تھا۔ محمد علی سامانی لکھتے ہیں :-

"ازاں روز باز کار حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ عالی شد و میان طایفہ الشان شہرت گرفت تا بحدیکہ صوفیان کامل بیک زبان می گفتند کہ ایں مرد اہم درجوانی مقام پیران واصل و مقتدایان کامل حاصل شد۔"

۱۶- حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کا اندازہ کرنا محال ہے۔ اُن کے زمانہ کے اکابر اولیا اُن کے فیض سے مستفید ہوئے اور اُن کے علو مرتب کی شہادت دی۔ مثال کے طور پر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کا ذکر کر دینا کافی ہے۔ یہ بزرگ ہندوستان کے نہایت کامل مکمل اولیائے کبار میں ہیں اوائل عمر میں سمنان کی حکومت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اطراف و اکناف عالم میں سفر کیا اور اس زمانہ کے صدہا اولیاء سے مل کر اُن کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ پھر ہندوستان آئے اور حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری سے ٹھٹہ میں ملے اور اُن کی صحبت میں رہ کر اُن سے فیوض حاصل کیے۔ اُس کے بعد دہلی آئے اور دہلی سے بہار آئے۔ اسی روز حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ مَنیری بہاری کی رحلت ہوئی تھی۔ اُن کی وصیت کے مطابق حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ چند روز قیام کے بعد بنگالہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر حضرت علاء الدین بنگالی (جو حضرت اخی سراج قدس سرہٗ خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے۔ چند سال

تک اُن کے زیر تربیت رہ کر خلافت حاصل کی اور جونپور آئے اور قصبہ کچھوچھہ میں سکونت اختیار کی۔ سلطان ابراہیم شرقی جیسا بادشاہ اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی جیسا عالم متبحر اُن سے مرید ہوئے۔ ایسے بلند پایہ محدث اور فقیہہ تمام کمالات باطنیہ کی تکمیل کر لینے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد کچھوچھہ سے نہ صرف ایک بلکہ دوبار اس قدر دور و دراز راہ طے کر کے گلبرگہ آئے اور ایک مدت تک حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر اُن کے فیضان ظاہری و باطنی سے مستفید ہوئے۔ نظام حاجی غریب یمنی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے نہایت برگزیدہ اور مقبول مرید اور خلیفہ تھے۔ یمن میں اُن سے ملے اور اسی وقت سے ان کی رفاقت اختیار کی اور اُن کے آخر عمر تک ہمراہ رہے۔ انھوں نے پیر کے ملفوظات کو جمع کیا ہے جو لطائف اشرفی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز علیہ الرحمہ کے متعلق اپنے پیر کی زبان سے سُن کر لکھا ہے:

"حضرت قدوۃ الکبرا (یعنی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی) میفرمودند کہ چوں بشرف ملازمت حضرت میر سید محمد گیسو دراز مشرف شدم آں مقدار حقایق و معارف کہ از خدمت وے بحصول پیوست از ہیچ مشائخ دیگر نبود سبحان اللہ چہ جذبہ قوی داشتہ اند۔"

اس کے بعد نظام حاجی غریب یمنی لکھتے ہیں:۔

"مدتے در ولایت دکن بقصبہ گلبرگہ اتفاق نزول افتاد و دو مرتبہ دراں دیار گزر رایات علائی شد"

۱۷۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں حضرت مخدوم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

سید محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی خلیفہ راستین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی است جامع است میاں سیادت و علم و ولایت۔ شانے رفیع و رتبتے منیع و کلام عالی دارد و اورا در میاں مشائخ چشت طریقے مخصوص است۔

۱۸۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز متقدمین کبرائے طریقت کے

ہم پلّہ اور وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ کی ممتاز ترین و برگزیدہ ترین جماعت کے فرد فرید ہیں۔ اُن کے بعد ایسے جامع کمالات ظاہری و باطنی اور ایسے عالی مرتبت اولیا معدودے چند ہی پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری میں بھی وہ نہایت بلند درجہ رکھتے تھے اُن کی تصانیف کے مطالعہ سے اُن کے وفور علم و تحقیق کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ تفسیر میں حدیث و اصول حدیث و رجال میں فقہ اور اصول فقہ میں کلام اور بلاغت و معانی میں ادب اور شعر میں وہ بڑے بڑے ائمہ کے ہمسر معلوم ہوتے ہیں۔ لوگوں میں عام خیال ہے کہ اُس زمانہ میں ہندوستان میں علم حدیث بہت محدود تھا اور حدیث دانی کا دار و مدار صرف مشارق الانوار اور مصابیح پر تھا لیکن حضرت مخدوم کی تصانیف سے نہ صرف نفس حدیث میں بلکہ رجال اور اصول حدیث میں بھی اُن کے وفور علم اور وسعت نظر کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ معانی حدیث میں جیسی اُن کی نظر باریک ہے اس کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے۔ اُن کا حافظہ بھی عجیب و غریب تھا۔ اُن کے سب تذکرہ نویسوں نے بالاتفاق لکھا ہے کہ حضرت مخدوم کو زمانۂ فطام کی باتیں یاد تھیں۔

۱۹۔ چشتیہ طریقہ کے بزرگوں میں حضرت سید التابعین خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ تک کسی نے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ نہیں کی حالانکہ ان میں سے ہر بزرگ علوم ظاہری میں بھی محققین اور مجتہدین کا درجہ رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس جانب توجہ کی اور بڑی بڑی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت تصنیف کیے۔ دکن میں عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اُن کی عمر ایک سو پانچ سال کی تھی اور ان کی تصانیف کی تعداد بھی ایک سو پانچ ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا ہے:۔

"ہر کس کہ در آں حضرت سلوک کرد بہ چیزے مخصوص شد ما بہ سخن مخصوصیم خدائے ما را دولت بیان اسرار خویش داد ہر چند کہ می خواہم کہ نظر من از سخن خویش ساقط شود نشد البتہ مرا نظر بر سخن خود باشد و از سبب ایں معنی نیک اندوہگیں باشم چرا باشد کہ نظر از ہیں ساقط نشود۔"

حضرت مخدوم کی تصانیف میں جو زیادہ مشہور ہیں اُن کے نام لکھے جاتے ہیں:۔
ملتقط تفسیر قرآن۔ اول پانچ پارہ کی دوسری تفسیر کشاف کے طرز پر۔ شرح مشارق الانوار

معارف شرح عوارف در عربی (یہ نہایت مبسوط شرح ہے) ترجمہ عوارف فارسی (یہ بھی عوارف کی فارسی شرح ہے لیکن ترجمہ عوارف کے نام سے مشہور ہے اور معارف کی بہ نسبت مختصر ہے) شرح تعرف شرح آداب المریدین در عربی۔ شرح آداب المریدین در فارسی (اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا) خاتمہ شرح فصوص الحکم۔ شرح تمہیدات عین القضات ہمدانی۔ شرح رسالہ قشیریہ۔ خطایر القدس معروف بہ رسالہ عشقیہ۔ اسمار الاسرار حدایق الانس۔ استقامت الشریعت بطریق الحقیقت۔ حواشی قوت القلوب۔ شرح فقہ اکبر در عربی۔ شرح فقہ اکبر در فارسی۔ رسالہ وجود العاشقین۔ رسالہ در رویت باری تعالیٰ و در کرامات اولیا۔ رسالہ در بیان حدیث رایت ربی فی احسن صورت۔ شرح الہامات حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر الجیلانی۔ رسالہ در ذکر۔ رسالہ در مراقبہ رسالہ دل آرام۔ رسالہ ضرب الامثال۔

۲۰۔ حضرت مخدوم کی ایک خصوصیت جو اُن کے تذکرہ نویسوں نے لکھی ہے یہ تھی کہ تصانیف کو وہ خود اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں لکھتے تھے بلکہ کاتب (مستملی) سے لکھوایا کرتے تھے اور کسی کتاب کو لکھوا لینے کے بعد اس کی نظر ثانی کبھی نہیں کی اور کبھی دوبارہ پڑھوا کر نہیں سُنا جو کچھ ایک بار لکھوا لیتے تھے وہی قائم رہ جاتا تھا۔

۲۱۔ حضرت مخدوم کے مکتوبات کا ایک مجموعہ بھی ہے جس کو اُن کی رحلت کے بعد ان کے ایک مرید نے جمع کیا۔ ان کے ملفوظات کا بھی ایک مجموعہ مسمی بہ جوامع الکلم ہے یہ ایک بے نظیر اور نہایت مشہور کتاب ہے۔ حضرت مخدوم کے ایک صاحب کمال مرید نے کہ اُن کا نام بھی محمد تھا دو شنبہ ۱۸ رجب ۸۰۲ھ سے پنجشنبہ ۲۲ ربیع الثانی ۸۰۳ھ تک کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ محمد علی سامانی کی کتاب سیر محمدی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملفوظ کے علاوہ ملفوظات کے تین مجموعے اور بھی جمع کیے گئے تھے دو کو حضرت مخدوم کے بڑے فرزند سید محمد اکبر حسینی قدس سرہ نے جمع کیا تھا ایک دہلی میں اور دوسرے کو سفر گجرات کے زمانہ میں۔ تیسرا مجموعہ حضرت مخدوم کے مرید قاضی علم الدین بھروچی نے گلبرگہ میں ۸۱۱ھ کے بعد جمع کیا۔

۲۲۔ حضرت مخدوم کبھی کبھی بے ساختہ غزل اور رباعیاں بھی کہہ دیتے تھے ان کی رحلت کے بعد اُن کے نبیرہ حضرت سید ید اللہ عرف سید قبول اللہ حسینی قدس سرہٗ کی فرمائش

پر ان کے ایک مرید نے غزلوں اور رباعیات کو جمع کر کے دیوان مرتب کیا جو حجم میں تقریباً خواجہ حافظ شیرازی کے دیوان کے برابر ہے۔

۲۳۔ شیخ الطریقہ حضرت ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی علیہ الرحمہ کے تصانیف میں ایک کتاب عربی زبان میں مسمی بہ آداب المریدین ہے یہ اپنے موضوع کی غالباً پہلی کتاب ہے جو اسلام میں تصنیف ہوئی۔ یہ نہایت مستند اور بکار آمد کتاب ہے۔ اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اُس میں جو کچھ لکھا ہے ہر ہر مضمون کے متعلق کلام اللہ شریف کی آیت یا حدیث صحیح اور بہت جگہ دونوں کو بطور سند نقل کر دیا ہے جس پایہ کے مصنف تھے کتاب بھی اُسی پایہ کی ہے۔ انہوں نے اس میں مختصر مگر جامع طور پر یہ بتایا ہے کہ مرید کو جب وہ طلب حق میں قدم رکھے عبادت اور معاملات میں کن کن آداب کا پابند ہونا چاہیے۔ اس کتاب کی ایک شرح حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری قدس اللہ سرہٗ نے لکھی۔ اس کے نسخے بہت ہی کمیاب ہیں اور صرف پٹنہ اور گیا کے اضلاع میں دو چار جگہ موجود ہیں۔ دوسری شرح حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز علیہ الرحمہ کی ہے۔ انہوں نے اس کی شرح چند بار لکھی۔ آخر مرتبہ جو شرح ۸۱۳ھ میں لکھی گئی اُس کا ایک نسخہ کلکتہ کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے اور راقم کا خیال ہے کہ ہندوستان میں غالباً اب صرف یہ ہی ایک نسخہ باقی ہے۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے لکھا ہے:۔

اما بعد محمد یوسف الملقب بہ گیسو دراز دو سہ بار این کتاب (آداب المریدین) را ترجمہ کردہ است ہم بہ تطویل وہم بہ ایجاز۔ برائے ہر کہ کردم او آنرا بدل وجاں گرفت و ضنتے وغیرتے دریں باب کرد کہ بکسے نداد۔ این چہارم کرت باشد کہ این کتاب جدیر القدر و عظیم الخطر را ہم بفارسی کردم وہم شرح عربی بنشتم۔ زمانہ آخر است تاریخ ہجرت ہشتصد و سیزدہ رسید.....''

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مخدوم کی جو شرح اب موجود ہے اس سے پیشتر لوگوں کی درخواست پر آداب المریدین کی شرح یا ترجمہ وہ تین بار لکھ چکے تھے اور ہر بار اُس شخص نے جس کی درخواست پر انہوں نے شرح لکھی اُسے بالکل غائب کر دیا اور وہ سب شرحیں حضرت مخدوم کے زمانہ ہی میں معدوم ہوگئیں۔ چوتھی مرتبہ انہوں نے ایک

شرح (یا ترجمہ) فارسی میں اور ایک عربی میں لکھی - عربی شرح بھی اب بالکل ناپید ہے راقم کو بے حد جستجو پر بھی اس کا پتا نہیں ملا - فارسی شرح کا ایک نسخہ غالباً لندن کے برٹش میوزیم میں ہے اور ایک کلکتہ کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے اور ہندوستان میں غالباً یہی نسخہ اب موجود ہے۔

۲۴- آداب المریدین گو جامع کتاب ہے لیکن مختصر ہے۔ حضرت مخدوم حکیم الامت تھے اور اپنے زمانہ کے حالات و رجحانات اور کمزوریوں سے واقف تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ آداب المریدین کے موضوع پر ایک مبسوط اور مکمل کتاب کی ضرورت ہے جو وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ اُس وقت کے روزمرہ کے مطابق نہایت صاف صاف اور سلیس زبان میں لکھی جائے اور عبادات و معاملات کے آداب کے ہر جزئیات پر حاوی ہو - اس لیے آداب المریدین کی ان پہلی تین شرحوں (جنہیں حضرت مخدوم ۸۱۳ھ کی آخر شرح سے پہلے لکھ چکے تھے) میں سے ایک کے سلسلہ میں خاتمہ کو تصنیف کیا۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان تین شرحوں میں سے کس شرح کے سلسلہ میں یہ کتاب خاتمہ تصنیف کی گئی - لیکن جیسا کہ خود حضرت علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے انھوں نے اس کو ۸۰۷ھ میں تصنیف کیا (خاتمہ صفحہ ۱۱۳ فقرہ ۱۹۴) یہ کتاب چونکہ آداب المریدین کی شرح کے سلسلہ میں بطور اُس کے تکملہ یا ضمیمہ کے لکھی گئی تھی اس لیے مصنف نے سلسلہ کو قائم رکھا اور اس کتاب کے آغاز میں حمد و نعت کے تحریر کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی اور نام بھی خاتمہ ترجمہ آداب المریدین یا مختصراً خاتمہ رکھا۔ ۸۱۳ھ میں حضرت مخدوم نے آداب المریدین کی جو آخر مرتبہ شرح لکھی اس کے آخر میں انہوں نے خاتمہ کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں :-

محمد حسینی میگوید تجاوز اللہ عن بمیعاتہ و غفر اللہ لہ لاتہہ خاتمہ کتاب خزاین کہ شیخ فرمودہ نوشتہ ام و دراں باب از جہت خویش اقصی الغایات کردہ ام بعضے از آنہا است کہ بہ اصحابے کہ صحبت داشتم از یاران خدمت شیخ نظام الدین و یاران خواجہ خود و صوفیان دیگر و انچہ در کتب دیگر مسطور است اگر ترا مطلوب باشد کہ ورائے ایں آداب بدانی دراں خاتمہ نظر کن الحمد للہ علی کل حال و الصلوٰۃ علی رسولہ بالغدو و الآصال ۔"

یہ کتاب خاتمہ صوفیوں اور ارباب بصیرت میں نہایت مقبول ہوئی۔ بہت سے اکابر نے اس کو مدت العمر اپنے مطالعہ میں رکھا اور اس دستور العمل پہ کاربند رہے۔

۲۵۔ تصوّف علم اور عمل کا مجموعہ ہے۔ آداب المریدین میں حضرت شیخ الطریقہ ابوالنجیب سہروردی قدس اللہ سرہ نے اور ترجمہ آداب المریدین حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے جو وضاحت کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔ پیروان مذہب حقہ اہل سنت و جماعت تین جماعتوں پر مشتمل ہیں۔ جماعت اول محدثین کی ہے:۔

"و ایں اصحاب حدیث بمنزلہ پناہ دین اند زیرا چہ بنیاد دین سنت رسول اللہ است کہ خدائے تعالےٰ فرمودہ است انچہ رسول بر شما بیارد و بفرماید آنرا بگیرید و از انچہ باز دارد باز مانید (وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) علی ہذا اساس دین باشند پس مشغول شدند بسماع حدیث و در تحقیق لفظ او کہ تا از حرفے از کلمۂ احتیاط کردند تفکرے دراں کردند تدبرے رواں کردند در شان او و در نزول او و در گفتار رسول اللہ و حدیث سقیم را کہ دراں اعتماد نیست و حدیث صحیح را کہ دراں اعتماد است تمیز کردند صحیح از سقیم بیروں آوردند پس ایشاں بمثابہ نگہباناں دین باشند زیرا چہ خزانہ سنت رسول اللہ را ایشاں پاسبانانند"

دوسری جماعت فقہا کی ہے کہ:۔

"بعد از آنکہ ایشاں را علم حدیث شد مشغول باستنباط معانی دقیق شدند ہر چہ در حدیث باشارات نص یا بدلالت نص یا باقتضاے نص معنی دقیق معلوم میشد ایشاں آنرا استخراج کردند الفاظے معانے مصطلع ایشاں شد عام و خاص و مشترک مجمل مفسر ناسخ منسوخ مطلق مقید محکم متشابہ بہ تحقیق ایں از کلام رسول اللہ مسایلے تخریج کردند پس بریں جملہ ایں اند کہ ایشاں حکام دین باشند و ایشاں اعلام دین باشند زیرا چہ شعار بدیشاں مستقیم است پس ہر آئینہ شعار دین ایشاں باشند۔"

تیسری جماعت صوفیوں کی ہے۔ یہ لوگ یعنی:۔

"صوفیان با اہل حدیث و با اہل فقہ ہم متفق اند در معانی ایشان و در رسوم

ایشان وقتیکہ بینند میاں دو طریقہ از اہل حدیث و فقہا کہ از ہوائے نفس و اثبات دعویٰ خویش مجتنب اند بلکہ دنبال حق اند و این فقیہہ و این محدث بر بستہ اقتدائے رسول اللہ اند۔ و اگر صوفی را چیزے مسئلہ پیش آید ہم باصحاب حدیث و باصحاب فقہ رجوع کنند و اگر برکاریکہ محدثان و فقہا اجماع کردہ اند صوفیان ہم براں اجماع روند و دراں حکمے کہ محدثان و فقہا اختلاف دارند انچہ احوط و اسلم باشد صوفیاں آنرا اختیار کنند چنانچہ ماءِ مستعمل امام نجس گوید یوسف مخففہ گوید محمد طاہر گوید شافعی طاہر و مطہر گوید صوفیان عمل بقول امام کنند زیرا چہ عمل بداں احوط و اسلم است۔"

۲۶- اس کے علاوہ صوفیوں نے کلام اللہ شریف کی دو آیتوں کو بالتخصیص پیش نظر رکھا اور اپنی ساری زندگی ان آیتوں کے منشا و مفاد میں صرف کر دی ایک وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ دوسری وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ انسان کی تخلیق کا منشا و مقصود عبادت الٰہی ہے۔ اس لیے صوفی کا مدعا از ابتدا تا انتہا یہ ہے کہ کونین سے منقطع ہو کر اور تمام ماسوئ اللہ کو پس پشت ڈال کر قولاً و فعلاً حالاً ہمہ تن ہر لحظہ و ہر آن عبادت الٰہی میں مشغول رہے لیکن محض خشک عبادت میں نہیں بلکہ اُس عبادت میں جو اللہ سبحانہٗ و تبارک و تعالےٰ کے عشق اتم اور محبت کاملہ میں فانی ہو کر کی جائے۔ عاشق کا مدعا صرف ایک ہی ہوتا ہے وہ یہ کہ معشوق تک اس کی رسائی ہو جائے تاکہ اُس کے نظارۂ جمال اور شربت وصال سے بہرہ ور ہو سکے اور تشنہ کامی کو سیراب کر سکے۔ صوفی جب معشوق و مطلوب و مقصود حقیقی کی جانب قدم بڑھاتا ہے راہ راست پر چلنے کے لیے دو مشعل ہدایت اُس کے سامنے رہتی ہیں ایک یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہٖ دوسری قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ یعنی تقوائے کامل جیسا کہ حق ہے اور سنت نبوی کی اتباع کامل قولاً و فعلاً و حالاً۔ بغیر ان دونوں کے طلب حق میں ایک قدم بھی صحیح راستہ پر نہیں اُٹھ سکتا۔ حضرت مخدوم نے اس کتاب خاتمہ میں بار بار جتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے بغیر "راہ بمطلوب نتواں یافت"

۲۷- حضرت مخدوم کے نزدیک طالبان حق کے دو طبقے ہیں۔ ایک وہ جو عقل اور حکمت کی ہدایت کے بموجب طلب حق کے راستہ میں قدم رکھتا ہے دوسرا طبقہ طالبان

عشاق کا ہے جو تقاضائے عشق الٰہی سے مضطر ہو کر اس راہ میں آنے پر مجبور ہوتا ہے خاتمہ (صفحہ ۱۰۸ فقرہ ۱۸۰) میں فرماتے ہیں :-

"طالبان بر انواع اند طالبے باشد بعقل وفہم خویش اختیار طلب خدا کردہ باشد زیرا چہ اعلیٰ و اجل است و اوجب و اثبت است و اعظم و اقدم است - اکنوں آں مرد طالبے برہ حکمت است عاشق نیست - عاشق و محب دیگر است آں حالتے است کہ جز القاء من اللہ نیست در مضیق گفت وشنید نمی گنجد واجد مبتلا داند ازاں قضیہ کہ گفتیم"

اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ انہوں نے اسماء الاسرار کے سمر سی و نہم [39] میں بیان فرمایا ہے - مضمون نہایت ہی لطیف اور پر حقیقت ہے اور بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اس لیے اُس کو یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - فرماتے ہیں :-

"شیوخ رضی اللہ عنہم بالتثبت والرسوخ علی الاجماع والاتفاق گفتہ اند کہ اجل مطالب و اجل مقاصد محبت و معرفت خداوند است تعالیٰ - وموانع ادراک ایں سعادت را چہار چیز شمردہ اند دنیا وخلق ونفس وشیطان - وطریقہ دفع دنیا قناعت وطریقہ دفع خلق عزلت وره دفع نفس خلاف وره دفع شیطان ساعۃً فساعۃً التجا الی اللہ تعالیٰ نیکو سخنے ایں اما ایں فصل در باب کسے است کہ از رہ حکمت وسبیل ہمت خواہد سلوکے کند ایں چہار بند پائے او باشد وبداں طریق کہ فرمودہ اند گشادن آں بندہا بود - امانیکبختے کہ در اصل خلقت اور امحب ومحبوب آفریدہ است دنیا چہ وزن دارد کہ پابند راہ مطلوب شود اورا کہ اقل من جناح بعوضۃ نامند روندہ را چگونہ از روش او باز دارد اول دنیا عدم وآخر او عدم وجودے متخلل بین العدمین شد ہم بداں باز گشت ... ایں چنیں زایلے فانیتے وہیچ خیالے بکدام صورت پابند شود - خلق ہماں است کہ ایں شخص یکے از ایشان است - تغیر وزوال از نفس احساس درستے میکند چگونہ باشد ایں چنیں لاثباتے ولا اعتبارے طالب ومحب ومشتاق را مانع از راہ قدیم ازلی وابدی آید - شیطان نقش بندی در نفس کند و رنگ آمیزی نماید و عنقریب آں نماند ونپاید ہر خطے کہ حسی بود ہم بیکبار رخت

وجود خود را بربست چہ صورت باشد بکدام معنی مانع و پابند محب شود۔ مجنوں
را از عشق لیلےٰ کہ باز آرد و چگونہ باشد بغیر لیلےٰ پردازد۔"

حضرت مخدوم کا منشا اس بیان سے یہ ہے کہ انسان کے عالم وجود میں آنے کا اصلی اور حقیقی مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت و معرفت کاملہ کا حاصل کرنا اور اس محبت و معرفت کا نتیجہ جو اُس کے لیے مترتب ہوتا ہے اُس ذات پاک واجب الوجود کا تقرب اور وصل اور دیدار ہے۔ لیکن جب انسان اس راہ طلب میں قدم رکھتا ہے نہایت زبردست چار موانع اُس کے سامنے آکر سدراہ ہو جاتے ہیں۔ طالب سالک جب تک اُن کو دفع نہ کرلے قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ دنیا کو ترک کرنا چاہیے۔ خلق سے منقطع ہو جانا چاہیے خواہشات نفس کی مخالفت کرتے رہنا چاہیے اور شیطان کے مکرو فریب سے بارگاہ رب العزت میں ہر وقت استعاذہ کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن کچھ ایسے عزیز الوجود افراد بھی ہیں جو بدو فطرت سے محب و محبوب پیدا ہوئے ہیں (حضرت باری عزاسمہٗ ارشاد فرماتا ہے فسوف یاتی اللہ بقومٍ یحبھم و یحبونہٗ) اُس کو دنیا اور خلق اور نفس تو کیا خود شیطان بھی جو اس کا نہایت قوی دشمن ہے طلب حق سے باز نہیں رکھ سکتا اِنَّ عبادی لیس لَکَ علیھم سلطانٌ۔ ابتدائے سلوک ہی میں یہ عزیز الوجود طبقہ جس منزل پر پہنچ جاتا ہے پہلا طبقہ بہت دلوں تک شدید مجاہدہ اور ریاضت کرنے کے بعد وہاں پہنچ سکتا ہے۔ عراقی نے اسی حقیقت کو اپنی ایک غزل کے مطلع میں نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے۔ ؎

ضمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی	کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

۲۸۔ صوفی کو جو طلب حق میں قدم رکھے روزمرہ ہر لحظہ اور ہر آن عمل کرنے کے لیے ایک مکمل دستور العمل کی ضرورت ہے جس کا ماخذ تمام تر کتاب و سنت ہو۔ حضرت مخدوم نے خاتمہ میں نہایت جامع اور مکمل دستور العمل مہیا کر دیا ہے جس میں ہر شخص کے لیے عبادات و معاملات کے متعلق انہوں نے شرح و بسط کے ساتھ ہدایتیں درج کی ہیں۔ جوان اور بوڑھے۔ مرد اور عورت۔ شاہ اور گدا۔ آزاد اور غلام غرض ہر طبقہ کے انسان کے لیے جو طلب حق کے سلوک میں قدم رکھے ہدایتیں موجود ہیں۔ اکثر اکابر طریقت کا خیال رہا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد قویٰ میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ طریقت میں

قدم رکھنا زیادہ سود مند نہیں ہوا کرتا اس لیے کہ محنت و مشقت مجاہدہ و ریاضت کا زمانہ باقی نہیں رہتا لیکن حضرت مخدوم ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے پیر فانی تک کے لیے بھی راستہ بتایا ہے اور اُسے حصول مقصود کا امیدوار کیا ہے۔ خاتمہ (صفحہ ۱۶۳ فقرہ ۳۰۱) میں فرماتے ہیں:

"پیر جواں مرد باش طفل مزاج آنکار جز بخدا راضی مباش و دل بجائے دیگر منہ من برائے تو آں نبشتہ ام بداں امیدوار کردہ ام کہ انشاء اللہ تعالیٰ چشم دل بداں روشن گردد .... اینجا سخن بسیار است اما حمیت غیرت را در کار میدارد از فضل خدا من بسیار بر روندہ رہ آسان کردہ ام نمودہ ام ؎

ورنہ کہ زد ایں در کہ بر و نکشودند

من چنیں میگویم کہ ہرگز ایں در نہ بستہ اند اما آں کو کہ در و در آید بلکہ در کشادہ اند ندائے ہم میکنند۔ عجب کارے است ایں پیر را کہ سالہا ہوا گذرانیدہ آخر نفس بہ انتہائے کار و بہ انتہائے مقامات صوفیان برسد۔ عجب عجب کل العجب۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں (خاتمہ صفحہ ۱۶۷ فقرہ ۳۰۶):-

"مرشداں پیراں را در بر نگرفتہ اند و اقدام در ارشاد ایشاں نکردہ اند ہم در وردے و گذار دتے داشتہ اند و فرمودہ اند ترا آواں طلب گذشتہ است منم کہ پیراں را بر امید ہید دارم بر احوالے و بر وجدانے نشان دادہ ام کہ خون دل طالبان بے آب شود کہ ہیچ کار نیاید۔"

۲۹۔ علوم کتابوں مندرج ہیں اور کتابیں موجود ہیں لیکن استاد کی ضرورت باقی ہے جب تک طالب علم کتابوں کو اُس سے نہ پڑھے علوم کو حاصل نہیں کر سکتا۔ تقویٰ اور اتباع سنت دو مشعلیں ہیں جن کی روشنی میں طالب "راہ راز چاہ مینواند شناخت" لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے سالک کو ایسے راہبر کی احتیاج ہے جو راستہ سے کماحقہ واقف ہو۔ نشیب و فراز راہ کو جانتا ہو۔ اُس کے مہالک کو پہچانتا ہو۔ راہزنوں اور قطاع الطریق سے مقابلہ کرنے اور ان کو دفع کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اگر سالک چلتے چلتے راستہ میں تھک جائے اور پست ہمت ہو جائے تو اُس کو قوت اور ہمت دے سکے بلکہ اگر ضرورت پیش آئے خود اپنی پیٹھ پر اٹھا کر آگے لے جا سکے۔ وہ راہبر سالک کو جس طرح راستہ کے

مہالک سے بچا سکتا ہو اُسی طرح اس کو راستہ کے مناظر کی دلفریبیوں میں بھی پھنسنے نہ دے۔ ان وجوہ سے طالب سالک کو پیر راہبر کامل کی دستگیری لابدی ہے۔ بغیر ایسے پیر کے وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں :-

"از معظمات سلوک اینست کہ نخست مرشد و ہادی را پیدا کند" خاتمہ (صفحہ ۷۹ فقرہ ۱۱۷)

جب ایسا پیر راہبر کامل مل جائے تو لازم ہے کہ سالک خود کو تمام تر اس کے تفویض کر دے اور کسی وقت کسی حالت میں اُس کے فرمان سے تجاوز نہ کرے اور جب تک ممکن ہو اُس کی صحبت سے دور نہ ہو۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں (خاتمہ صفحہ ۷۲ فقرہ ۱۰۷) :-

"ہلہ بہش باش بہر حالتے کہ ہستی و تا آنجا کہ رسیدۂ اگر صحبت پیر میسر است نگذاری۔ اینجا جز نیلتے است دقیقۂ و لطیفۂ است کہ ہر نظرے و ہر بصیرتے آنرا احساس نمی تواند کرد۔ و من ہفدہ سال قریب در صحبت شیخ خود بودہ ام با خود گمانہا داشتم چوں او از سر من رفت محقق شد کہ بسیار کار بایستے کردن کہ آں احتیاج بحضور او داشت اما چو باز ہم بدو بر بستم چنانچہ حق بر بستن است او از من غایب نشدہ و تربیت بساعت فساعت از من دریغ نداشتہ تا انکہ ایں کہ گفتم از فہم خود نہ بہ مجرد علم۔"

۳۰۔ اہل سنت و جماعت کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہے کہ مومن قیامت کے روز اور بہشت میں حضرت رب العزت عزاسمہ کے دیدار سے مشرف اور اس کے جمال کے نظارہ سے بہرہ اندوز ہوگا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انکم سترون ربکم کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رویتہ الخ لیکن مومن کی تعریف ہے والذین اٰمنوا اشد حُبًّا لِلّٰہ۔ حب شدید اور عشق اتم کے مبتلا کو قیامت تک صبر کرنے کی قوت کہاں ؟ ؎

ولے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است ۔۔۔ ز عشق تا بصبوری ہزار فرسنگ است

اُس کو معشوق کا دیدار اور وصل "نقد وقت" ہونا چاہیے۔ لیکن کیا رویت باری تعالیٰ حیات دنیا میں ممکن ہے ؟ علمائے متقدمین میں معدودے چند کا یہ خیال ہے کہ حیات دنیا میں ممکن نہیں ہے مگر جمہور علمائے مجتہدین نے فرمایا ہے کہ حیات دنیا میں خواب میں خداوند

تبارک و تعالےٰ کا دیدار ممکن ہے اور اخص الخاص اولیا اللہ کو نصیب ہوا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام الائمۃ المجتہدین امام ہمام ابو حنیفہ کوفی اور امام المحدثین والمجتہدین امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہما صدہا بار خواب میں دیدار باری تعالےٰ سبحانہ سے مشرف ہوئے اور دوسرے اکابر اولیاء کے متعلق بھی روایت کی گئی ہے کہ بارہا اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ رویت باری تعالےٰ جب خواب میں ممکن ہے تو بیداری میں کیوں نہیں اگر کاملین کو خواب میں رویت نصیب ہوئی ہے تو وہ خواب کیسا تھا اور اگر بیداری میں بھی ممکن ہے تو اُس بیداری کی کیا تعریف ہے ؟ حضرت مخدوم خاتمہ (صفحہ ۱۴۷ فقرہ ۲۷۲) میں فرماتے ہیں :-

"ایماں را دو رکن است۔ اقراری و تصدیقی۔ اقراری برا ینکہ ہر کہ او را جوید باید و او شئے موصوفے بصفات کمال است و تصدیقی او بدیں است ہر کہ بشرط جستہ است و پیر اشارت کردہ است البتہ بخدا رسیدہ است و او را شناختہ است و دیدہ است۔ بعضے فقہا اینجا انکارے کنند علمائے ظاہر را از باطن خبرے نیست ایشان چنیں میگویند کہ رویت بہترین نعم است باید بہترین نعم در فاضل ترین امکنہ باشد و دیگرے میگوید برائے ابصار را مسافتے باید نہ بعد بعید نہ قریب قریب و ایں در ذات او متصور نہ انہ منزہ عن کل جہت و سمت و فوق و تحت و مقابلۃ و محاذات آرے ایں باصرہ اگر بیند کہ من و تو بر سر داریم برائے آں را مسافتے باید و سخن مکاں کہ تو گفتی لاحول ولا قوۃ الا باللہ مکان متصور نیست نہ رائی را و نہ مرئی را اینجا رائی و مرئی ہر دو یکیست نہ مسافت است نہ مکان نہ قرب است نہ بعد نہ قرب قریب و نہ بعد بعید اما دریں حالت آں رائی ایں مرئی را می بیند و ہر دو یکے اند۔ آں مرید طالب را نصیب جمالے و نظارۂ وجہے بہیّ است در ایں یگانگی بیگانہ را عکسے و پرتوے نصیب میشود۔ اے مرد فقیہہ اے خواجۂ دانش مند اے شیخ زاہد و مقتدائے مولانائے مجتہد و مفتی اگر سر ایں کار دارید صورت اینست کہ ما گفتیم و اگر نہ اینست سہ
نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر د برد — ترا سعادت باد امرا نگونساری"

۳۱ - ترجمہ آداب المریدین میں حضرت مخدوم نے اس مسئلہ کے متعلق زیادہ وضاحت سے فرمایا ہے :-

"قولہ - واجمعوا علی جواز رویت اللہ بالابصار فی الجنۃ و اجماع صوفیان است کہ خداوند تعالیٰ را بدین چشمے کہ بر روے است این حدقہ کہ ہست و روشنائی کہ در این حدقہ کہ ہست ہمبرین روشنائی کہ خدلے را خواہند دید - من کہ محمد حسینی ام میگویم کہ خدائے را بندگان باشند کہ ہم در دنیا بچشم دل بینند وہمیں چشمے کہ بر روے است چشم منعکس میشود چشم دل می گردد ہمبرین چشم می بینند - در فتاویٰ سراجی است رویت اللہ فی المنام جایزۃ و انچہ مردم در خواب می بینند آنکہ چشم دل می بینند ہمیں منعکس میشود در دل ہم چیزے را بخواب می بینند - در عقیدہ حافظی است روا باشد خدا را در خواب بیند زیراچہ سلف صالح خدا را در خواب دیدہ اند - اکنوں بداں کہ ایں خواب کہ در دنیا دیدہ اند ایں چنیں نیست کہ اینجا چیزے دیگر بہ بینند و فردا چیزے دیگر زیراچہ صفت باری است لایتغیر فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی اسمائہ بحدوث الاکوان واختلاف الازمان پس ثابت شد کہ طالب صادق ومشتاق واثق جمال حضرت سبحانہ تعالےٰ بلاکیف وکیفیۃ در دنیا بیند - یکے اندیشہ باید کرد کہ سلف صالح ومشائخ طبقات خانماں برباد کردند بادیہا گرفتند واز خلق بکلی عزلت داشتند وچہل گان روز ویگان ماہ گرد طعام وآب نگشتہ اند وصمت وسکوت را ملازم حال خود کردہ اند ودر ذکر ومراقبہ غرق ماندہ اند ایں ہمہ برائے چہ بود برائے ایں قدر چندیں یہ چہ کنند ... برائے ایں را چندیں بلاکشیدن ومشقت دیدن چہ حاجت است نہ آنکہ طلب نقدے دامن گیر دل ایشاں شدہ است -"

۳۲ - شیخ ابوبکر کلابادی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب تعرف میں مسئلہ رویت کے متعلق لکھا ہے "لم یذھب الی ان اللہ مرئی بالبصر فی الدنیا الا شرذمۃ قلیلۃ من المتصوفہ لایعبأ بہم -" حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرج البحرین

میں یہ عبارت نقل کی ہے اور اُس کا ترجمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"میگویند کہ سالک ایں راہ بجائے رسد کہ بصر و بصیرت یکے گردد و ظاہر با باطن یک رنگ شود و امتیاز صورت و معنی از میاں بر افتد آں زماں خواہ بگوید کہ بدیدۂ دل می بینم یا بچشم سر- حاصل ہر دو عبارت یکے است اللہ اعلم کہ ایں چہ اشارت است کہ ایشاں میکنند حقیقت حال را ایشاں دانند کہ گفتہ اند و دریافتہ- ولیکن چنیں دانم کہ وجود ایں مرتبہ بس عزیز و نادر است یکے بمجرد اعتقاد مذہب اہل وحدت وجود و تخیل معنی توحید و فہم سخنان ایشاں سخن می گوید یا بقدرے از صفائی ذکر و روشنائی باطن کہ بہم رسیدہ و رشاشۂ از منبع حال انصباب یافتہ ادعا می نماید اینہا آسان است ولے آنکہ سخن بغلبہ قہرمان حال و سطوت سلطان وقت بر آید آں را تاثیرے دیگر و عزتے دیگر است۔ و باوجود آں حق ہماں است کہ کاشفان سر حقیقت و متوطنان مقام تمکین کہ قوت مزاجیہ علم و حال ایشاں باعتدال حقیقی رسیدہ است مہیمن و رقیب احوال و مقامات گشتہ قرار دادہ اند- از شیخ ما غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ منقول است کہ مریدے از مرید ایشاں دعوے کرد کہ من خدا را بچشم سر می بینم ایں حکایت چوں بحضرت وے رسید منع کرد و زجر نمود تا باز ازیں مقولہ دم نزند و ایں چنیں نگوید۔ گفتند زجر و نصیحت بلے دیگر است سوال از آں است کہ وے دریں دعوے محقق است یا مبطل فرمود محق مشتبہ است او بہ دریافت خود راست می گوید ولیکن او را در اطلاع بر حقیقت حال اشتباہ شدہ است و سر کار درنیافتہ وے حقیقت را بچشم بصیرت دیدہ است و از بصیرت وے روزنے بجانب بصر وے کشادہ در حقیقت نظر وے بر بصیرت افتاد گماں برد کہ مگر بہ بصر می بیند مرج البحرین یلتقیٰن بینھما برزخ لا یبغیٰن ایں کلمہ از آں حضرت گفتن بود و حاضراں را بصعقہ و صیحہ افتادن و دیوانہ شدن و راہ صحرا گرفتن۔ سخن کہ از حقیقت بر آید وے را ایں تاثیر است و حکایت ادعائی ہماں حال دارد کہ یقرؤن القراٰن ولا یجاوز عن حناجرھم۔"

حضرت مخدوم نے رویت باری تعالےٰ کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے اس میں تعرف کی اسی عبارت کی جانب جو اوپر لکھی گئی اشارہ کرکے فرماتے ہیں :۔

"شیخ ابوبکر کلاباذی بہ مبالغہ انکار دارد کہ در دنیا نہ بظاہر نہ بہ باطن رویت بود محمد یوسف حسینی می گوید یعلم اللہ من آں طائفہ را دیدہ ام کہ ایشاں یک ساعتے از دیدار او محروم نماندہ اند"

فرق مراتب یہاں صاف نظر آتا ہے۔ آمنا وصدقنا تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعضٍ اور فوق کلِ ذی علمٍ علیم۔ حضرت محدث دہلوی نے نہایت صحیح لکھا ہے کہ چنیں دانم وجود ایں مرتبہ بس عزیز و نادر است" سچ ہے ؎

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

۳۳۔ حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب خاتمہ اور ان کی بعض دوسری تصانیف سے اخذ کرکے میں نے جو کچھ اوپر لکھا ہے اُس سے ایک حد تک معلوم ہوسکے گا کہ تصوف کیا ہے اور صوفی کسے کہتے ہیں۔ صوفیوں کا کوئی علیحدہ مذہب وملت اور اُن کا کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی ایک جماعت ہے جس کا مطمح نظر یہ ہے کہ کتاب وسنت کے ہر جزئیات پر قولاً و فعلاً وحالاً عمل کیا جائے اور ریاضت اور مجاہدہ کرکے دنیا کی محبت اور خلق کے تعلقات کو دل سے کامل طور پر دور کر دیا جائے اور خواہشات وجذبات نفسانی پر بدرجہ اتم غلبہ حاصل کرکے ان کو مقہور و مغلوب کیا جائے تاکہ صوفی طالب کا دل تمام تعلقات کی کثافتوں اور غلاظتوں سے پاک وصاف ہوکر محبت اور عشق الٰہی سے معمور ہونے کی صلاحیت پیدا کرسکے۔ انسان کی خلقت کا مدعا عبادات الٰہی کا بجالانا اور معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔ صوفی عزیمت کے ساتھ ہر وقت اور ہر لحظہ اور ہر آن عبادت الٰہی میں مستغرق ہوکر اور بمقتضائے والذین آمنوا اشد حُبًّا لِلّٰہ کونین سے منہ موڑکر اور ماسویٰ اللہ سے بالکل منقطع ہوکر اللہ تبارک وتعالےٰ جل شانہ کی محبت میں فانی اور مستہلک ہوجاتا ہے اور تقرب کے اعلیٰ وارفع مقام پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اکابر صوفیہ اُس مقدس جماعت میں شریک ہیں جن کی شان میں حدیث قدسی وارد ہے بی یسمع وبی یبصر الخ اور یہ وہ لوگ ہیں جو والسبقون السّٰبقون اُولٰئِکَ المقربون کی گروہ کے رکن رکین ہیں۔ اُن کے لیے بشارت ہے ان الذین

قالو ربنا اللہ ثم استقاموا الخ (سورہ فصلت) رکوع ۴) اور الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ (سورہ یونس رکوع ۷)۔

۳۴۔ امام المحدثین حافظ الحدیث ابو نعیم اصفہانی علیہ الرحمۃ کی تصانیف میں حلیۃ الاولیاء مشہور تصنیف ہے (فی الحال مصر میں چھپ رہی ہے اور نصف کے قریب طبع ہو چکی ہے) یہ اس قدر بلند پایہ اور مقبول کتاب ہے کہ بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے متعلق لکھا ہے۔

"واز نوادر کتب او (یعنی محدث ابو نعیم) کتاب حلیۃ الاولیا است کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ کتاب حلیۃ الاولیاء در حضور او آنقدر شہرت و رواج پیدا کرد کہ در نیشاپور بہ چہار صد دینار خرید شدہ۔"

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے مصنف علیہ الرحمہ نے اس میں تصوف اور کبرائے صوفیہ کا ذکر کیا ہے اور صوفیوں میں سب سے پہلا طبقہ اجلہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا قرار دیا ہے اور سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

۳۵۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مرج البحرین میں لکھتے ہیں:۔

گمان نبرند کہ طریقہ تصوف مخالف مذہب سنت و جماعت است و صوفیہ فرقہ دیگر اند ورائے ایں فرقہ ناجیہ حاشا وکلا۔ خاصہ و خلاصۂ ایں ملت اقوام محققین صوفیہ اند کہ در ظاہر و باطن مقتبسان انوار سنت و مکاشفان سر حقیقت اند و در سلوک طریقہ اتباع عملاً و حالاً و اختیار عزلت ظاہراً و باطناً و تحقیق معنی صدق و اخلاص و معرفت مکاید نفس و دقایق ورع و تہذیب اخلاق و تصفیہ باطن ہیچ کس از ایشاں بیش نکردہ وآں چہ ایشاں را از اعمال و اخلاق و احوال و مقامات و مواجید و اذواق و نکات و اشارات و سایر کمالات دست دادہ ہیچ فرقہ دیگر را ندادہ ....."

۳۶۔ حقیقت تو وہ ہے جو بیان کی گئی۔ لیکن تصوف اور گوشہ نشینوں اور مرنج و مرنجان صوفیوں کے متعلق لوگ عجیب عجیب خیالات ظاہر کرتے رہتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفیوں

نے اپنے اذکار و اشغال کو جوگیوں کے اعمال سے اخذ کیا ہے حالانکہ ایک کو دوسرے سے کسی قسم کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر ام ھل تستوی الظلمٰت والنور۔ زمانہ حال کے مدعیان "ریسرچ" و تحقیق کی ایک جماعت کہتی ہے کہ لفظ تصوف یونانی لفظ کا معرب ہے لیکن اگر معرب ہوتا تو "تسوف" حرف "س" سے ہوتا نہ کہ "تصوف" 'ص' سے جیسے فلسفہ سوفسطہ موسیقی وغیرہ۔ یونانی زبان میں حرف 'ص' کہاں ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کی تھیوسوفی اور اسلام کا تصوف ایک ہی چیز ہیں بعض کہتے ہیں کہ تصوف فلسفہ آلہیات ہے جس پر مذہب کا رنگ چڑھا دیا گیا ہے۔ بعضے یونانیوں کے فلسفہ اشراق اور مسلمانوں کے تصوف کو بلکہ ہندوؤں کے ویدانت اور تصوف کو ایک ہی چیز خیال کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات۔ ہم کو جس چیز کا علم نہیں ہے اُس میں خواہ مخواہ دخل دینے کی سخت ممانعت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علمٌ ان السمع والبصر والفواد کل اُولٰئِکَ کان عنہ مسئولا۔ صوفیوں کا مقصود تقرب الی اللہ ہے اور وہ کتاب و سنت کی اتباع پر منحصر ہے۔ حضرت مخدوم خاتمہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کے سوا وصول الی اللہ کی تمام راہیں مسدود کر دی گئی ہیں دوسری جگہ (صفحہ ۸۲) فقرہ ۱۲۳) فرماتے ہیں

بعضے طالبان دیوانگی کردہ اند مولہ شدہ اند قلندر شدہ اند برہمن و جوگی و بہرہ شدہ اند مگر جائے یابند۔ مطلوب در حجب غیرت و تتق عزت محتجب است بدیبہا کسے نیافتہ است مگر دراں رہ کہ پیر فرمود و پیغامبرؐ برد۔

ایک اور جگہ بھی یہی فرمایا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ پیر وہی حکم دیتا ہے جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور اُن کے احکام کی تفسیر بھی کر دیا کرتا ہے تاکہ طالب اچھی طرح سمجھ جائے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

کہ سعدی مپندار راہِ صفا — تواں رفت جز بر پے مصطفیٰؐ

۳۷۔ حضرت مخدوم کی تقریباً سب تصنیفیں نہایت سلیس اور اُس وقت کی عام فہم فارسی میں لکھی گئی ہیں عبارت آرائی کہیں نہیں کی گئی ہے اُس وقت کے محاورات اور روز اُن کی کتابوں میں عموماً پائے جاتے ہیں مثلاً نشستن اور 'نشیند' کے بجائے 'شستن' اور شیند'،

۳۸ - حضرت مخدوم نے خاتمہ میں کہیں کہیں کسی واقعہ کی جانب صرف اشارہ کر دیا ہے اور اس واقعہ کی صراحت نہیں فرمائی ہے۔ میں نے حضرت مخدوم کی دوسری تصانیف سے اور بعض دوسری کتابوں سے اخذ کر کے اُن واقعات کو لکھا ہے اور اس کتاب کے آخر میں بطور تعلیقات کے شریک کر دیا ہے۔

۳۹ - اس کتاب کو حضرت مخدوم نے ابواب اور فصول میں تقسیم نہیں کیا ہے بلکہ اُس کو مسلسل لکھا ہے اور جو مضمون جہاں خیال آیا وہاں لکھ دیا ہے۔ ناظرین کی سہولت کے لیے میں نے کتاب کے مضامین کو فقرہ فقرہ علیحدہ کر دیا ہے اور فقروں کے نمبر از اول تا آخر مسلسل دے دیے ہیں اور مضامین کی ایک مکمل فہرست مرتب کر کے آخر میں شریک کر دی ہے امید ہے کہ مضامین کی تلاش میں ایک حد تک سہولت ہو جائے گی۔

۴۰ - خاتمہ کے تین قلمی نسخے مجھے دستیاب ہوئے۔ ایک نسخہ ۱۰۵۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرے اور تیسرے نسخوں پر سنہ کتابت درج نہیں ہے لیکن وہ دونوں ۱۱۰۰ھ کے کچھ ہی بعد کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان تین نسخوں کے باہمد گر مقابلہ سے تصحیح کی گئی اور تصحیح میں کہیں کہیں کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخوں سے بھی مدد لی گئی۔

۴۱ - اس کتاب مستطاب کی تصحیح نہایت محنت اور جانفشانی سے کی گئی اور اب وہ طبع ہو چکی اور شائع بھی کی جا رہی ہے لیکن مجھ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس محنت اور جاں فشانی اور وقت کے صرف کرنے سے حاصل اور اس قسم کی کتابوں کی طباعت و اشاعت سے منفعت کیا ہے؟ زمانہ مادیت سے لبریز ہو چکا ہے اس وقت کتنے ایسے ہوں گے جو اس قسم کی کتابوں کی جانب متوجہ ہو کر اُن سے منفعت حاصل کر سکیں گے؟ اس کتاب کی زبان بھی فارسی ہے جو ملک ہند سے تقریباً مندرس ہو چکی ہے کتنے ایسے موجود ہیں جن کو اس زبان سے دلچسپی باقی ہے؟ جب یہ حالت ہے تو فارسی زبان کی اس تصوف کی کتاب کی اشاعت سے فائدہ کیا؟ اعتراض بالکل صحیح ہے۔ خیر القرون کے بعد زمانہ جوں جوں گزرتا گیا اپنے سابق کے زمانہ کی بہ نسبت خیر و برکت دینی میں گرتا ہی گیا۔ ترجمہ آداب المریدین کے دیباچہ میں خود حضرت مخدوم نے اپنے زمانہ کے متعلق نہایت پر درد الفاظ میں رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

زمانہ آخر، سنت تاریخ ہجرت ہشتصد و سیزدہ رسید اللہ اعلم سپس آں باشد

ہم کسے قدمے در سلوک نہد وطلب وصول خداوند سبحانہ در سر او افتد وبہ اسباب وصول مباشرت شود۔ ایام فتنہ ومحن است علامات قیامت خروج دجال طلوع آفتاب از مغرب باشد وغلق توبہ شود وظہور روابتہ الارض پیدا گردد ونزول عیسیٰ روے نماید۔ اکنوں طالب کہ سلوک کہ مرشد کہ رونده کہ۔ اللہ اللہ اللہ کار بجائے است من کہ اقل وارزل ایں طائفہ باشم مردم گویند شاید ختم ایں کار بریں شخص شود۔

نہ یک فسوس کہ ہر دم ہزار بار فسوس | نہ یک دریغ کہ ہر دم ہزار بار دریغ

شیخ مصنف (یعنی حضرت ابوالنجیب سہروردی مصنف کتاب آداب المریدین) از زمانہ خویش نالید وازاں زمانہ چہار صد سال گزشتہ باشد اکنوں بماچہ رسد بنیاد کار خراب شدہ است درہا بربستہ اند جز یک شرزے باقی نماندہ است تاکدام نیک بخت باشد کہ بہمہ مشقت ومحنت دراں شرز درآید ودراں خانہ نزول کند۔ ہاں وہاں گوش دار کہ من چند سخنے را ترجمہ میکنم یحتمل کسے ازیں نصیبہ گیرد مستعینًا باللہ انہ رفیق شفیق وبالاجابت جدیر وحقیق۔"

حضرت مخدوم نے اپنے زمانہ کی شکایت کی ہے اُس کے مقابلہ میں آج ساڑھے پانسو سال کے بعد کے زمانہ کو کیا کہا جائے۔ تاہم جیسا کہ انہوں نے فرمایا:۔

"من سخنے را ترجمہ میکنم یحتمل کسے ازیں نصیبہ گیرد"

میں نے بھی اس کتاب خاتمہ کی تصحیح طباعت اور اشاعت میں محنت کی اور مشقت اٹھائی اور وقت صرف کیا صرف اس خیال سے کہ یہ نہایت مفید کتاب تلف ہونے سے بچ جائے اور چونکہ مبدٔ فیاض کا فیض منقطع نہیں ہوا ہے شاید کبھی کسی کو اس کتاب کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہو۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔

سیّد عطا حسین

۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۶ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

مقدّمہ ثانی

(از پروفیسر محمّد معین الدین دردائی - ایم - اے علیگ)

تمہید مشائخ چشت میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک خاص مقام ہے دکن کی سرزمین آپ کی تعلیمات اور دینی تبلیغ و اشاعت کا گہوارہ رہی ہے ۔ روضہ خلد آباد اور گلبرگہ شریف کو آپ کی روحانی خدمات شفقت و محبت کے پیغامات ابھی تک یاد ہیں - اور وہاں کے ذرات اپنی ضیا پاشیوں میں کبھی مہرو ماہ پر بھی چشمک زنی کرتے تھے ۔ آپ کا قیام اگرچہ گلبرگہ شریف میں کم رہا لیکن دائمی آرام گاہ کے لیے آپ نے اسی کو پسند کیا اور جتنے دن بھی وہاں بقید حیات رہے ہزاروں اور لاکھوں اشخاص کو روحانی سکون بخشتے رہے ۔ سینکڑوں بھٹکے ہوئے مسافروں کو ان کی منزل کا پتا بتایا اور ہزاروں کی کشتی منجدھار سے نکال کر ساحل تک پہنچاتے رہے ۔ آج بھی آپ کا روضہ مقدس لاکھوں پریشان دل اور خستہ حال لوگوں کے لیے باعث سکون بنا ہوا ہے ۔

بر لحاظ علم و فضل اور معاشی خوش حالی بہمنیوں کا دور حکومت ، دکن کا سنہرا دور کہلاتا ہے عرب و عجم کے بڑے بڑے علما ، صلحا ، شعرا اور صوفیا کو اس خاندان کے حکمرانوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا - اور ان کی خدمت ، دلجوئی ، اور عزت و احترام کو وہ ہمیشہ اپنے لیے باعث افتخار اور سرمایہ حیات سمجھتے رہے تھے ۔ علامہ تفتازانی کے شاگرد میر فیض اللہ انجور المحمود گاوزدانی ، حسن گیلانی ، ملا عبدالغنی ، مفتی نجم الدین ، شیخ آذری ، محمود گاواں ، سید العلما سلامت اللہ اوحدی ، شمس الدین سامی ، عبدالکریم ہمدانی ، ملا نظیری کے علمی کارناموں سے اس وقت دکن کا چپہ چپہ منور تھا ۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بھی سلطان فیروز شاہ بہمنی کی عقیدت اور محبت کو نظر انداز نہ کر سکے اور جب وہ خود اپنے امراء اور عمائدین سلطنت کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے قصبہ الند کے قریب تک پہنچا تو وہ اس کے ساتھ گلبرگہ تشریف لے گئے ۔ اور پھر وہیں کے ہو رہے ۔

حضرت خواجہ بندہ نواز کے حالاتِ زندگی

مخدوم سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں آپ کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت دونوں بائیسویں واسطہ سے حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ کا نام محمد، کنیت ابوالفتح، اور لقب صدرالدین ولی الاکبر الصادق ہے لیکن عام طور پر وہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید یوسف حسینی عرف سید راجا تھا۔ اور تخلص بھی راجا ہی تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ تھیں اور بی بی رانی نام تھا۔ حضرت سید یوسف حسینیؒ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے اور ان کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے تربیت یافتہ تھے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز کی ولادت ۴ رجب المرجب ۷۲۱ھ کو دہلی میں ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیا مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ آپ کی پیدائش کے چار سال بعد ۷۲۵ھ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ کا وصال ہوا۔ ۷۲۸ھ میں جب سلطان محمد تغلق نے تمام باشندگان دہلی کو دولت آباد جانے کا حکم صادر فرمایا تو حضرت سید یوسف حسینی چشتیؒ بھی اپنے اہل و عیال کو لے کر ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۸ھ کو دہلی سے روانہ ہوئے۔ اور چار ماہ کے سفر کے بعد ۱۷ محرم الحرام ۷۲۹ھ کو دولت آباد پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر قلعہ دولت آباد کے شمالی جانب بالائے کوہ اس مقام پر جو اب روضہ خلد آباد کے نام سے مشہور ہے سکونت پذیر ہوئے۔ اور ۵ شوال ۷۳۱ھ کو یہیں رحلت فرمائی۔ اور اپنے مکان کی دہلیز کے بیرونی صحن میں سپرد خاک کیے گئے۔ والد کے انتقال کے وقت حضرت مخدوم بندہ نواز گیسو دراز کی عمر دس سال تین ماہ اور ایک روز تھی۔

روضہ خلد آباد میں قیام کے زمانے تک حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اپنے والد ماجد اور ان کے بعد اپنے نانا اور بعض دوسرے علما سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اور اپنے بزرگوں سے برابر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے فضائل اور تقدس کا حال سُن سُن کر ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ ۷۳۶ھ میں جب آپ اپنی والدہ ماجدہ اور گھر والوں کے ساتھ دہلی واپس ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ جمعہ کے دن سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے گئے تو وہاں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کو دیکھ کر

فرط محبت وعقیدت سے وارفتہ ہوگئے۔ اور ۱۶ رجب ۷۳۶ھ کو اپنے بھائی سید چندن حسینیؒ کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مرید ہوگئے۔

حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے بعد ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوگئے لیکن ساتھ ہی علوم ظاہری کی تحصیل سے بھی غافل نہیں رہے۔ انیس سال کی عمر میں حضرت مخدوم تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد ریاضت ومجاہدہ اور اشغال باطنی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ اور جب تک پیر بقید حیات رہے حضرت مخدوم ان کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض وتربیت سے مستفید ہوتے رہے۔ ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کا وصال ہوا اپنی رحلت سے پہلے حضرت خواجہ چراغ دہلویؒ نے حضرت مخدوم خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو خلافت عطا فرماکر اپنا جانشین مقرر کردیا تھا چنانچہ جب وہ اپنے پیر کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اس وقت آپ کی عمر چھتیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ چالیس سال کی عمر میں اپنی والدہ کے اصرار پر آپ نے سید احمد بن حضرت مولانا سید جمال الدین مغربیؒ کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔

۸۰۰ھ تک حضرت مخدوم دہلی میں سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر خلق خدا کی ہدایت میں مشغول رہے۔ لیکن جب ۸۰۱ھ میں تیمور نے دہلی کو تاخت وتاراج کیا اس وقت وہ اپنے اہل وعیال اور جملہ متوسلین کو لے کر دہلی سے دکن کی طرف روانہ ہوگئے۔ پہلے روضہ خلد آباد میں قیام فرمایا۔ سلطان فیروز شاہ بہمنی کو جب روضہ خلد آباد میں آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو اس نے اپنے گورنر عضد الدولہ کو حضرت کی خدمت میں نذر دے کر روانہ کیا اور گلبرگہ تشریف لانے کی درخواست کی جب آپ گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے تو کئی منزل آگے سے سلطان فیروز شاہ بہمنی نے خود بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ گلبرگہ لایا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ میں قیام پذیر ہوگئے۔ اور ۸۲۵ھ تک خلق خدا کی خدمت، ہدایت اور رہبری فرماتے رہے۔ اور ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اور گلبرگہ ہی کو اپنی ابدی آرام گاہ ہونے کی عزت بخشی۔ "مخدوم دین ودنیا" آپ کی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔

حضرت مخدوم کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا مقام معاصرین کی نظروں میں حضرت خواجہ

بندہ نواز گیسو دراز کے مقام و مرتبہ اور جلالت شان کا اندازہ اس دور کے اکابر اولیاء اور صوفیا کے ان الفاظ سے ہوتا ہے جو ان لوگوں نے آپ کی شان میں فرمائے۔ مثلاً حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ جو برصغیر ہند و پاک کے جلیل القدر اولیا کبار میں شمار کیے جاتے ہیں سجادہ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد کچھوچھہ شریف سے دو بار اتنے دور دراز کا سفر طے کر کے گلبرگہ تشریف لائے اور ایک مدت تک حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں رہ کر فیضان ظاہری و باطنی سے مستفید ہوئے اور ایک موقع پر آپ نے حضرت مخدوم گیسو دراز کے بارے میں اس طرح فرمایا تھا:۔

چوں بہ شرف ملازمت حضرت میر سید محمد گیسو دراز مشرف شدم آں مقدار حقائق و معارف کہ از خدمت وے بہ حصول پیوست از ہیچ مشائخ دیگر نہ بود سبحان اللہ چہ جذبہ قوی داشتہ اند۔" (بہ حوالہ لطائف اشرفی مرتبہ غریب یمنی)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"سید محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی خلیفہ راستین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی است۔ جامع است میاں سیادت و علم و ولایت شانے رفیع در تبے منیع و کلام عالی وارد۔ اور ادر میاں مشائخ چشت طریقے مخصوص است"۔

مختصر یہ کہ حضرت مخدوم گیسو دراز متقدمین کبریٰ طریقت کے ہم پلہ اور والسّٰبقون السّٰبقون اولٰئک المقربون۔ کی ممتاز ترین جماعت کے ایک رکن ہیں۔ علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں ان کا درجہ بلند تھا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز کی تصانیف و تالیفات

چشتیہ طریقہ کے بزرگوں میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی تک کسی نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ فرمائی تھی۔ حالانکہ ان میں سے ہر بزرگ علوم ظاہری میں محققین اور مجتہدین کا درجہ رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس جانب توجہ فرمائی اور بڑی بڑی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسائل بہ کثرت تصنیف کیے۔ دکن میں عام طور پر آپ کی تصنیف کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت کی عمر ایک سو پانچ سال کی تھی اور ان کی تصانیف بھی ایک سو پانچ ہی ہیں۔ تصنیف و تالیف کی طرف اپنے رجحان سے متعلق حضرت مخدوم

نے خود ایک جگہ اشارہ کیا ہے :-

"ہر کس کہ دراں حضرت سلوک کرد بہ چیزے مخصوص شد۔ ما بہ سخن مخصوصیم خدائے مارا دولت بیاں اسرار خویش داد۔ ہر چند کہ می خواہم کہ نظر من از سخن خویش ساقط شود نہ شد۔ البتہ مرا نظر بر سخن خود باشد و از سبب ایں معنی نیک اندوہگیں باشیم چرا باشد کہ نظر ازیں ساقط نہ شود۔"

حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز کی چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں :- ملتقط تفسیر قرآن، اول پانچ پارہ کی دوسری تفسیر کشاف کے طرز پر۔ شرح مشارق الانوار معارف شرح عوارف در عربی۔ ترجمہ عوارف در فارسی۔ شرح تعرف شرح آداب المریدین در عربی شرح آداب المریدین در فارسی۔ خاتمہ۔ شرح فصوص الحکم۔ شرح تمہیدات عین القضات ہمدانی۔ شرح رسالہ قشیریہ، خطائر القدس معروف بہ رسالہ عشقیہ۔ اسمار الاسرار۔ حدائق الانس استقامت الشریعت بہ طریق الحقیقت۔ حواشی قوت القلوب۔ شرح فقہ اکبر در عربی۔ شرح فقہ اکبر در فارسی۔ رسالہ وجود العاشقین۔ رسالہ در روئت باری تعالیٰ۔ دور کرامات اولیا رسالہ در بیان حدیث رائت ربی فی احسن صورت۔ شرح الہامات۔ حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر الجیلانی۔ رسالہ در ذکر۔ رسالہ در مراقبہ۔ رسالہ دل آرام۔ رسالہ ضرب الامثال ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کے مجموعہ کا بھی پتا چلتا ہے۔

حضرت مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز کی اُردو خدمات

تمام صوفیائے کرام کی طرح حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے بھی عوام سے قریب ہونے اور ان تک پیغام ربانی پہنچانے کے لیے ان کی مقامی زبانوں کو اپنایا۔ بعد نماز ظہر طلبا اور مریدوں کو حدیث، تفسیر، تصوف اور سلوک کا درس دینا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔ حضرت مخدوم کی زبان فارسی اور عربی تھی لیکن جو لوگ عربی فارسی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے ان کو سمجھانے کے لیے جہاں ایک مقامی زبان استعمال کرتے وہاں ان کے لیے ان ہی کی زبان میں چھوٹے چھوٹے مذہبی اور سلوک سے متعلق رسالے بھی تصنیف فرماتے اسی طرح آپ اپنے جذبات کی ترجمانی زیادہ تر عربی فارسی اشعار میں فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی اس خیال کے تحت کہ عوام بھی آپ کے جذبات محبت سے آشنا ہوں آپ دکنی اُردو میں بھی اشعار کہتے تھے۔ محققین نے ان اُردو رسائل اور اشعار کا پتا چلایا

ہے اور اپنی تحقیقات میں ان کو پیش بھی کیا ہے ۔ میں اس جگہ ان کے چند اردو رسائل اور اشعار کا صرف ذکر کروں گا ۔ تفصیل سے میں نے ان پر اپنی دوسری تصانیف میں بھی بحث کی ہے ۔
معراج العاشقین، ہدایت نامہ اور رسالہ سہ بارہ ۔ یہ تینوں رسالے علم تصوف اور سلوک سے متعلق اس وقت کی اردو زبان میں لکھے گئے ہیں ۔ یہ رسالے حضرت مخدومؒ نے گلبرگہ تشریف لانے کے بعد ۸۱۵ھ اور ۸۲۵ھ کے درمیان لکھے تھے ۔ معراج العاشقین کی عبارت کا نمونہ درج ذیل ہے :۔

"نبی کہے تحقیق خدا کے درمیاں تے ستر ہزار پردے اوجالے کے ہور اندھیارے کے اگر اس میں تے ہک پردہ اُٹھ جاوے تو اس کی آنچ تے میں جلوں ہور ایک وقت ایسا ہونا ہے سمجھو اور دیکھو بے پردا ۔" (معراج العاشقین)

رسالہ سہ بارہ کی عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو :۔

"سوال ۔ ذاتی ایمان کونسا ۔ اور صفاتی ایمان کون
جواب ۔ اکھنڈا حال ثابتی ہے ۔ سو ذاتی ایمان وہ ہے ثابتی آتی اور جاتی سے سو صفاتی ایمان ۔" (رسالہ سہ بارہ)

حضرت مخدوم گیسودراز شاعری میں شہباز تخلص فرماتے تھے ۔ آپ کی اُردو شاعری کے چند نمونے درج ذیل ہیں :۔ ؎

میں عاشق اس پیو کا جنے مجھے جیو دیا ہے
او پیو میرے جیو کا بر ما لیا ہے

اور معشوق بے مثال ہے نور نبی پایا
نور نبی رسول کا اور میرے جیو میں بہایا
ایسکوں اپنے دیکھنے کیسی آرسی لایا

کھڑے کھڑے پیو جیو میں آپسیں آپ وکھاوے
ایسی میٹھی معشوق کون کوئی کیوں دیکھے پاوے
جنہہ دیکھے اوسی کون ایسے اور نہ بہاوے

کل شے محیط ہے اسی کون پہچانے
جو کوئی عاشق اس پیو کے اسی جیو میں جانے

اسی دیکھت کم ہور ہے جیسی ہیں دیوانے

خواجہ نصیر الدین جنے سایاں پیو بنائی
جیو کا کھوں کٹھ کھول کریا کہ آپ دکھائی
رکھے سید محمد حسینی پیو سنگہ کہیا نہ جائی

آپ کی ایک نظم حکمی نامہ کا تعارف ڈاکٹر محی الدین زورؔ نے اپنی کتاب "تذکرہ اُردو مخطوطات" میں کرایا ہے۔ یہ نظم بارہ بند پر مشتمل ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے: ؎

دیکھو واجب تن کی چپکی پیو چاتر ہو کے سسکی
سوکن ابلیس کھینچ کھینچ تھکی کہیے یا بسم اللہ ہو

الف اللہ اس کا دستا میانے محمد ہو کر بستا
پہنچی طلب یوں کر دستا کہیے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

کتاب خاتمہ کی وجہ تسمیہ سبب تصنیف اور سنہ تصنیف

شیخ الطریقت حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی علیہ الرحمۃ کی تصانیف میں ایک اہم اور گراں قدر کتاب عربی زبان میں آداب المریدین بھی ہے یہ اپنے موضوع کی غالباً پہلی کتاب تھی جو اسلام میں تصنیف ہوئی تھی۔ یہ نہایت مستند اور کارآمد کتاب ہے اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مصنف نے اس میں جو کچھ لکھا ہے ہر مضمون کے متعلق کلام اللہ شریف کی آیت یا حدیث یا دونوں کو بہ طور سند کے نقل کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے بتایا ہے کہ مرید کو طلب حق میں قدم رکھنے کے بعد عبادت اور معاملات میں کن کن آداب کا پابند ہونا چاہیے۔ اس کتاب کی ایک شرح حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ اس کے نسخے بہت کمیاب ہیں اس کا تفصیلی جائزہ میں نے اپنی تصنیف تاریخ سلسلہ فردوسیہ میں پیش کیا ہے۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی خانقاہ معظم بہار شریف۔ ضلع نالندہ (بھارت) میں چھپ گیا ہے۔

آداب المریدین کی دوسری شرح حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز نے لکھی اور کئی بار لکھی آخر مرتبہ جو شرح ۸۱۳ھ میں لکھی گئی اس کا ایک نسخہ کلکتہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس نسخہ کے دیباچہ میں حضرت مخدوم گیسو دراز نے لکھا ہے:

"اما بعد محمد بن یوسف الملقب بہ گیسو دراز دو سہ بار ایں کتاب (آداب المریدین) را ترجمہ کردہ است ہم بہ تطویل وہم بہ ایجاز۔ برائے ہر کہ کردم اوان را بردل وجان گرفت وضنّتے وغیرتے دریں باب کرد کہ بہ کسے نہ داد۔ ایں چہارم کرت باشد کہ ایں کتاب جوہر القدر وعظیم الخطر را ہم بہ فارسی کردم وہم شرح عربی بہ نشتم۔ زمانہ آخر است تاریخ ہجرت ہشت صد وسیزدہ رسید۔"

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مخدوم گیسو دراز کی جو شرح فارسی میں اب موجود ہے اس سے پیشتر اپنے مریدین اور احباب کی درخواست پر آداب المریدین کی شرح یا ترجمہ وہ تین بار لکھ چکے تھے۔ اور ہر بار اس شخص نے جس کی درخواست پر وہ لکھی گئی اس کو بالکل غائب کر دیا۔ اور وہ سب شرحیں حضرت مخدوم ہی کے زمانے میں معدوم ہو گئی تھیں۔ چوتھی مرتبہ انھوں نے ایک فارسی اور ایک عربی زبان میں شرح لکھی۔ عربی زبان میں لکھی گئی شرح بھی معدوم ہے اب صرف وہی فارسی زبان میں لکھی گئی شرح کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس شرح کے لکھنے کے بعد بھی حضرت مخدوم گیسو دراز کی سیری نہ ہوئی۔ اپنے زمانے کے حالات رجحانات اور کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے انھوں نے محسوس کیا کہ آداب المریدین کے موضوع پر ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے جو وضاحت کے ساتھ اس وقت کے مطابق نہایت صاف اور سلیس فارسی زبان میں لکھی جائے اور جو عبادات و معاملات کے تمام جزئیات پر حاوی ہو۔ اس لیے آداب المریدین کی ان پہلی تین شرحوں (جو ۸۱۳ھ سے پہلے لکھی جا چکی تھیں اور اب معدوم ہیں) میں سے ایک کے سلسلے میں تکملہ کے طور پر اس کتاب خاتمہ کو تصنیف کیا۔ اور چونکہ یہ کتاب شرح آداب المریدین کے تکملہ یا ضمیمہ کے طور پر لکھی گئی تھی اس لیے حضرت مخدوم نے اس کتاب کی ابتدا میں حمد و نعت لکھنے کی ضرورت بھی نہ محسوس کی اور شرح آداب المریدین کے سلسلے کو قائم رکھا۔ اس کا پورا نام خاتمہ ترجمہ آداب المریدین ہے جو اختصار کے طور پر بعد میں خاتمہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

سنہ ۸۱۳ھ میں حضرت مخدوم نے جو شرح آداب المریدین میں لکھی ہے۔ اس میں اپنی کتاب خاتمہ کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"محمد حسینی می گوید تجاوز اللہ عن سیئاتہ و غفر اللہ لزلاتہ - خاتمہ کتاب خزائن کہ شیخ فرمودہ نوشتہ ام و دراں باب از جہت خویش اقصی الغایات کردہ ام۔ بعضے از آنہا است کہ بہ اصحابے کہ صحبت داشتم از یاران خدمت شیخ نظام الدین و یاران خواجہ خود و صوفیاں دیگر و آنچہ در کتب دیگر مسطور است اگر ترا مطلوب باشد کہ ورائے ایں آداب بدانی دراں کتاب خاتمہ نظر کن۔"

کتاب خاتمہ کے سنہ تصنیف کے بارے میں حضرت مخدوم گیسو دراز نے خود ہی خاتمہ کے فقرہ ۱۹۴ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۸۰۷ھ میں لکھی گئی :-

"و مرید را امروز کہ عمر دنیا بہ ہشت صد و ہفت سال رسید در لقمہ ایں احتیاط بابد کرد کہ فاشش آشکارا معلوم حق کسے نہ خورد۔"

کتاب خاتمہ کی اہمیت

صوفی کو جو طلب حق میں قدم رکھے روزمرہ، ہر لحظہ اور ہر لمحہ عمل کرنے کے لیے ایک مکمل دستور العمل کی ضرورت ہے۔ جس کا ماخذ تمام تر کتاب و سنت ہو۔ حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی اس کتاب خاتمہ میں نہایت جامع اور مکمل دستور العمل مہیا کر دیا ہے جس میں ہر شخص کے لیے عبادات و معاملات سے متعلق بہت وضاحت سے ہدایات لکھ دی ہیں جوان، بوڑھے، مرد اور عورت، شاہ و گدا، آزاد و غلام، غرض ہر طبقہ کے لیے جو طلب حق کی راہ میں قدم رکھے اس کتاب میں ہدایتیں موجود ہیں۔ اکثر اکابر طریقت کا خیال ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھنا مفید نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس وقت قوئ میں انحطاط اور ضعف شروع ہو جاتا ہے۔ محنت و ریاضت کا زمانہ باقی نہیں رہتا لیکن حضرت مخدوم گیسو دراز نے خاتمہ میں اس خیال کی تصحیح کی ہے اور پیر فانی تک کو ناامید نہیں کیا ہے۔ اور پھر ان کے لیے راہ بھی بتائی ہے فرماتے ہیں :-

"مرشداں پیراں را در بر نہ گرفتہ اند و اقدام در ارشاد ایشاں نہ کردہ اند هم در ور دیے و گذار دنے داشتہ اند و فرمودہ اند ترا آواں طلب گذشتہ است منم کہ پیراں را پر امید می دارم بر احوالے و بر وجدانے نشاں دادہ ام

کہ خون دل بسے آب شود کہ بہ ہیچ کار نہ آید"

اس کتاب خاتمہ میں تصوف اور معرفت کے بہت سے اہم مسائل کو مریدوں کے سامنے آسان سے آسان تر شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً روئت باری تعالٰے درحیات وبعد الممات پر بہت وضاحت سے فقرہ ۲۷۲ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

تصوف کیا ہے اور صوفی کسے کہتے ہیں اس پر اس کتاب میں خاطر خواہ بحث ملتی ہے۔ غرض علم سلوک کے بحر ذخار کو کوزہ میں بند کر کے طالبان حق کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ اور مریدوں کے لیے اس میں ایک ایسا دستور العمل بنا دیا گیا ہے جس پر کاربند رہ کر مرید کبھی راہ سلوک سے بھٹک نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ صوفیا نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مدت العمر مطالعہ میں رکھ کر اس دستور العمل پر کاربند رہنے کی کوشش کی۔

خاتمہ کو سب سے پہلی مرتبہ مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے مرتب کر کے ۱۳۵۶ھ میں حافظ مولوی سید عطا حسین صاحب ایم۔اے۔سی۔ای نے شائع کرایا تھا۔ لیکن فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس دور میں طالبان حق اور تشنگان علم سلوک کما حقہ مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ منتظمین اور مالک نفیس اکیڈیمی اہل علم اور اہل بصیرت کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کا اردو میں ترجمہ کرا کر سب کو اس نعمت عظمیٰ سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور برابر نیک کام کرنے کی سعادت اور توفیق بخشے۔

محمد معین الدین دردائی

کراچی ——— ۱۱ ؍ مئی ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

ہمیشہ باوضو رہنا اور کنویں کی حفاظت کرنا

(۱) صوفیا میں یہ رسم جاری ہے اور انہوں نے اس کو اپنی عادت میں داخل کر لیا ہے کہ ہمیشہ با وضو رہیں۔ ان کے عام و خاص کوئی بھی بے وضو نہیں رہتے۔ مگر ہاں اگر کوئی مرض لاحق ہو اور اس میں پانی کا استعمال مضر ہو تو پھر اور بات ہے۔ اس کا ہمیشہ اہتمام رکھنا چاہیے کہ ہر نماز فرض کی ادائگی کے وقت تازہ وضو کر لیا جائے۔ اس بنا پر ہمیشہ خیال رکھیں کہ قیام تالاب / نہر یا بہتے پانی کے کنارے ہو۔ اور اگر کنویں سے کام لینے کی ضرورت ہو تو پھر اس کنویں کی پوری حفاظت کی جائے۔ کوئی شخص جوتا یا چپل اس کنویں کے اوپر نہ لے جائے منڈیر پر چڑھنے سے پہلے جوتا اتار لے اور پیر بھی دھوئے۔ کنویں کی منڈیر اونچی ہو اور اسی پر ڈول رکھا جائے یا ہمیشہ ڈول کنویں میں لٹکتا رہے۔ کنواں کا منہ ہمیشہ بند رکھا جائے تاکہ چیل کوے کی بیٹ اس میں نہ پڑے۔

وضو اور مسواک کرنا

(۲) دوسرے آدمیوں کی بہ نسبت صوفیا کے یہاں طہارت اور وضو کے لیے پانی کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ اس مقصد سے کہ نیک کام میں دوسرا بھی شریک ہو جائے اور اُسے بھی کچھ ثواب ملے وہ بالعموم وضو کرنے میں دوسرے کی مدد لیتے ہیں جو وضو کرنے کے وقت ان کو کھڑا ہو کر پانی دیتا ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور بہت کم غذا کھانے کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں اور بھرا ہوا لوٹا جس میں دو تین سیر پانی سے کم نہیں ہوتا ان کے لیے اٹھانا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے کے پانی گرانے سے صفائی اور طہارت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ کبھی بھی بغیر مسواک کیے وضو نہیں کرتے اور ان کا ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ وہ کسی وقت اپنے دل اور زبان کو بے کار نہیں رکھتے ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں۔ اور جو وقت کہ ان کا بیکاری میں گزرتا ہے وہ گویا ان کی مصیبت کی گھڑی ہوتی ہے۔

(۳) صوفیا کو چاہیے | تحیۃ الوضو پڑھنا۔ فرض نماز کا اوّل وقت ادا کرنا۔ نماز عصر کی سنت ادا کرنا

کہ ہر وضو کے بعد شکرانہ کی نماز (تحیۃ الوضو) ادا کریں۔ فرض نماز اول وقت ادا کریں اور ہر سنت نماز کی ادائیگی میں اتنا اہتمام کریں کہ وہ مؤکدہ معلوم ہو۔ اگر جماعت کی نماز پکڑنے میں سنت پڑھنے کا موقع نہ ملے تو اسے علیحدہ خلوت میں ادا کریں۔ اور چار رکعت نہیں تو کم از کم دو ہی رکعت ادا کریں۔

(۴) بغیر وضو کیے ہرگز نہ سوئیں اور | بغیر وضو نہ سوئیں اور جب نیند سے بیدار ہوں پھر وضو کرلیں

جب نیند سے بیدار ہوں فوراً وضو کرلیں اور دو رکعت نماز ادا کر کے پھر سوئیں۔

(۵) صبح آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے رات کی تاریکی تک جو نفل نماز رات کو ادا کرنے سے رہ گئی ہو ادا کریں | جو نفل نمازیں رہ گئی ہوں ادا کریں

(۶) فجر، مغرب اور عشاء کی فرض نمازیں قرأت مختصر کرنی چاہیے۔ بہت طویل، کم طویل اور مختصر قرأت سب ہی درست | فرض نماز میں قرأت میں اختصار کرنا بہتر ہے نماز میں حضوری مقدم ہے۔

ہے۔ لیکن سب سے زیادہ صوفیا حضوری قلب کو اہمیت دیتے ہیں۔ اور بہت طویل قرأت میں اس کا احتمال کہ تقاضائے بشریت حائل ہو۔ یا کوئی ضرورت ہی پیش آجائے اور پھر اس کی وجہ سے حضوری قلب اور خشوع وخضوع باقی نہ رہے۔ نماز کے دوران قرأت کے وقت دل ہی دل میں قرآن مجید کے آیات کا ترجمہ کرنا صوفیا کے نزدیک دل کی پراگندگی اور غیر حضوری کا سبب ہے۔ اس سے دل میں خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

(۷) بہت زیادہ نفل نماز پڑھنے | بہت زیادہ نفل نماز پڑھنے سے مراقبہ بہتر ہے۔ وضو میں حضوری

سے مراقبہ زیادہ بہتر ہے۔ اور ذوق وراحت جو میسر آجائے وہ غنیمت ہے۔ صوفیا کے نزدیک وضو میں حضوری اور شگفتگی یہ ہے کہ ہر عضو کو دھونے کے وقت متصل اور علیحدہ سمجھیں

تازہ وضو ہر فرض نماز کے لیے اور وضو کے بعد فوراً فرض نماز ادا کرنا

(۸) صوفیا کو اگر ہر روز فرض نماز سے پہلے غسل کرنے کا موقع مل جائے تو وہ کبھی باز آئیں چنانچہ وہ ہر وضو کے فوراً بعد فرض نماز شروع کر دیتے ہیں اور اس میں اگر تاخیر ہوتی بھی ہے تو صرف اتنی کہ تحیۃ الوضو اور نماز سنت ادا کر لیں۔

وضو کرنے میں احتیاط کرنا

(۹) وضو کے وقت جامہ کو سینہ تک اٹھا لیں۔ اور آستینوں کو لپیٹ کر کہنیوں سے اوپر کر لیں تاکہ وضو کے پانی کے قطرے جامہ پر نہ گریں۔ اس بارے میں علما کے اندر اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدن دھویا ہوا پانی نجس ہے۔ اس لیے وضو کرنے کے بعد جب اٹھیں تو کسی کپڑے سے اعضا کو خشک کر لیں۔ اور صوفیا جب خلوت و جلوت میں اپنے عمامہ کو سر سے اتارنا چاہتے ہیں تو کلاہ اور عمامہ کو سر سے اتار لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی دوسرا کپڑا اس سر پر رکھ لیتے ہیں۔

وضو کرنے کے وقت بات نہیں کرنا۔ طہارت خانہ میں بھی حضوری رکھنا

وہ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ وضو کرنے کے وقت کسی سے بات نہ کی جائے۔ مگر کسی خاص ضرورت کے تحت اور بیت الخلا میں بھی وہ حضوری کو ترک نہیں کرتے یوں سمجھیے کہ حضوری قلب کا ان پر ایسا غلبہ رہتا ہے کہ کسی وقت بھی اس کو ترک کرنا ان کے بس میں نہیں۔ اور ان کی حضوری موقع اور مقام کے لحاظ سے ہوتی ہے اور اس حال میں وہ اپنے کو تمام انسانوں سے کمتر اور ذلیل تر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے موجود ہونے اور ختم ہو جانے کو ہر حال میں خاطر گزیں رکھتے ہیں۔

قیلولہ اور ہلکی سی جھپک اشراق سے پہلے یا صبح ہونے کے بعد فجر کی فرض نماز سے پہلے لے لینا۔

(۱۰) صوفیا قیلولہ کا خاص خیال رکھتے ہیں خواہ وہ تھوڑی دیر آرام ہی کرنے کے لیے ہو۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا ہے کہ جس صوفی کو تم دیکھو کہ وہ قیلولہ نہیں کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ رات بھر سوتا ہے۔ بغیر قیلولہ کیے شب بیداری

بھی سونے ہی میں شمار کی جائے گی۔ اور بعض صوفیا جو تمام رات جاگ کر عبادت کرتے ہیں اور ذرا دیر کے لیے بھی نہیں لیٹتے ہلکی سی جھپک اشراق سے پہلے ضرور لے لیتے ہیں۔ تاکہ ورد و وظائف کی ادائیگی میں ان کو دشواری نہ ہو اور وہ ان کے تکدر کا سبب نہ ہو۔ بعض لوگ صبح ہونے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے نیند لے لیتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کو یقین ہو کہ مستحب فریضہ ان کا نہیں چھوٹے گا۔ تمام رات جاگنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جو لوگ تمام رات جاگ کر صبح کرتے ہیں ان کے رخسار اور پیشانی پر ناز کی اور زردی نمایاں ہو جاتی ہے اور لوگ اس کو چہرہ کا نور کہتے ہیں اور ان کی آنکھیں چونکہ بند بند اور بے قرار سی رہتی ہیں اس لیے ان کے چہرے پر جمال کی کیفیت طاری رہتی ہے لیکن صوفیا اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

رات کو تین حصّے میں تقسیم کر دیں

(۱۱) رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک حصّہ کو ورد و وظائف کے لیے جو رات کو انہیں پڑھنا ہے مخصوص رکھیں۔ دوسرے حصے میں سوئیں۔ اور باقی تیسرا حصہ ذکر اور مراقبہ میں گزاریں ان دونوں کے درمیان جس عبادت میں انھیں لذت ملتی ہو زیادہ مشغول رہیں۔

اپنے واقعات کو سوائے اپنے پیر کے کسی کے سامنے نہ بیان کریں اور تعبیر نہ پوچھیں

(۱۲) دن رات میں جو کچھ واقعات پیش آئیں سوائے اپنے پیر یا پیر ہی کی طرح جو بزرگ ہو، کسی سے نہ کہیں۔ اور پھر اس سے تعبیر نہ پوچھیں بس اس سے کہہ دیں اگر وہ خود تعبیر بتا دے تو فبہا اور نہ بتائے تو اس میں بھی مصلحت ہی ہوگی۔ اس سے زیادہ تفصیل سے بیان کرنے میں تضیع اوقات ہے اور وہ دیکھنے اور سننے کو واقعہ کی شکل میں اس طرح تصور کرتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی جگہ سیر کے لیے جائے اور راہ میں درخت، پہاڑ ٹیلہ وغیرہ دیکھے۔

اول وقت ورد و وظائف میں مشغول رہیں

(۱۳) اول وقت ورد و وظائف، دعا و صلواۃ اور قرآن کی سورتیں پڑھنے میں مشغول رہنا چاہیے جو اس کے معمولات ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر تلاوت کلام پاک کریں۔ پھر سلوک و تصوف کے مطالعہ میں یا بزرگان دین کے قصے اور حالات

پڑھنے میں وقت گزاریں۔

نماز چاشت چاشت کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے یہاں تک کہ ہوا میں گرمی آجائے بعض لوگ چاشت کی نمازیں حصہ کرکے پڑھتے ہیں۔ پہلے چار رکعت اشراق کے فوراً بعد پڑھتے ہیں دوسرے چار رکعت تاخیر کرکے جب خوب دھوپ نکل آئے پڑھتے ہیں اور تیسرے چار رکعت زوال کے قریب جو دیکھنے میں مکروہ معلوم ہو۔

قیلولہ کرنے کا وقت (۱۴) قیلولہ زوال کے وقت تک کریں اگر گھڑی دو گھڑی بلکہ تین چار گھڑی زیادہ بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس سے شب بیداری میں مدد ملتی ہے۔

زوال کے وقت کی نماز قیلولہ کرنے کے بعد اُٹھیں تو تازہ وضو کریں اور دو رکعت نماز زوال کے وقت کی ادا کریں اس کے بعد تلاوت کلام پاک کریں یا مراقبہ میں مشغول ہو جائیں۔ اگر درمیان میں کسی وجہ سے یک سوئی میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو تو تلاوت کریں ورنہ مراقبہ زیادہ بہتر ہے۔

اس بات کا خیال رکھیں کہ ہر نماز اول وقت میں ادا ہو خاص کر فجر اور عصر کی نماز (۱۵) اس بات کا خیال رکھیں کہ ہر نماز اول وقت میں ادا ہو خاص کر فجر اور عصر کی نماز۔ اس لیے کہ ان دو نمازوں یعنی آفتاب طلوع ہونے اور غروب ہونے کے بعد خاص قسم کے ورد وظائف پڑھے جاتے ہیں۔

اوقات مرجوّا کو غنیمت سمجھنا چاہیے (۱۶) مرجوا وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرجوّا ایک ایسی ساعت ہے جس میں کوئی دعا مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس وقت رجا میں ہم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے ملے گا۔

اوقات مرجوہ کی تفصیل وقت مرجوہ کے بارے میں بعض بزرگوں نے بتایا ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے کا وقت ہے اور بعض طلوع ہونے کے وقت کو بتاتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صبح کی سنت اور فرض نماز کے درمیان کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر کی فرض نماز کی ادائیگی کے بعد سے آفتاب طلوع ہونے تک، بعض چاشت کے وقت کو اور بعض زوال کے وقت کو، بعض ظہر

کی نماز کے بعد کے وقت کو کہ اس کو بین الصلواتین بھی کہتے ہیں، بعض عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک بعض مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک کے وقت کو بعض نصف رات کو اور بعض آخر شب سے صبح سے پہلے تک کے اوقات کو وقت مرجوہ بتاتے ہیں۔ اسی بنا پر صوفیا اپنا کوئی وقت اور ساعت ضائع نہیں کرتے اور ہمہ دم صلوٰۃ و دعا، اوراد و وظائف کے شغل ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اور وہ شب قدر جس کے لیے لوگ سرگرداں اور مشتاق رہتے ہیں ہر روز اور ہر شب کو میسر ہے لیکن اس کا ادراک اور پتا چلا لینا خوش بختی پر منحصر ہے۔

اوقات مکروہہ اور ان کا لحاظ رکھنا اور برتنا

(۱۷) صوفیا میں سے بہت سے لوگ اوقات مکروہہ کی نگہبانی کرتے ہیں اور اس وقت صلوٰۃ و مراقبہ جیسے شغل عظیم میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ فقہا کے بقول وہ اللہ کے غیض و غضب کا وقت ہے اس لیے صوفیا کو جو کہ اللہ کے دوست ہیں، اس وقت عبادت اور بندگی میں مشغول ہو جانا چاہیے کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ جس وقت مالک کسی بندے پر غصہ ہو رہا ہو یا عالم غیض و غضب میں ہو اس وقت عاجزی، زاری اور بندگی کے ذریعہ اس کے جوش غضب کو ٹھنڈا کیا جائے۔ صوفیا یہ بھی کہتے ہیں کہ عاشق اور دوست موقع اور بے موقع نہیں دیکھتا ہے ہمیشہ اور ہمہ دم محبوب کی طلب اور تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ پھر بعض صوفیا کا یہ بھی خیال ہے کہ حالت لطف و کرم میں محبوب کے جمال کا کچھ اور ہی رنگ اور غیض و غضب میں اس کے حسن کا کچھ اور ہی سماں ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ تو کسی عیار اور خونخوار معشوق کی محبت میں مبتلا ہو جائے اور وہ غیض و غضب کے عالم میں اپنے گھوڑے پر سوار اپنے دستار کو کج کیے اور اس کے چاروں طرف اپنی زلف لپیٹے ہاتھ میں نیزہ لیے تیری طرف بڑھے اور اس نیزہ کو تیرے سینہ میں پیوست کر دینا چاہے لیکن اگر ایسا ہو تو اس وقت تو اپنے سینے کو غایت شوق میں کھول کہ اس کے سامنے آجائے گا یا نہیں اور سچ بتا اس کی یہ ادا تجھے مست و دیوانہ بنا دے گی یا نہیں؟ اور ظاہر ہے یہ نظارہ تجھے اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتا جب تک تیرا محبوب حالت غضب میں نہ آئے اور تیرے قتل کا ارادہ نہ کرے۔ بعض صوفیا یہ بھی کہتے ہیں کہ بہ قول فقہا یہ وہ وقت ہوتا ہے جس میں مشرکین شیطان کی پرستش

کرتے ہیں پھر کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ اس وقت دشمنان دین کے بر خلاف اور شیاطین کی ذریات کے برعکس ہم اپنے پروردگار عالم کی عبادت اور بندگی کریں۔ دوست کے دشمن کی مخالفت اور اس کے خلاف کام کرنا بھی تو دوست کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔

عشاء کی نماز میں نصف شب تک تاخیر کرنا

(۱۸) بعض صوفیا کبھی کبھی عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ نصف شب ہو جائے کیونکہ یہ مستحب ہے۔ اور بعضوں نے اس کو معمول بنالیا ہے کہ نصف شب کو اُٹھتے ہیں تازہ وضو کرتے ہیں اور خشوع و خضوع سے فرض نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ مغرب یا ظہر عصر کی نماز سے پڑھنا رہ گیا ہے وہ بھی پڑھتے ہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے طبیعت میں گرانی اور بوجھل پن پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر چند گھڑی کے لیے لیٹ کر آرام کرتے ہیں بلکہ کچھ دیر سو رہتے ہیں پھر اٹھ کر تازہ وضو کرتے ہیں اور ذوق و شوق سے آخر شب کی نفل اور فرض نمازیں ادا کرتے ہیں اور ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

سونا جاگنا اور عبادت کی مشغولیتیں

(۱۹) صوفیا تین پہر جاگتے ہیں اور ایک پہر صرف سوتے ہیں۔ بعض صوفیا ایسا بھی کرتے ہیں کہ اول وقت کی نماز سے لے کر عشاء معہ نوافل کی نماز تک کسی سے بات نہیں کرتے اور چند گھونٹ پانی سے افطار کرنے پر اکتفا کرتے ہیں پھر عشاء کی نماز پڑھ کر روزہ افطار کرتے ہیں۔ اور بعض صوفیا صبح تک نوافل اور ورد و وظائف میں اتنا مشغول نہیں رہتے کیونکہ ان کے ذکر و فکر اور مراقبہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور تمام رات میں ختم قرآن کرنا نیک کام ہے۔

مراقبہ سب سے پیارے مشاغل میں ہے

مراقبہ سب سے پیارے مشاغل میں ہے۔

صوفیا اپنے حال کے چھپانے اور مشتہر کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے

(۲۰) صوفیا کو اپنے حال چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی اگر کہیں مجمع ہو تو محض اس خیال سے کہ لوگوں کے درمیان ان کی شہرت ہو گی یا اشخاص ان کی اس حرکت کو نمائش اور دکھاوا سمجھیں گے۔

نفل نماز نہ ادا کریں، غلط ہے عبادت کرنے والوں کی نظر ان دونوں سے بہت بلند ہوتی ہے صوفیا کہتے ہیں کہ جو شخص شہرت اور نمائش کے لیے عبادت کرے وہ کافر ہے اور جو لوگوں کے ڈر سے عبادت نہ کرے وہ منافق ہے۔

ذکر اور مراقبہ۔ اور مراقبہ ہر حال میں کرنا چاہیے

(۲۱) اگر ذکر اور مراقبہ کا غلبہ ہو تو اس کی وجہ سے معمولات وظائف کو ترک نہیں کرنا چاہیے صوفیا کا طریقہ کار یہ ہے کہ ذکر نماز ہر حال میں مراقبہ کو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اگر کھانا کھا رہے ہوں۔ راستہ چل رہے ہوں یا کسی سے بات کر رہے ہوں یا حوائج سے فارغ ہو رہے ہوں کسی حالت میں مراقبہ سے غافل نہیں رہتے۔ اور بعض لوگ ذکر خفی کو بھی مراقبہ کہتے ہیں۔ اگرچہ ذاکروں کی اصطلاح میں ذکر خفی اس کو کہتے ہیں جس میں ذکر دل سے کیا جائے زبان سے نہیں، خواہ ارکان ذکر پر عمل درآمد ہو یا نہ ہو۔

کھانا کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا

(۲۲) صوفیا جب کھانا کھاتے ہیں یا پانی پیتے ہیں تو کم از کم ہر لقمہ میں بسم اللہ پڑھتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو ہر لقمہ منہ میں ڈالنے کے وقت سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں منہ میں لقمہ ڈالنے، چبانے اور حلق سے فرو کرنے کے دوران آدمی سورہ فاتحہ پڑھ لے سکتا ہے۔ البتہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہر لقمہ کے دوران پوری کلام مجید پڑھ لی جاتی ہے تو یہ خوارق میں سے ہے عاملوں کے عمل سے باہر ہے۔

تہجد کی نماز۔ صوفیا کی نیند کئی قسم کی ہوتی ہے

(۲۳) نماز تہجد کے بارے میں لوگوں نے کئی صورتیں بیان کی ہیں یعنی نیند کے بعد بیداری۔ یا دو بیداری کے درمیان نیند۔ یا دو نیند کے درمیان بیداری۔ اور وہ اس طرح کہ آدمی اول وقت سو جائے پھر بیدار ہو۔ اس کے بعد نماز ادا کرے اور صبح تک جاگ کر عبادت کرتا رہے یہ نیند کے بعد بیداری ہوئی یا دو بیداری کے درمیان نیند ہوئی۔ اور دو نیند کے درمیان بیداری کی یہ صورت ہو گی کہ آدمی بیدار تھا۔ سو رہا پھر بیدار ہوا اور نماز پڑھی، پھر سو رہا۔ اور بعض لوگ تمام رات جاگ کر عبادت کرتے ہیں بعض نصف شب اور بعض پچھلی پہر رات کو عبادت کرتے ہیں۔ اور صوفیا کو غفلت کی نیند نہیں سونا چاہیے۔

ان لوگوں کی نیند کے بارے میں جن کو محمد تغلق نے الٹا لٹکا دیا تھا

ان لوگوں کی نیند جن کو سلطان محمد تغلق نے کسی جرم میں الٹا لٹکا دیا تھا قابل ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان بدبختوں کو اس حالت میں بھی نیند آگئی تھی۔ دردمند صوفی جو سب سے بے تعلق ہو چکا ہو اس کی بھی نیند اسی طرح ہو جاتی ہے۔

ہاتھ پیر کاٹ دینے کے بعد بھی ایک صوفی کو نیند آگئی

ایک ظالم نے ایک صوفی کو زندیق کے شبہ میں پکڑ کر ہاتھ پیر کاٹ دیا۔ صوفی کو اسی حالت میں نیند آگئی اور انزال ہو گیا۔ اس نے پانی طلب کیا اور کہا کہ اس کو میرے جسم پر گراؤ اس لیے کہ مجھے انزال ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر اس ظالم کو ندامت ہوئی اور اپنے ظلم پر پشیمان ہوا اور کہا کہ اگر یہ شخص زندیق ہوتا تو غسل کو اتنی اہمیت نہ دیتا۔

صوفی کو نیند میں بھی اپنے وجود کی خبر ہونی چاہیے

صوفی کو نیند میں بھی اپنے وجود سے باخبر ہونا چاہیے، ہاں اگر کسی بیماری یا بسبب مرض کے باعث اس پر غفلت طاری ہو جائے تو اس کی اور بات ہے۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں سوتا ہے۔ اور اس کو خبر مرفوع کہتے ہیں۔

بعض صوفیا قصداً اور اراداتاً سو جاتے ہیں تاکہ نیند میں سب کچھ جو وہ چاہیں دیکھ لیں۔

صوفیا جو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس میں غلطی کا احتمال ممکن ہے۔ لیکن جو کچھ وہ نیند میں دیکھتے ہیں اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ بعض صوفیاء قصداً اور اراداتاً سو جاتے ہیں تاکہ خواب میں جو کچھ وہ چاہیں دیکھ لیں اور ہر چیز سے آگاہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو دنیا میں اس کے بندے خواب میں دیکھ سکتے ہیں اس لئے خواب کو بیداری پر ترجیح دینا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ روحہ نے فرمایا ہے کہ خواب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے فعل پر کوئی اختیار نہیں ہے اس بنا پر بھی خواب کو بیداری پر ترجیح ہے۔ ایک صبح کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سو رہی تھیں۔ سینہ پر سے جامہ دونوں کے ہٹا ہوا تھا رسول علیہ السلام ان دونوں کو بیدار کرنے کے لیے اندر آئے۔ آنکھیں بند کر کے الصلوٰۃ الصلوٰۃ آواز دی۔ آواز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیسی نیند تھی کہ نماز کا بھی وقت جا رہا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو سلا دیا گیا تھا ہم لوگ سو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے ساتھ فرمایا انسان کی اکثر باتیں متنازعہ ہوتی ہیں۔ حیدر کرار کرم اللہ وجہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا خاموش ہو گئے اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوئے کہ کوئی غافل اکاہل اور آرام طلب لونڈا رات بھر ٹانگ پھیلا کر سوتا رہے اور یہ مقولہ اس پر چسپاں کیا جائے لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ ان بیدار حضرات کے بارے میں بات کہی گئی تھی جو طبع بشری سے بہت بلند اور ارفع ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تھی یا نہیں۔

(۲۴) اس امر میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ خضر علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ملاقات نہیں ہوئی تھی اس بنا پر شک ہوتا ہے کہ وہ ولی اللہ ہیں اور رسول اللہ کی امت میں شامل ہیں۔ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسبّعات عشر کو خضر علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور خضر علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ دونوں میں روحانی ملاقات ہوئی تھی۔ رسول اللہ کی ایک حدیث ہے کہ ”اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری زیارت کرتے۔“ سکندر اعظم نے سد یاجوج و ماجوج کی حفاظت کے لیے ان کو متعین کیا تھا۔ خضر علیہ السلام کئی سال تک اس کی حفاظت کرتے رہے۔ جس زمانہ میں کہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی خضر علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو سال تک سوتے رہے جب بیدار ہوئے تو دریافت کیا کہ نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے یا نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ مبعوث بھی ہوئے اور تبلیغ رسالت اور اثبات شریعت کر کے واصل بحق بھی ہو چکے۔ اسی روایت کی بنا پر اس حدیث شریف کی صحت کے بارے میں شک ہوتا ہے۔ بعد میں جب خضر علیہ السلام تک شریعت محمدی پہنچی تو آپ نے اس کی اطاعت اور پابندی کی۔

خواب اللہ کی طرف سے القا ہوتا ہے اور وہ مخصوص ترین بندوں کو ہوتا ہے۔

(۲۵) میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خواب اللہ کی طرف سے القا ہوتا ہے اور وہ مخصوص ترین بندوں کو ہوتا ہے ہر کس و ناکس کو نہیں ہوتا۔ اصحاب کہف کا قصہ میرے اس قصہ سے زیادہ مشہور ہے تین سو سال تک وہ لوگ سوتے رہے اور جاگے تو ایسا محسوس ہوا جیسے صرف ایک ساعت گزری ہو۔ اللہ تعالیٰ صوفیا کو سلاتا ہے اور آخرت کے تمام اُمور ان کو دکھلا دیتا ہے جو وہ بیداری کی حالت میں ہزار سال میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بیدار آدمی کام میں مشغول رہتا ہے اور سوئے ہوئے بے کار آدمی کو کہیں اور سے کام مل جاتا ہے۔ سویا ہوا آدمی ہر طرح کے درد و فکر سے فارغ رہتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھڑا رہنے والا چلنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور لیٹنے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوتا ہے، خواب فضل الٰہی ہے اگر اللہ کے لیے اور اللہ کی طرف سے ہو۔ لیکن شیطانی خواب کے ساتھ یہ بات نہیں ہے کیونکہ اس میں تو وسوسہ ہی وسوسہ ہے۔

مرید کو چاہیے کہ بیداری کے لیے بہت کوشش کرے

(۲۶) مرید کو بیداری کے لیے بہت زیادہ جدوجہد کرنی چاہیے اور اس لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی غذا اور پانی میں کمی کرے خاص کر رات کے وقت۔ دل کی بیداری بغیر صفائی قلب کے نہیں ہوتی اور صفائی قلب بغیر چار چیز کے نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے اکثر بتایا ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اگر جمال الٰہی کا جلوہ تجھ کو نصیب ہو گیا تو پھر کیا کہنے ہیں۔ جنید رحمۃ اللہ نے سہل رحمۃ اللہ کی شان میں جو فرمایا ہے وہ معمولی بات نہیں بڑی اہم بات ہے۔

کھانا پانی کم کرنے کا طریقہ

(۲۷) غذا کم کرنے کی کئی تدبیریں ہیں۔ فرض کرو تمہاری روزانہ غذا ایک سیر ہے ایک سیر چنا ایک پلہ میں رکھو اور دوسرے پلہ میں دوسرا غلہ وزن کر کے رکھو۔ روزانہ ایک دانہ چنا کا نکالو ایک مہینہ میں تیس دانہ اور ایک سال میں تین سو ساٹھ دانہ ہو گا اس طرح غذا میں بھی کمی ہو جائے گی اور طاقت میں بھی کمی نہ ہو گی۔ پانی پینے میں کمی کی تدبیر یہ ہے کہ ایک کوزہ پانی سے بھرا ہاتھ میں لے لو اور کلی کرتے جاؤ آخر میں اس کوزہ سے ایک گھونٹ پی لو اور

تصور کرو کہ پورا کوزہ پانی کا تم پی گئے اس سے کام و دہن اور سینہ و دل کو ٹھنڈک محسوس ہو گی اور قوت برقرار رہے گی اور وہ ایک گھونٹ پانی کا جو تم نے واقعی پیا ہے کھانا ہضم کرنے کے لیے کافی ہو گا۔ اور اس طرح تم سالوں تک بے کھائے پیئے رہ سکتے ہو۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ فرض کرو تم دو روٹی روز کھاتے ہو بہ تدریج ایک ٹکڑا اس سے ہر روز کم کرو۔ تھوڑی ہی مدت میں آدھی روٹی رہ جائے گی۔ یہ تدبیر تو ہے لیکن اس سے کم زوری کچھ ضرور آ جائے گی۔ پانی میں بھی اسی طرح کمی کی جا سکتی ہے۔ ایک طریقہ اور بھی ہے۔ کدو کے پوست کا جو پیالہ جوگی رکھتے ہیں اس سے بھر کر کھانے سے فرض کرو تم شکم سیر ہو جاتے ہو۔ ہر روز اس کے اوپر کا حصہ تھوڑا پتھر پر گھس کر کم کر دو۔ اندر کی غذا بھی اس میں کم ہوتی جائے گی۔ اسی طرح ہر روز تھوڑا تھوڑا گھسنے سے ایک روز اس میں صرف مٹھی اناج رہ سکے گا۔ اور یہ بڑی اچھی تدبیر غذا کم کرنے کی ہے۔

فاقہ کرنے کا طریقہ

(۲۸) جو شخص فاقہ کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے وہ دائم الصوم ہو جائے یعنی ہر روز روزہ رکھے اور چند روز تک غذا عشاء کی نماز کے بعد کرے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ صبح سے پہلے افطار کرے۔ ایک رات کو وہ بھی چھوڑ دے اور کچھ نہ کھائے۔ اس طرح فاقہ کرنے کی عادت ہو گی پھر دو دن ایک رات میں ایک فاقہ کرے۔ پھر دو رات اور تین روز میں فاقہ کرے۔ اور ظاہر ہے جو شخص ایک دن بغیر کھائے پیئے رہ سکتا ہے تین روز بھی رہ سکتا ہے، اور جو تین روز رہ سکتا ہے وہ دس روز بھی رہ سکتا ہے۔ اور جو دس روز رہ سکتا ہے وہ ایک مہینہ بھی رہ سکتا ہے اور جو ایک مہینہ رہ سکتا ہے وہ چھ مہینے بھی رہ سکتا ہے اور جو چھ مہینے فاقہ رہ سکتا ہے وہ ایک سال بھی رہ سکتا ہے اور جو ایک سال رہ سکتا ہے، وہ تمام عمر رہ سکتا ہے۔ پانی کے ساتھ بھی یہی بات ہے یہ تدبیریں ہیں جو میں نے بتائی اگر کسی پر عشق و شوق کا غلبہ ہے تو پھر دن اور مہینے گزر جائیں گے اس کو کھانے پینے کی خبر بھی نہ ہو گی۔ یہ سب ترکیبیں جو غذا میں کمی اور ترک کرنے کی میں نے بتائی ہیں وہ اس شرط کے ساتھ قابل عمل ہیں کہ کھڑے ہونے اور چلنے کی قوت برقرار رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ اس کام کے لیے موزوں نہیں ہے اور اس کو اس سے باز رہنا چاہیے۔

اپنے کو خانماں برباد کر دو یا پھر عشق کی تمنا نہ کرو
جب تم عاشق صادق نہیں ہو تو پھر جاؤ دوسرا کام کرو

بعض لوگ ایسا بھی کہتے ہیں کہ گرم اور پیاس لانے والی غذا کھاتے ہیں اور پانی نہیں پیتے پھر وہ کھانا پانی دونوں پر قابو پا لیتے ہیں۔

کم کھانے اور کم پانی پینے سے نیند کم آتی ہے

بلاشبہ کم کھانے اور کم پانی پینے سے نیند کم آتی ہے۔ اور ہم نے چار چیزوں کی کمی کے بارے میں جو کہا ہے ان میں سے ہر ایک کی کمی دوسرے کی کمی کا باعث ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دو شخص کو نیند نہیں آتی ایک تو درد فراق میں مبتلا اور غم ہجر ان کے ستائے ہوئے کو کہ اس ستم رسیدہ کے پاس نیند بھول کر بھی نہیں پھٹکتی۔ دوسرے اس خوش قسمت کو جو وصل اور مراد سے شادکام ہے اور خواہشات کی تکمیل اور لذت حاصل کرنے میں ایسا مشغول ہے کہ اس کے گرد نیند کا گزر کہاں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل یقین کو بہت نیند آتی ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کام سے مطمئن ہے آرام و سکون حاصل ہے اور کسی طرح کا اضطراب اور بے چینی اسے نہیں۔ پھر ظاہر ہے جب بیداری کا اس کے پاس کوئی سبب ہی نہیں۔ تو پھر فراغت کی نیند اسے کیوں نہیں آئے گی۔ ابتدا میں وہ کافی عرصہ تک شب بیداری کر چکا ہے اور اس کی طبیعت بیداری کی عادی ہو چکی ہے۔

نیند کی قسمیں

(۲۹) صوفیا کہتے ہیں کہ نیند کی یہ چار قسمیں النوم فی اللہ، باللہ، للہ اور من اللہ اچھی اور محمود ہیں۔ جب کہ النوم عن اللہ بری اور مذموم قسم ہے۔

روزہ اور روزہ داروں کی قسمیں

(۳۰) روزہ داروں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک روزہ دار تو وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ روزہ رکھتے اور دائم الصوم کہلاتے ہیں۔ اور یہ بہترین روزوں میں سے ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں صوم داؤد علیہ السلام بہترین روزہ ہے۔ یعنی ایک روزہ رکھیں اور ایک روزہ نہ رکھیں افطار کر لیں۔ پہلے قسم کے روزے میں طبیعت عادی ہو جاتی ہے اور دوسرے میں عادی نہیں ہو پاتی۔ لیکن اگر صوم داؤد کی بھی عادت ہو جائے تو پھر یہ بھی صوم دوام ہی

کی طرح ہو جائے گا کیونکہ ایک روز کھانے اور ایک روزہ رکھنے کی طبیعت خوگر ہو جائے گی۔ بعض لوگ ہفتہ میں تین روز روزہ رکھتے ہیں یعنی پیر، جمعرات اور جمعہ کو۔ اور بعض اشخاص صرف جمعرات اور جمعہ کو رکھتے ہیں۔ بعض ہر مہینے کی پہلی اور آخری تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں۔ بعض تین ماہ اور عشرہ بیں اور شش عید اور ایام بیض کا روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن ایام بیض ان لوگوں کے لئے ہے جو بہت ضعیف اور بوڑھے نہ ہوں۔ بلاشبہ صوفیا کو بے روزہ نہیں رہنا چاہیے کیونکہ روزہ ارکان تصوف میں سے ایک ہے۔ بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ تمام دن روزہ سے رہتے ہیں اور کھانے پینے سے اپنے کو باز رکھتے ہیں لیکن آفتاب غروب ہونے سے ذرا پہلے افطار کر لیتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ان کا نفس موٹا نہ ہو اور ان کے دل میں روزہ رکھنے کا فخر و غرور نہ پیدا ہو۔ لیکن اس میں متانت نہیں ہے کیونکہ غور سے دیکھا جائے تو غرور اس میں نہیں بلکہ اس میں پیدا ہو گا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ ارکان صوم کا خیال رکھتا ہوں اور نفس کشی بھی کرتا ہوں بعض کمی غذا پر اکتفا کرتے ہیں جس میں صفائی قلب حاصل ہو اور روزہ رکھنے کا غرور بھی نہ ہو یہ صورت اچھی تو ہے لیکن اس میں ایک اور قباحت ہے وہ یہ کہ روزہ ارکان دین میں سے ہے اور اس کی رعایت کرنا اور عمل پیرا رہنا امر مسلمہ میں سے ہے۔

اعتکاف کرنا

(۳۱) صوفیا اعتکاف کا بھی بڑا خیال رکھتے ہیں۔ بعض ایک اربعین چلہ بعض دو اربعین اور بعض تین اربعین رکھتے ہیں۔ بعض بزرگ اس طرح کرتے ہیں کہ دس دن شعبان اور تیس دن رمضان کے اس کو اربعین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور تیس دن رجب اور دس دن شعبان کے اس کو اربعین عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں تمام سال اربعین کا خیال رکھتے ہیں۔ اور خلوت گزیں رہ کر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں۔ سوائے سنت مؤکدہ کے اور دوسرے نوافل میں کمی کر دیتے ہیں دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ کر باقی وقت ذکر و مراقبہ میں گزارتے ہیں اور بعض لوگ رمضان المبارک کے آخری دس روز کے اعتکاف پر اکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ ہدایہ میں فقہا نے یہی لکھا ہے۔ لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس طرح کی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری ہے کہ ان لوگوں نے اس سنت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں یا ان کے وصال

کے بعد عمل کیا ہو۔ شاید اسی وجہ سے بعض مشائخ اعتکاف میں نہیں بیٹھتے۔ بعض صوفیا یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں شہرت ہوتی ہے کہ فلاں شخص تمام وقت معتکف ہی رہتا ہے۔ وقت کا تعین کر دینا زیادتی ہی معلوم ہوتی ہے۔ بعض مشائخ کا خیال ہے کہ جس جگہ نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت ہے جیسے خانقاہ یا صوفیوں کا جماعت خانہ تو وہ جگہ بھی بہ منزلہ مسجد ہی کے ہوئی ہم اس میں برابر رہتے ہی ہیں اسی میں معتکف ہو جائیں۔ بعض لوگوں نے اعتکاف کی تین قسم بتایا ہے۔ ایک تو اعتکاف مقررہ جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔ دوسرے اعتکاف دائمی، جس کا ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا، تیسرے اعتکاف دلی یعنی دل کا اعتکاف، صاحب دل اسی اعتکاف کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور ہم بھی دل ہی کے اعتکاف پر عمل پیرا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے سوائے ماہ رمضان کے کسی مہینے میں پورے ماہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اور نہ کوئی مہینہ آپ کا ایسا گزرا جس میں آپ نے کچھ روزے نہ رکھے ہوں۔ آپ نے روزے کے لیے کوئی خاص دن کا تعین نہیں فرمایا۔ لیکن صوفیوں نے مخصوص کر لیا ہے اس سے ان کا مقصد ورد و وظائف کی رعایت ہے۔

تخلیہ میں نوافل ادا کرنے سے نکاح میں مشغولیت زیادہ بہتر ہے

(۳۲) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے نکاح میں مشغولیت کو تخلیہ میں نوافل ادا کرنے سے زیادہ بہتر بتایا ہے۔ لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا خیال اس کے برعکس ہے۔ فرق صرف دونوں میں یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے منتہوں کی رعایت سے فرمایا ہے اور شافعی رضی اللہ عنہ نے مبتدیوں کی مناسبت سے۔ منتہی ہر لذت اور حس میں اس کا جلوہ دیکھتا ہے اس لیے اس کو اس سے باز رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کے لیے محرومی اچھی چیز ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اُمت میں زیادہ تر اچھی عورتیں ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور زاہد تھے اور ان کی چار منکوحہ بیویاں اور اٹھارہ سریہ (لونڈیاں) تھیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ کثرت ازدواج سے دنیاداری نہیں سمجھنی چاہیے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

بڑھ کر کوئی عابد زاہد ہو سکتا ہے۔ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی برس کے سن میں انہوں نے چار عورتوں سے نکاح کیا تھا۔

طالب الٰہی کے لیے تجرد زیادہ بہتر ہے۔ نکاح اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوگا

(۱۳۳) محمد حسینی یعنی حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز خود فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نکاح کیا وہ تمام دنیا کا محتاج ہو گیا جن لوگوں کو اس کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں علاوہ ازیں نکاح کا تعلق دو افراد سے ہے۔ دوسرے فرد یعنی عورت کو بھی تو لذت کی خواہش ہے۔ پھر تیری قوت رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور تیرا حسن بھی ماند پڑ جائے گا اس وقت غور کر اس عورت کی کیا حالت ہو گی منہ پر قبالہ رکھ کر روئے گی۔ اس لیے اے دوست اور اے عزیز اپنی جان پر ترس کھا کر اس خطرۂ نکاح سے باز رہ۔ اگرچہ اللہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے لیکن تو بہت سی جائز چیزوں کو بھی تو نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کوئی عارف باللہ کچھ سمجھ کر تجھ کو بہت سے کام کی ہدایت کرتا ہے مگر تو نہیں کرتا زیادہ تفصیل میں میں نہیں جاؤں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ نقصان دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ صلواۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے کہ وہ حصور تھے یعنی قوت مردمی کے باوجود عورت کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور وہ قلیل الباہ تھے۔ تو جب صوفی ہے تو تیرا عمل تو کھانے پینے سونے ہر چیز میں تقلیل اور کمی پر ہوگا اس لیے تیرا بھی شمار قلیل الباہ میں ہے۔ یہ تھوڑی سی قوت جو تجھ میں ہے اس کو بچائے رکھ ضائع نہ کر ورنہ پھر تو کسی کام کا نہ رہے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں جان لوں کہ میری زندگی پندرہ روز سے زیادہ نہیں ہے پھر بھی میں نکاح کر لوں گا اور مر جاؤں گا کیونکہ میں اللہ کے سامنے غریب، مفلس یعنی بغیر نکاح کیا ہوا جانا پسند نہیں کروں گا البتہ سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرنا چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ازواج محترمہ چھوڑ کر وصال فرمایا تھا۔ انہوں نے یہ فرما تو دیا لیکن ان کی نظر اس بے چاری عورت کی طرف نہیں گئی جو بیوہ ہو جائے گی مصیبت اٹھائے گی اور لوگوں کی نظر میں کمتر سمجھی جائے گی۔ اس لیے اے میرے دوست اور عزیز میں تجھ سے مختصراً کہتا ہوں کہ تو اس کام سے

یعنی نکاح سے بچا رہ اور اپنے کو نقصان میں نہ ڈال۔ دین کے کاموں میں خلل پیدا ہونے کی صورت نہ نکال اور خود اپنے کو زحمت اور مصیبت میں مبتلا نہ کر۔ نفس کے حرص و ہوس سے باز آ۔ میں تجھ سے بتاتا ہوں کہ میں نامرد اور از کار رفتہ نہیں ہوں پھر بھی ان تمام طاقت اور صلاحیت کے باوجود جو مجھ میں ہے تجھے خبردار کرتا ہوں۔ کوئی بھی صوفی اور سالک اس کام (نکاح) کے نزدیک نہیں جاتا کیونکہ جہاں وہ اس میں پھنسا ذوق شوق عبادت کا کم ہوا، اگر تو عارف ہے تو نور معرفت اور تجلی کم ہو جائے گا کیا غائب محبوب ہو تو حاضر محبوب کو ترجیح دے گا؟

حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف

(۳۴) محی الدین ابن عربیؒ نے اس بارے میں کئی باتیں کہی ہیں۔ وہ عالم غیب کو چھوڑ کہ عالم شواہد پر راضی ہو گئے ہیں۔ وہ موجودات حاضرہ کے علاوہ اور دوسرے موجودات کے قائل نہیں ہیں۔ عالم موجودات کی تمام صورت اور شکلوں کو وہ "اسی" کی شکل و صورت بتاتے ہیں۔ اس دنیا سے پرے کی ان کو خبر نہیں۔ وہ جو موجود ہے اسی کو غنیمت سمجھنے پر زور دیتے ہیں۔ کاش اگر وہ میرے زمانے میں ہوتے تو میں ان کو ان شواہد سے واپس لے آتا اور بلندی پر پہنچا دیتا۔ اور ان کو اس دنیا سے پرے کا نظارہ کرا دیتا۔ ان کی ایمان کی تجدید کرا کر نئے مسلمان سے ان کو مسلمان بنا دیتا۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ اور دل کی گہرائی سے کہہ رہا ہوں۔ اگر میری باتیں خلاف حقیقت ہوں تو پھر قیامت کے دن اللہ کے دوستوں اور عارفوں کا چنگل اور میرا دامن ہو۔

اس موضوع پر میں زیادہ شرح و تفصیل سے روشنی ڈالتا لیکن وقت قیمتی اور زندگی مختصر ہے کہاں میں اس چکر میں پڑ گیا۔ لاحول ولاقوت الا باللہ۔

مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد بھی صوفیا کو ورد و وظائف کی پابندی کرنا ضروری ہے

(۳۵) تمام اوصاف میں درجہ کمال پر پہنچنے کے بعد بھی صوفیا کا ورد و وظائف ختم نہیں ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا، فرمایا ہمارے مشایخ تمام کمالوں کے باوجود جو وہ رکھتے ہیں اپنے ورد و وظائف

میں ذرا کمی نہ کریں۔ اور اوپر نظر ڈالو گے تو معلوم ہو گا کہ عارف ہر چیز میں اس کو دیکھتے ہیں پھر بڑے اور عظیم کاموں سے کیوں روگردانی کی جائے اور انبیاء اور اولیا جس راستہ پر چلے ہیں وہ بہت اہم ہے۔

کھانا کھانے کے آداب اور ہمیشہ باوضو رہنے کی فضیلت۔

(۳۶) صوفیا جب بھی کھانا کھاتے ہیں ہر لقمہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ وضو کے بجائے غسل کرتے ہیں اور جب وضو ٹوٹتا ہے تازہ غسل کر لیتے ہیں۔ بعض ہر فرض نماز ادا کرنے سے پہلے غسل کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے شیخ فریدالدین گروے رحمۃ اللہ علیہ و قدس اللہ روحہ اکثر شام کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ رات بھر وہ نہیں سوتے تھے کیونکہ خواب سے وضو ٹوٹ جاتا۔ اگر وہ سوتے تو وضو ٹوٹ جاتا۔ وضو کرنے سے دل کو تازگی اور صحت ہوتی ہے۔ طبیعت خوش معلوم ہوتی ہے۔ گرد و غبار جو چہرے اور ہاتھ پاؤں پر پڑ جاتے ہیں دھل جاتے ہیں۔ چہرہ پرنور معلوم ہوتا ہے۔

سماع سننے کے آداب

(۳۷) صوفیا جب مجلس سماع میں شریک ہوتے ہیں تو اس کے لیے پہلے سے تیاری کرتے ہیں طہارت اور غسل کے بعد سفید کپڑا بدلتے ہیں وضو کرتے ہیں اور بہت کم کھاتے ہیں بلکہ سماع کی تیاری کے قبل فاقہ کرتے ہیں اور کئی روز پہلے سے کھانا چھوڑ دیتے ہیں مجلس سماع میں بہت عزت اور وقار سے بیٹھتے ہیں۔ دل کو حضوری اور مراقبہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے مقصد یعنی معرفت الٰہی کو سامنے رکھتے ہیں۔ مجمع بھی مجلس سماع میں ہم مشربوں کا ہی اکٹھا کرتے ہیں۔ قوال کی طرف یا اپنے سامنے نظر رکھتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ گانے والے کا گلا کیسا ہے اور وہ کیسا موسیقار ہے اور نہ اشعار کی موزونی اور غیر موزونی کی طرف دھیان دیتے ہیں کہ اس میں کہیں فنی خامی اور ردیف و قافیہ میں خرابی تو نہیں اور یہ اشعار کس شاعر کے ہیں۔ گانے والا کمسن اور خوبصورت نہ ہو۔ اگر اتفاق سے کوئی خوبرو لڑکا سامنے ہو تو نظر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھیں۔ اور موقع بہ موقع آہ واہ کا نعرہ نہ لگائیں۔ کوشش کریں کہ خود نہ اٹھنا پڑے تاکہ اچھل کود اور رقص کی نوبت نہ آئے۔ ارادہ کر کے حلقہ کے درمیان رقص کرنا اچھا نہیں۔ یہ نہیں چاہیں

کہ قوال کی توجہ ان کی طرف ہو بلکہ اس سے بھی پرہیز کریں کہ حاضرین جلسہ کی نظر ان کی طرف اُٹھے۔ ارادہ کر کے کوئی کپڑا قوال کی طرف نہ پھینکیں۔ اور اگر دے دیا ہے تو پھر واپس نہ لیں۔ اگر رقص کے درمیان جسم پر سے کوئی کپڑا اگر پڑے تو اس کو نہ اٹھائیں بلکہ قوال کو عطا کر دیں کہ وہ خوش ہو جائے۔ سماع کے ذریعہ تو دونوں جہان کی نعمت چاہتا ہے اور جامہ کا ٹکڑا تیرے لیے مشکل ہے۔ اور اگر خرقہ جامہ تجھے اتنا ہی ضروری ہے تو پھر مجلس سماع میں شریک ہونے اور وہاں خرقہ گرانے یا اسی طرح حرکت کرنے کی کہ جامہ گر جائے کیا ضرورت ہے۔ گوشہ خلوت میں بیٹھے رہو۔

مرید کو نہیں چاہیے کہ سماع میں اپنے پیر کے سامنے جنبش کرے یا نعرہ لگائے اس کو ہمہ تن اپنے مرشد کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اگر کوئی بزرگ دوست مقام ارشاد تک پہنچا ہوا ہو اس کے ساتھ بھی اسی طرح عزت اور احترام سے پیش آئے۔ بلاشبہ مجلس سماع میں یاراں ہم خرقہ اور ایک ہی پیر کے مرید کو اکٹھے ہونا چاہیے کہ کسی طرح کا اختلاف نہ ہو۔ یا کم از کم ایک ہی خاندان کے مریدان ہوں۔ پیر کے بہت مرید ہوتے ہیں اگر ان لوگوں کو پیر کی طرف سے بلایا جائے گا تو وہ ضرور آئیں گے اور یہ بھی غنیمت ہے ورنہ کم از کم اتنا ضرور خیال رکھا جائے کہ مخالف اور منکر لوگ اس مجلس میں نہیں شریک ہوں۔ متعلم بے سوز، متفقہ بے ساز، استاد بے درد، دانشمند بغیر صفائی قلب، مغرور بے راہ اور ناہموار اشخاص کو خاص کر مجلس سماع میں نہیں آنا چاہیے۔ اور اگر آ ہی جائیں تو ان کو کسی طرح معذرت کر کے ہٹا دیں اور واپس کر دیں۔ اگرچہ وہ لوگ اختلاف نہیں کریں گے پھر بھی ان کے قدم سے نحوست آئے گی۔

مسئلہ سماع کے بارے میں فقہا کے اختلاف کی حقیقت

(۳۸) اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ سماع کو فقہا کا حرام، مکروہ، مباح یا حلال کہنا صورت حال پر منحصر ہے۔ اگر کوئی شخص سماع میں واہیات بکتا ہے یا اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے مذاق تفریح رقص اور سرود کرتا ہے تو ایسا سماع اور اس طرح کا سرود، رقص اور ہزل بازی حرام ہے یا مکروہ ہے۔ بعض لوگ اس کو مباح اور جائز بھی بتاتے ہیں۔ ایک فقیہہ اس کو حرام کہتا ہے، دوسرا مباح، تیسرا مکروہ اور کوئی اس کو جائز بھی کہتا ہے۔ جیسا کہ

گھوڑے کے گوشت اور شطرنج کے کھیل کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح سماع کے بارے میں بھی فقہا کا اختلاف ہے لیکن وہ اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ سماع کی وجہ سے دل میں سوز، طلب اور درد پیدا ہوتا ہے۔ عبادت کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے، کھانے پینے کو ترک کرنے اور فاقہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بھلا ان کو ان باتوں سے کیا بحث۔ ان کا مطمح نظر تو صرف نفسانیات اور دنیاوی معاملات کی جانب ہے

بعض ایسے مواقع جن میں سماع نہ سننا بہتر ہے

(۳۹) بلاشبہ سماع میں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ شہزادے عمائدین سلطنت اور ارباب دنیا مجلس سماع میں حاضر نہ ہوں۔ اور اگر اتفاقاً ایسا ہو جائے تو ان کو صوفیا کے ذیل میں جگہ دی جائے صدر مجلس میں نہیں۔ کیونکہ صوفیا متبرک اور تقدس مآب ہوتے ہیں اس لیے شہزادوں اور بڑے لوگوں کو چھوڑ کر انہیں آگے بیٹھ جانا چاہیے۔ مریدوں کو ان شہزادوں اور بڑے لوگوں کے سامنے جنبش اور حال نہیں لانا چاہیے کیونکہ ممکن ہے اس کیفیت سے وہ ناآشنا ہوں اور نہ سمجھ سکیں۔ دوسرا موقع جس میں سماع نہیں سننا بہتر ہے وہ ہے جب کہ کوئی دنیاوی مصیبت آگئی ہو یا کوئی ایسا عزیز یا رشتہ دار مرگیا ہو جس سے بہت زیادہ تعلق خاطر اور انس ہو اور اس کا درد سینہ میں اور یاد دل میں باقی ہو کیونکہ اس سے نفس کی سرگوشیوں کا ڈر ہے۔ آدمی تو یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے لیے جنبش کر رہا ہے اور نفس اس گھات میں ہے کہ وہ اس سے غافل ہو جائے۔ اس وقت بھی سماع سے پرہیز کرنا چاہیے جب جسم پر زخم وغیرہ نکل آئے اور اس میں حرکت ہونے سے تکلیف اور درد بڑھ جائے۔ غرض یہ کہ مصیبت، غم و الم اور دل دردمند ہونے کی حالت میں اگر سماع سنا جائے گا تو عشق الٰہی کا سوز و درد مل کر اور طوفان برپا کر دے گا۔ اور گریہ و اضطراب کا سیلاب امنڈ آئے گا۔ زن و فرزند اور عزیز و اقربا کا غم عشق الٰہی کے درد سے مل کر خلوص میں کمی کر دے گا۔

اپنے نواسہ خواجہ نوح کے انتقال کے بعد حضرت نظام الدین اولیا نے چھ ماہ تک سماع نہیں سُنا۔

ہمارے شیخ حضرت نظام الدین محمد بداؤنی قدس اللہ سرہ العزیز

کے ایک نواسے تھے جن کا اسم مبارک خواجہ نوح تھا۔ حضرت نظام الدین اولیا ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ جب خدا کو پیارے ہوئے تو حضرت نے چھ ماہ تک سماع نہیں سُنا۔ حضرت شیخ سے لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نوح کا درد ابھی بھی میرے دل میں تازہ ہے ڈرتا ہوں نفس مغالطہ نہ دے اور مجھے پتا بھی نہ چلے۔

وہ حرکتیں جن سے سماع کے دوران پرہیز ضروری ہے

(۱۴۰) سماع کے دوران جس جگہ ایک بار ذوق ہو گیا اس جگہ کو نہ بدلے کیونکہ یہ تبدیلی نامناسب ہے۔ زمانہ کے صوفیا کو تم اکثر دیکھتے ہو کہ مطربوں کے پاس جا کر ایک ایک کے قدم اور دامن پکڑتے ہیں کہ اس کو حالت سماع میں لائیں۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے وقت کے ساتھ مشغول نہیں ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ایثار اور عجز کر رہا ہے لیکن جس کو اپنے وقت ہی کی قدر نہیں وہ ایثار کیا کرے گا۔ اور بار بار قوال کو ایک ہی شعر یا نغمہ جو تجھ کو اچھا معلوم ہو رہا ہو گانے کی فرمائش نہ کرتا کہ ہر شخص کو اپنے ذوق کے مطابق حصہ ملے۔ سماع تمام حاضرین کے لیے ہے کوئی شعر یا نغمہ جو تجھ کو اچھا معلوم ہو رہا ہو لیکن دوسروں کو پسند نہ آرہا ہو یا تکدر کا باعث ہو اس کو روک دے۔ سماع غیبی واردات میں سے ہے اگر تیری قسمت میں ہے تو غیب سے ذوق اور واردات تجھ کو حاصل ہوتا رہے گا اور ہر وارد پر جنبش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے پے درپے واردات ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تو کمال پر پہنچ جائے گا۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ضبط کرنا تیرے امکاں سے باہر ہو جائے تو پھر فقہا کے قول "النکاح عند التوکان" کے مصداق عمل کر۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ واردات کو دُور نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیشہ قبول کرنے پر آمادہ رہے۔

نااہل کو مجلس سماع سے نکال دینا چاہیے

اگر کوئی نااہل مجلس سماع میں آکر جنبش کرنا شروع کر دے یا ہڑبونگ مچائے اور دوسروں کے لیے زحمت کا سبب بن جائے تو اس کو بہتر طریقہ سے مجلس سے باہر نکال دو۔ اور اگر وہ نہیں نکلے تو اسے زبردستی نکال دو۔ اگر کوئی کریہہ منظر شخص مجلس میں آکر جنبش شروع کر دے جس کے دیکھنے سے لوگوں کو ہنسی آجائے

یا تفریح کی سوجھے تو اس کو بھی مجلس سے نکال دو۔

رقص ایک اضطرابی کیفیت ہے جو صوفی کو حالت سماع میں پیش آتی ہے اور وہ اضطراب باوقار بھی ہوسکتا ہے اور بے وقار بھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفی فن موسیقی میں مہارت رکھتا ہے اور باوقار بھی ہے اور یکایک اس پر واردات غلبہ پانے لگتے ہیں اور وہ مضطرب ہوجاتا ہے۔ وقار وغیرہ کو بھول کر ادھر ادھر بے ڈھنگے طور پر دوڑنے لگتا ہے۔

حالت سماع میں جو ذوق ہوتا ہے اُس کی دو صورتیں ہیں

حالت سماع میں ذوق دو وجہ سے

حاصل ہوتا ہے ایک نغمہ سے اور دوسرے شعر کو کسی معنی میں محمول کرنے سے۔ نغمہ سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس کو حمل شعر سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن کبھی افتاد طبیعت سے رقت طاری ہوجاتی ہے اور اس رقت باطنی کے باعث اس کی آواز خراب ہوجاتی ہے لیکن اس پر اضطراب طاری ہوجاتا ہے اور وہ جنبش اور گریہ شروع کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے میرے خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز سے اس کا سبب پوچھا۔ خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ حسن کا تعلق عالم علوی سے ہے اور روح کا تعلق بھی اسی عالم سے ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس عالم سے دُور ہوجاتا ہے۔ نغمہ کا حُسن روح کو دیکھ کر اس طرح اس کے قریب ہوجاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے وطن سے دُور پھینک دیا گیا ہو اور وطن سے کوئی خط وکتابت اس کو یکایک مل جائے اور پھر جو خوشی اس کو حاصل ہوتی ہے وہی خوشی، لذت اور رقت وگریہ روح کو نغمہ کے سننے سے حاصل ہوتا ہے اس حالت میں مراقبہ اور ذکر سے صوفی کا جو حصہ ہوگا وہ ان نغمات سے دل کو مراقبہ مل جائے گا۔ ذکر خفی سے بہت اچھا مراقبہ ہوتا ہے۔ روح کو عروج ہوتا ہے اور ذکر کا اثر بہت جلد ظاہر ہوتا ہے ہمارے شیخ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ سماع سنتے مراقبہ میں ہوجاتے اور قوال کے گانے کے مطابق روح کو پرواز کی اجازت دیتے لیکن یہ مخصوصین کے علاوہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسی حالت میں روح کو نغمہ سے بہت زیادہ حظ ملتا ہے اور قلب کی پوری صفائی ہوتی ہے۔

سماع میں شعر کے معنی کو محمول کرنا

(۴۱) اور جو شخص شعر کے معنی کو محمول کرنے میں مشغول رہتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اگر شعر کے معنی سطحی اور ظاہر ہیں تو اس کا دل ظاہر ہی کی طرف متوجہ ہوگا اور اس میں کوئی دشواری نہیں اور نہ استعارات کے رعایت کی ضرورت ہوگی۔ اب سے پہلے صوفیوں کے درمیان اسی طرح کے سماع کا رواج تھا کہ وہ زہد و عبادت اور ترک دنیا کی بہ نسبت ظاہری اور کھلے ہوئے اشعار یا رباعیاں پڑھتے تھے اور اسی پر حلقہ بناتے تھے اور اسی پر صوفیا مضطرب ہوتے تھے اور رقص و جنبش کرتے تھے۔

جس شعر پر صوفی رقص میں آتا ہے اس شعر کے مفہوم سے صوفی کا مقام جانا جاسکتا ہے

(۴۲) اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ کسی صوفی کے مقام کا پتا چلائے تو مجلس سماع مرتب کرے وہاں جس شعر پر جس صوفی کو جنبش ہو اس شعر کے مفہوم سے پتا چلائے کہ یہ صوفی کونسا مقام رکھتا ہے مثلاً اگر کوئی شعر زہد پر ہے اور صوفی کو اس پر اضطراب طاری ہوا ہے تو جان لینا چاہیے کہ وہ صوفی زہد کا مقام رکھتا ہے اسی طرح خوف اور رجا کے بارے میں بھی اندازہ لگا لیا جاسکتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عین حالت سماع میں رحلت فرمانا۔

(۴۳) ہمارے خواجہ حضرت شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے سامنے تسلیم کے موضوع پر ایک شعر پڑھا گیا:-

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جان دیگر است

بارھویں ربیع الاول کو قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرس مبارک تھا۔ مندرجہ بالا شعر گایا جارہا تھا جو حضرت شیخ کے موافق حال پڑا کھڑے ہو کر آپ چند قدم چلے اور مسلسل سنتے رہے یہاں تک کہ تین روز گزر گئے ربیع الاول کی چودہ تاریخ کو تسلیم و رضا کے اصول پر جان جان آفریں کو سپرد کر دی۔ اب میں یہ نہیں جانتا کہ یہ کونسی سپردگی" تھی اہل محبت والی یا اہل معرفت والی۔ پھر بھی اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ان دو تسلیم اور سپردگیوں

میں کوئی ایک ضرور تھی۔ لیکن تسلیم معاملات میں وہ سپردگی نہیں ہوتی جو روح کا عطیہ ہوتی ہے۔ عاشق و معشوق دونوں ایک ہو جانا چاہتے ہیں لیکن یہ ہونا نہیں اس واسطے کہ بہر حال دونوں میں دوئی باقی رہتی ہے۔ عاشق اپنے دل کو تمام سوز و درد کے ساتھ سپرد کر دیتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جس کو عطیہ روح اور تسلیم نفس کہا جاتا ہے۔ شاید ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی یہی کیا۔ کیونکہ جب محبوب متوجہ نہیں ہوتا تو پھر سپردگی کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے سوز و درد کو آرام اس وقت ملتا ہے جب تفصیل سے اجمال کی طرف اور جزو سے کل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" ہر زمان از غیب جان دیگر است" کے یہی معنی ہیں۔ جو جاں کہ محبوب سے مل کر زندگی پاتی ہے وہ لاکھوں اور بے شمار جانوں کے ساتھ زندہ ہے۔ غرض ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے اس شعر کو سُن کر اسی کے مطابق کام کیا۔

شعر سُن کر اس کو معنی پر محمول کرنا

(۴۴) کوئی شعر ظاہری طور پر ہر مقام اور حال کے مطابق نہیں ہوتا اس لیے اس کے معنی کو اپنے طور پر محمول کر کے سنا جاتا ہے۔ ہمارے شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز اشعار خواہ وہ فارسی کے ہوں یا عربی کے یا ہندی کے، اسی طرح سنتے تھے۔ یعنی عاشق و معشوق کے درمیان جو معاملات گزرتے ہیں وہ ان ہی پر محمول کر کے سنتے تھے۔ اور اسی کے مطابق ذوق حاصل کرتے تھے۔ صوفیوں کی مجلس میں بعض مرتبہ عجب تماشا دیکھنے میں آتا ہے۔ ایک مجلس میں ایک ہی وقت دس دس بیس بیس اشخاص جنبش اور رقص کرتے نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک رو رہا ہے یا نعرہ مار رہا ہے۔ اللہ جانتا ہے یہ لوگ مجلس میں گائے جانے والے اشعار کو کس کس معنی پر محمول کر لیتے ہیں۔ محمول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کلی سے کلی کی طرف جا کر اس کو اپنے حال کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور نفس مضمون کو اپنے اوپر چسپاں کر لیتے ہیں۔ اس سے خاصا ذوق اور وجدان حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شعر میں وصال یار کا ذکر ہے کسی میں فراق کا کسی میں معشوق کے ناز و ادا کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ عاشق کی تشنگی وصل یار سے نہیں بجھی، اب ان اشعار کو محمول کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو جو کچھ اس شعر میں کہا گیا ہے وہی سمجھا جائے دوسرے اس کو خاص حالت کے تحت خاص مناسبت کے ساتھ اپنے اوپر محمول کر لیا جائے۔ جیسے مثال کے طور پر کسی

باپ کا لڑکا گم ہو گیا ہے اس کے سامنے شعر میں یوسف علیہ السلام کا قصہ پڑھتے ہیں وہ اپنے حال کو اس واقعہ کے، جو شعر میں بیان کیا گیا ہے، مطابق پاتا ہے پھر اس پر گریہ و اضطراب طاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی شعر میں محبوب کے ناز و ادا کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اس کے دل میں بھی درد، سوز اور طلب موجود ہے۔ شعر میں مجازی عاشق و معشوق کے ناز و کرشمہ کا جو ذکر ہوا ہے اس سے اس کا سوز و درد بڑھ جاتا ہے اور آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اور اس کو اپنے حسب حال پا کر وہ اپنے درد میں کسک اور سوز میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ نتیجہ میں اس پر گریہ اور اضطراب طاری ہو جاتا ہے اور وہ رقص کرنے لگتا ہے۔ اسی مختصر بات کو بہت تفصیل اور طوالت سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اگر تم سمجھنا چاہو تو سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے۔

اشعار کے معنیٰ کو سماع کے دوران مجاز سے حقیقت کی طرف لے جانا اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی پر ایک جاہل کا اعتراض

(۴۵) مجلس سماع میں یہ شعر گایا جا رہا تھا:۔

قلم بر بے دلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی — جفا بر عاشقاں گفتی نہ خواہم کرد ہم کردی

(معنی) تو نے کہا تھا کہ بے دلوں پر قلم نہیں چلائے گا پھر بھی چلا دیا۔ تو نے کہا تھا کہ عاشقوں پر ظلم نہیں کرے گا پھر بھی کر دیا۔)

اس مجلس میں سب صوفیا موجود تھے اور ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ بھی تشریف فرما تھے ہر ایک پر ذوق، اضطراب اور گریہ طاری تھا۔ ایک احمق شاعر بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کو حقیقت پر کس طرح محمول کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ تو نے ظلم کیا۔ اور کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ تو نے بے دلوں پر قلم چلایا۔ یہ تو کفر ہو جائے گا۔ لیکن اس مردود اور احمق کو کیا خبر کہ صوفیا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتے ہیں اور ایک قصہ سے دوسرا قصہ نکالتے ہیں اور کل سے کُل کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ تو وہی ہوا جیسے کوئی کہے کہ "اے اللہ تو نے فرمایا تھا کہ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور میری ساری عمر دعا کرتے گزر گئی۔ لیکن سوزش اور درد میں اضافہ ہی ہوتا گیا لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ سالہا سال تک عبادت اور ریاضت کی جدوجہد کی لیکن گوہر مراد ہاتھ نہ

آیا۔ تو یاد رکھو کہ طلب دل میں ڈالنے، سوزش زیادہ کرنے سے امید وصال اور دیدار کا کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک احمق، جاہل متعلم، بے عقل دانش مند، طفل وش بوڑھا مجلس میں حاضر تھا صوفیوں کو ہندی کے ایک شعر پر اضطراب ہو رہا تھا۔ اس ہندی شعر کے معنی کچھ اس طرح پر تھے۔ عاشق اس طرف ہے اور معشوق دوسری طرف بیچ دریائے عمیق حائل ہے اور عاشق تپاک اور غم و الم میں بھرا ہوا ہے۔ وہ احمق کہتا ہے کہ اس شعر کو حقیقت پر کس طرح محمول کیا جائے گا۔ اس بدبخت کو اتنی سمجھ نہیں کہ وہ معلوم کر سکے کہ یہ عاشق و معشوق کے درد و فراق کا قصہ ہے۔ عاشق ایک طرف جلتا رہے گا اور طلب ہیں جان دے دے گا رکاوٹ سے اسے کیا تعلق۔ میں نے اس قصہ کو اس لیے بیان کیا کہ تو محمول کرنے کا مطلب اس سے سمجھ سکے۔ اور ساتھ ہی صوفی اور طالب الٰہی کی قلبی تبدیلی اور ان کی حقیقت کو جان سکے۔ کہ یہ ہزل، غفلت اور واہیات کام نہیں کرتے۔ میری مراد طالبان الٰہی، عارفان باللہ اور واصلان حق سے ہے خدا کے لیے ان کو ناچنے والے لونڈوں اور پھاوڑا چلانے والے دیہاتیوں سے نہ ملاؤ۔

سماع کے دوران صوفیا کے نوع بہ نوع کے رقص کے معنی اور اشاروں کا ذکر۔

(۴۶) صوفیا جو رقص کرتے ہیں اس میں کئی اشارے پوشیدہ ہیں۔ اگر وہ دونوں ہاتھوں کو اوپر لے جا کر گھماتے ہیں اور گردش کرتے ہیں اور پھر سینے کی طرف لاتے ہیں تو اس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ ہم نے دونوں جہان کو جمع کر کے ایک جگہ کر دیا ہے۔ اگر سماع کے دوران دستک دیتے ہیں تو اس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ کون و مکان کو کسی طرح ہم واپس لے آئے ہیں۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو کچھ کر سکتے تھے کیا لیکن کچھ میرے ہاتھ نہ آیا۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہم خوش ہیں کہ میرا محبوب میرے ساتھ ہے۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ میرا کام بن گیا ہے۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہم مصیبت زدہ اور تہی دست ہیں۔ اور جب وہ پیر پٹکتے ہیں تو یہ اشارہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی ہستی کو اپنے قدم کے نیچے دبا دیا ہے اور اپنی ہستی کو فراموش کر دیا ہے۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کے علاوہ سب کو ہم نے اپنے قدموں کے نیچے رکھا، مسل دیا، اور نیست و نابود کر دیا۔ یا اشارہ ملتا ہے کہ عالم سفلی سے عالم بالا کی طرف جانے کی کوشش کی تھی لیکن میری

جبلی طبیعت پھر مجھے عالم سفلی کو واپس لے آئی۔ روح چاہتی ہے کہ بلندی کی طرف جائے لیکن نفس پیر پکڑ لیتا ہے، یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ تمام موجودات میرے قدموں کے نیچے ہے اور میں سب سے فارغ ہوں۔ اور جو یہ صوفیا سماع کے دوران چکر کاٹتے ہیں تو اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ زندگی کی چکی گھوم رہی ہے اور ایک حالت میں رہنے نہیں دیتی۔ یا یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہم چکر کاٹ رہے ہیں اور ہر طرف ڈھونڈ رہے ہیں کہ کسی عنوان اور کسی طرح سے جمال محبوب کا دیدار ہو جائے۔ یا پھر یہ ایک لطیف اضطراب ہے جو واقع ہے اور اسی کے مطابق چکر کاٹا جا رہا ہے۔ اور ان میں سے بعض صوفیا سماع کے دوران دونوں ہاتھ باندھ کر چلتے ہیں اس سے اشارہ ملتا ہے کہ میں دونوں جہان سے طلب نہیں کر سکتا پابند کر دیا گیا ہوں کہ نہ لوں نہ چھوڑوں۔ اور دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھ کر جو گردش کرتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ ابھی تک میں دل کی حفاظت کر رہا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں تاکہ کسی حالت میں پریشانی نہ ہو۔ دل گرفتہ رہنے سے کام نہیں چلتا۔ اور اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ دل پر نگاہ رکھتا ہوں اور جو کچھ دل کہتا ہے کرتا ہوں۔ اور بعض صوفیا جو دونوں ہاتھ بغل میں دبائے رہتے ہیں اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ میرا راستہ کھلا ہوا نہیں ہے اور میرا کام پیچیدہ ہے فتحیابی کی کوئی امید نہیں۔ یا اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ محبوب کو پہلو میں لیے ہوئے ہوں۔ اور اب نہیں چھوڑوں گا۔ اور جو ہاتھ سینے پر مارتے ہیں اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ میں مصیبت میں گرفتار ہوں اور میں نے اپنے محبوب کو نہیں پایا ہے اور کیا معلوم پاؤں گا بھی یا نہیں۔ اور اگر پاتا بھی ہوں تو میرا محبوب میری خواہش کے مطابق نہیں چلے گا۔ اور جو دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے رہتے ہیں اس سے اشارہ ملتا ہے کہ میں بندھا ہوا ہوں اور مجھ میں کشادگی نہیں ہے اور میرا زمانہ آگے کی طرف نہیں پیچھے کی طرف جائے گا۔ اور جو ایک ہاتھ کو سمیٹے رہتا ہے اور دوسرے کو گھماتا رہتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز سامنے آنے والی ہے، اور جو چیز مجھے ملے گی یا نہیں ملے گی اس سے میں واقف ہوں۔ اور جو قدم رکھتا ہے آگے چلتا ہے اور پھر پیر پٹکتا ہے اور واپس ہوتا ہے اس کے معنی ہیں کہ میری حالت اسی طرح ہے کہ قدم آگے بڑھتا ہے پھر پیچھے ہو جاتا ہے۔ اور جو کہ آہ آہ کرتا ہے یا دلگیر ہے اس سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ ذوق کو برداشت نہیں کر سکتا بلکہ ذوق و لذت کا شاکی اور فریادی ہے۔ اور جو

نالہ زن ہے وہ ذوق کی بنا پر بھی کر سکتا ہے اور تکلیف و رنج کی وجہ سے بھی۔ اور جو سماع کے دوران مسکراتا یا ہنستا یا قہقہہ لگاتا ہے وہ یا تو اپنی بدبختی پر ہنستا ہے یا یہ حرکت اس کی خوشی اور وجدان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور جو روتا ہے وہ یا تو اپنی محرومی قسمت پہ روتا ہے یا وجدان اور کمال کے نہ ہونے پر۔ اور جو ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہے جیسے کسی چیز کے گم ہوجانے پر کوئی افسوس کر رہا ہو یا کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی ہو اور وہ اس سے محروم ہوگیا ہو یا وہ چیز تو رہ گئی لیکن اب وہ اس سے مستفید نہیں ہوسکتا تو اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ مجھ سے زندگی میں کوئی اچھا اور مناسب کام نہ ہوسکا اور اس لیے افسوس اور پشیمانی ہے۔

اور جو سماع کے دوران ہو ہو کرتا ہے تو اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ ہر جگہ وہی یعنی اللہ ہی اللہ ہے اور اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

وہ حالات اور واردات جن کی بنا پر صوفیا رقص میں آجاتے ہیں۔

(۴۷) اور میں نے اوپر جو اشارات دیے ہیں وہ کاملاں، متوسطاں اور مبتدیاں تمام قسم کے صوفیا سے متعلق ہیں۔ مرد صادق کے حرکات و سکنات اس کی حالت کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ حالت سماع ایک طرح اضطراب خود فراموشی اور بے قابو ہوجانے کی کیفیت کا نام ہے۔ اس میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا اشارات بالا سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا بلکہ اپنی طبیعت کے مطابق صوفیا سے اضطراب ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کو پتا بھی نہیں چلتا کہ سوائے اس کی درماندگی اور اضطراب کے کوئی اور بات بھی ہے۔

صوفیا میں سے کوئی ایک حالت سماع میں اپنے حرکات و سکنات سے صاحب جمال معلوم ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا انتہائی قبیح صورت نظر آتا ہے کہ اس کو دیکھنا بھی نہیں چاہیے ان ہی میں کوئی ایسا بھی ہے کہ مجلس سماع میں اپنے محبوب کو اپنے روبرو دیکھتا ہے کوئی ایسا بھی ہے، لیکن یہ نوادرات میں سے ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب کو رقص کناں دیکھتا ہے اور اپنے کو بھی اس کے سامنے موجود پاتا ہے۔ پھر مجاز کے رو سے تصور کیا جا سکتا ہے کہ عاشق پر کیسا ذوق طاری ہوگا اور پھر اسی کو حقیقت پر لے جا کر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ صوفیا میں سے بعض نظر باز بھی ہوتے ہیں اور ان کی نظر ہمیشہ خوب صورت

لڑکے اور اچھی شکلوں پر رہتی ہے ۔ مردان حقیقت اس طرح کی مجلس سماع کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے ۔ اور صورت پرست اور بُری نظر رکھنے والوں کے سوز و درد کو کوئی وزن نہیں دیتے لیکن اگر کوئی شخص کیمیا گر ہو اور مجاز کو حقیقت کے رنگ میں لے جائے تو پھر حقیقت تو اکسیر ہے چاہے اس کو پتھر پہ ماریے یا چٹان پہ وہ خالص سونا ہی رہے گا ۔ لیکن یہ مقام ہی کچھ اور ہے ہر سودائی اس مقام تک نہیں پہنچتا ۔

وہ حرکات جن سے صوفیا کو سماع کے دوران پرہیز کرنا چاہیے اور بعض احتیاط جن پر عمل پیرا رہنا چاہیے ۔

(۴۸) سماع کے دوران کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہیے ۔ ایسا نہ ہو کسی کو دھکا لگے اور ہاتھ پیر اور جسم پر چوٹ لگ جائے ۔ ہوش کے ساتھ حرکت کرنی چاہیے ۔ اور جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ سماع کے دوران میں بے خبر ہو جاتا ہوں اور حالت سماع میں کسی بات کا کچھ پتا نہیں رہتا وہ صحیح ہے لیکن یہ کیفیت صرف چند لمحے کے لیے ہوتی ہے جیسے بجلی چمک جائے ۔ اور بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بالکل اپاہج معلوم ہوتے ہیں لیکن حالت سماع میں ان کے اندر اتنی قوت آجاتی ہے جو صحت مند اور اچھے قویٰ والوں کو بھی نہیں ہوتی ۔ اور یہ واردات کا کرشمہ ہے کہ اس اپاہج کو اپنے تصرف میں لے کر اس کے اندر یہ تبدیلی لے آتا ہے ۔ اور اگر سماع کے دوران کسی کو کسی سے دھکا لگ جائے اور چوٹ آجائے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اہل سماع میں سے نہیں ہے ۔ اور مطربوں کے سامنے بار بار نہ جائے اور نہ حلقہ کو توڑے ۔ اگر ذوق کا بہت زیادہ غلبہ ہو تو گوشے میں بیٹھ کر چین سے وقت گزارے ۔ گریہ بلند آواز سے نہ کرے اور اگر رونے میں آواز نکل رہی ہو تو زباں کو دانت سے دبالے ۔ سماع میں شکم سیر ہو کر اور پیاز او گندنا کھا کر نہ جائے ۔ جنبش کے وقت منہ میں پان وغیرہ نہ رکھے ۔ شعر کو وہ کس معنی میں محمول کر رہا ہے اپنی زبان سے نہ کہے ۔ سماع کے دوران گانے والے کو روک کر قصہ بیان کرے پھر گانے والا جب گانا شروع کرے تو رقص کرے ۔ اگر ایسی حرکت کوئی کرتا ہے تو وہ صوفیا کی جماعت سے قطعی نہیں ہے ۔ اگر کسی شخص کو کوئی دیکھتا ہے کہ سماع کے دوران کھڑا ہو کر مسکرا رہا ہے یا واہیات بک رہا ہے تو اس کے سینے پر گھونسا اور منہ پر طمانچہ رسید کرنا چاہیے ۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کا قصہ تم نے سنا ہو گا ۔ سماع

کے دوران ہیجڑوں کی طرح کمر نہیں لچکانا چاہیے۔ اور نہ ساز کے ساتھ تال ملا کر ضرب لگانی چاہیے۔ گانے میں ترتیب کا ضرور خیال رکھنا چاہیے اگر موسیقار کے وزن یا اشعار کے ٹکڑوں سے ذوق پیدا ہو تو وہ بھی نغمہ ہی ہے اور اس پر اعتبار کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ اپنے کو خوجا، میر اور مرزا کہتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں ان کو اس طرح محمول نہیں کرنا چاہیے۔ فارسی اور عربی کے اشعار کے ساتھ ہندی اشعار سے بھی رغبت رکھنا چاہیے۔ لیکن ہندی میں بعض اشعار بہت فحش ہوتے ہیں اگرچہ اس کو صحیح معنوں میں محمول کیا جا سکتا ہو پھر بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے لیے خلوت اور تنہائی کی ضرورت ہے۔

مجلس سماع میں عورت کی موجودگی جائز نہیں ہے اور اگر گانے والی عورت ہے تو اس سے سماع جائز نہیں ہے

مجلس سماع میں عورت کو موجود نہیں رہنا چاہیے اور اگر گانے والی عورت ہو تو پھر توبہ استغفار پڑھنا چاہیے۔ لیکن اگر پردہ کے اندر سے بغیر ارادہ تیرے کان میں عورت کے گانے کی آواز آجائے اور تجھ کو اس میں لذت حاصل ہو تو یہ مستثنیٰ ہے۔

صوفیا کو ان مزامیر سے جن کو فقہانے حرام قرار دے دیا ہے حد درجہ پرہیز کرنا چاہیے۔

اور شرع کے رو سے فقہانے جن مزامیر (باجا) کو حرام قرار دے دیا ہے، ان سے حد درجہ پرہیز کرنا چاہیے۔ خاص کر ان لوگوں کو جو اہل ارشاد اور دعوت سے ہوں۔ مجلس سماع میں احتیاط رکھنا چاہیے کہ دروازہ، کھڑکی اور دریچہ سے عورتیں نہ جھانکیں۔ کہ اس میں بڑی بدبختی کا سامان ہے۔ مجلس سماع میں بوالہوس ابری نظر والے اور شہوت پرست ہر طرح کے ہوتے ہیں ان لوگوں سے عورتوں کا پردہ کرنا اور پرہیز کرنا واجب ہے۔ مجلس سماع میں سر ہلانے اور تسبیح کا دانہ پھیرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر گویّا بھی ہم مشرب ہی ہو تو کیا کہنے ہیں اہل مجلس کی نظر یا تو گانے والے پر ہو یا پھر اپنے دل کی طرف متوجہ رہے مجلس میں کوتاہ جامہ پہن کر آنا چاہیے۔ سماع کے لیے رات کا وقت زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس میں پوشیدہ حالی ممکن ہے۔ لیکن اگر کوئی صوفی ایسا ہو جس کے پاس دن کے وقت بہت زیادہ لوگوں کی آمد و رفت ہو تو پھر اس کے لیے دن کے وقت سماع بہتر ہے تاکہ آنے جانے والوں کے باعث جو اس کے وقت کی بربادی ہوتی ہے وہ بچ جائے۔ اور پریشان دلی سے اس کو نجات ملے اور سکون

حاصل ہو۔ سماع سننے والے کو صاحب فراست ہونا چاہیے کہ وہ اپنی فراست سے اہل سماع اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق کر سکے کہ ان میں مستحق اور بادرد کون ہے، اور مغرور، خود نما اور ہوس پرست کون۔ اگر کوئی شخص عبا قبا میں ملبوس اور ذوق سماع میں مستغرق ہو اور وہ صاحب ذوق بھی ہو تو اس کو نااہل نہیں شمار کرنا چاہیے اس کے ساتھ کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ بڑی غلطی ہوگی اور سماع کے لیے دعوت دینے والے کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جس گھر میں ہر طرح کے اور ہر مشرب کے لوگ جمع ہوں وہاں صوفی کا ذوق سماع مبارک نہیں ثابت ہوگا اس لیے اس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔ عرس میں جہاں عوام اور ہر جنس و مشرب کے لوگ جمع ہوتے ہوں اچھے عنوان سے بچنا چاہیے۔ صوفیا مہمان کا بغیر اجازت لیے مجلس سے باہر جانا اچھا نہیں سمجھتے لیکن اگر مجلس ناسازگار ہے اور اجازت لینے کا موقع بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مہمان کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنا راستہ ہی لینا بہتر ہے اور جو شخص مجلس سماع سے پہلے اٹھتا ہے اس کو جاننا چاہیے کہ اس مجلس کے خیر و شر کا حامل وہی ہے۔ اس لیے پہلے اٹھنے والے کو تمام مجلس کے ذوق کا بخشندہ ہونا چاہیے۔ اگر اس کے بعد سماع میں گرفتگی اور اداسی آجائے تو اس کو شوم قدم کہیں گے۔

مجلس سماع میں جس طرح عورت کی نظر سے بچنا چاہیے اسی طرح فقہا کی نظر سے بھی پرہیز مناسب ہے

جس طرح عورت کی نظر سے مجلس سماع میں پرہیز واجب ہے اسی طرح فقیہ سے بھی۔ کیونکہ یہ عجیب آدمی ہوتا ہے۔ وہ اضطراب، گریہ، غم و الم اور درد و سوز کو تفریح کہتا ہے۔ اور جس طرح عورت سماع کو رقص و گردش سمجھتی ہے اسی طرح یہ بھی سمجھتا ہے
"نااہلوں کا اس جام میں حصہ کہاں۔"

نغمہ کی ایجاد کے بارے میں اور نغمہ سے جو اثرات دل پر مترتب ہوتے ہیں۔

(۹۴) اے عزیز، آلہ موسیقی، موسیقار کی ابتدائی وضع کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ کسی شخص پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹا اور درد و غم کی وجہ سے اس نے انسانی سرشت کے مطابق آہ و نالہ شروع کر دیا اس نالۂ حزیں کو کھینچ کر اور کم کھینچ کر ظاہر کر کے اور اس کی ابتدا اور انتہا کا اصول بنا کر اس کا راگ نام رکھ دیا گیا۔ ایک دوسرے حکیم نے دیکھا کہ جالور کی آنت پھول کر موٹی ہوگئی

ہے اور اس سے ہوا کے ٹکراتے سے آواز نکل رہی ہے۔ اس کے مطابق اس نے لکڑی اور نرکٹ سے حلق کے ناپ کا پائپ بنایا اور اس میں سوراخ کیا اور ایک طرف بند کر کے پھونکا تو اس سے آواز نکلنے لگی اور نرکٹ کی کجی، راستی اور تنگی نے مل ملا کر آواز پیدا کی۔ شاید ادھر سے گزرنے والے کسی سالک نے یہ دیکھ کہ اس کو محسوس کیا ہو۔ سات طبق آسمان کے ایک جگہ جمع ہو کر گردش کرنے پر آواز پیدا ہوتی ہے اسی طرح لکڑی اور لوہے سے بھی آواز نکلتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ داؤد علیہ السلام چنگ، رباب، بانسری اور مشک وغیرہ جیسے کئی راگ پر قدرت رکھتے تھے۔ جب وہ گاتے تھے تو خلائق ان کو سننے کے لیے ٹوٹ پڑتی تھی۔ وہ تمام خطرات اور ہوا و ہوس سے دور ہو گئے تھے۔ ابلیس کی ذریات ابلیس سے فریادی تھی کہ ہمارے وسوسے ڈالنے اور بہکانے کا کاروبار بنی آدم کے ساتھ جاری نہیں ہے اور نہ آئندہ ہی اُمید نظر آتی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام نے ایسے راگ پیدا کر لیے ہیں کہ اس سے لوگ از خود رفتہ اور مدہوش ہو گئے ہیں اور ان لوگوں تک ہماری رسائی نہیں رہی ہے کہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈال سکیں اور ان لوگوں کو بہکا کر اپنے راستے پر لا سکیں۔ ابلیس اپنی ذریات کی یہ باتیں سن کر بڑا گھبرایا اور اس نے محسوس کیا کہ اس طرح تو آدم کی اولاد میرے پنجہ سے نکلی جا رہی ہے اور بالکل نکل جائے گی اس لیے اس کم بخت نے بھی اسی طرح کے آلات موسیقی اور باجے بنائے اور اہل ہوس، حسن پرست اور لذت اٹھانے والوں کو اپنے راستے پر لایا جیسا کہ تو واقف ہے کہ جس طرح شاعر، معشوق کے حسن و کرشمہ، ناز و انداز، رفتار و گفتار، جفا و وفا، ہجر و وصل، صلح و جنگ، دل دینے اور لینے، انکار و اقرار، اشارے کنائے اور عاشق و معشوق کے درمیان تمام معاملہ بندیوں کو الفاظ میں ادا کر دیتا ہے اسی طرح راگ اور باجے بھی ان کو آواز میں پیش کر دیتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ آہنگ سے آہنگ پردہ سے پردہ اور راگ سے راگ ملانے اور نکالنے کو ہنر کہا جاتا ہے۔ محمد حسینی (حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) ازل سے قیامت تک شفیع العباد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے اس کام میں مبتلا ہے اور رہے گا۔ اور اس کی تہہ تک پہنچ کر میں نے گوہر آب دار نکالا ہے اگر تجھ کو بھی اللہ کی طرف سے لطافت طبع ودیعت ہو گئی اور تو عشق الٰہی میں مبتلا ہو گیا تو پھر اس لطف سے بہرہ اندوز ہو گا ورنہ بہت سے ماہرین

بھی اس سے غافل ہیں مجھ پر اللہ تعالےٰ نے تجلی فرمائی ہے اور میں نے اسے اچھی طرح دیکھا اور سمجھا ہے یہ محض ظن اور تخیل نہیں ہے بلکہ تحقیق و یقین سے ہے۔

نغمہ کے اثر کا سبب اور سننے والے پر اس کا غلبہ ہونا

میرا خیال ہے کہ انسان میں پانچ چیزیں ہیں روح، دل، نفس طبع اور عقل۔ جب گانے والا کوئی شعر محبوب سے متعلق گاتا ہے تو روح نغمہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ دل اس شعر کے معنی محمول کرنے میں لگ جاتا ہے۔ نفس شعر کی خوبی اور خامی پر نظر رکھتا ہے۔ عقل اس میں سے حکمت کی باتیں چنتی ہے جو شاعر نے پیش کیا ہے اور طبیعت موسیقار کی خوبی اور خامی میں محو ہو جاتی ہے یہ پانچوں چیزیں اپنی اپنی غذا پالیتی ہیں، اور ہر ایک اپنے ذوق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دشمنی اور اختلاف ختم ہو جاتا ہے انسان کو آرام اور سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اہل دل کی سماع کی طرف رغبت اسی وجہ سے ہے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی عمل ہے اس سے روح کو یا دل کو، یا نفس کو غذا ملتی ہے اور پھر سب ایک دوسرے کے مخالف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر کام کی ابتدا میں لذت ملتی ہے لیکن آخر میں ملال اور تکدر ہوتا ہے۔ مثلاً حلوہ نفس کی غذا ہے ایک حد تک نفس کو اس سے مزہ ملتا رہے گا لیکن سیر ہونے کے بعد وہ اچھا نہیں معلوم ہوگا اور نفس ملول ہوگا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کو سماع میں یہ غذائیں نہیں ملتی ہیں غیب سے ان پر واردات ہوتے ہیں اور ان پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے اور ان کی روح اور دل سب منور ہو جاتا ہے۔

سماع اور سننے والوں کی قسمیں

(۵۰) سماع کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کو ہاجم کہتے ہیں جس میں بغیر محمول کئے سماع کے شروع ہوتے ہی گانے والے کی آواز نکلی اور اضطراب شروع ہو گیا۔ اور پھر اس میں آدمی ایسا بے قابو ہو جاتا ہے کہ موسیقار کے وزن وغیرہ کا خیال کیے بغیر اس پر دیوانگی طاری ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم سماع کی وہ ہے جس میں واردات آتے ہیں اور اگر ان واردات کو مورد علیہ ضبط کرے تو کامل ہو جاتا ہے۔ یا ان ہی واردات کو غنیمت سمجھ کر آدمی اکتفا کر لیتا ہے۔ اور تیسری قسم سماع کی وہ ہے جس میں ہم مشرب اور موافق لوگ شامل ہوں۔ اہل سماع کی موافقت اور ہم خیالی کئی مصلحت سے اہم ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ سب ایک ایسے وقت سے دوچار ہوتے

ہیں جس میں اللہ کی رحمت ان لوگوں پر نازل ہوتی رہتی ہے۔ اور موافقت کی صورت میں سب کو حصہ ملے گا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ کوئی شخص شراب خواروں کی جماعت میں پہنچ جاتا ہے اور گرچہ اس نے ایک گھونٹ بھی شراب نہیں پی پھر بھی شراب کی بو تو اس کے حصے میں ضرور آئے گی اور بدمستوں کے حرکات وسکنات اور غل غپاڑہ سے تو وہ ضرور متاثر ہوگا۔ یہی حال اہل سماع کی موافقت کا بھی ہے۔ ان کی موافقت سے وہ سب کے سب تواجد سے وجد کی طرف اور توافق سے وفاق کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسرے احباب سماع میں مشغول ہوں اور وہ سب سے فارغ بیگانوں کی طرح کنارے کھڑا رہے۔ یگانگت میں بے گانگی کا کہاں گذر۔ فطری طور پر وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ موافقت کرے گا کہ وہ ان سے جدا نہ معلوم ہو اور کبھی کبھی یہ بھی ممکن ہے کہ اسی حالت میں اپنی شقاوت اور سخت دلی پر اس کو گریہ طاری ہو جائے کہ میرے ساتھی ذوق میں اور اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور میں سب سے محروم ہوں میری بدبختی کا کیا ٹھکانا۔ تو اس طرح کے خیال کی وجہ سے بھی وہ سماع اور دردمندی میں شامل ہو جائے گا اور اس سے محروم نہیں رہے گا۔ اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جاتا ہے تو اسے جماعت کا ثواب ضرور ملے گا اور جو رحمت الٰہی اس جماعت پر نازل ہوئی ہے اس سے وہ بھی بہرہ مند ہوگا۔ سماع کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

سماع کے بعد دل کو قابو میں لائیں اور اپنے خیال کو مقصود کی طرف متوجہ رکھیں۔

(۵۱) سماع کے بعد دل کو قابو میں لائے اور اپنے خیال کو مقصود حقیقی کی طرف متوجہ رکھے۔ اس میں جو کشش ہے وہ تجربہ سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس وقت سماع سن رہے ہیں اس وقت تو نعرہ لگایا، گریہ کیا اور رقص وجنبش کیا اور پھر اسی لمحے کھانے پینے اور واہیات بکنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ کام اہل سماع کا نہیں ہے۔ اس طرح کے لوگ اس دائرہ سے خارج ہیں۔

مزامیر اور حسن صورت کے بارے میں

(۵۲) باجوں میں مشکک اور دف کے بارے میں فقہا وسیع الخیال ہیں لیکن دوسرے مزامیر (باجوں) کو فقہا متفقہ طور پر حرام قرار دیتے ہیں۔ اگر سننے والا اہل دل ہے

تو اور بات ہے اس لیے کہ محبوب حقیقی سے اس کے راز و نیاز ہیں اور وہاں لطف و محبت کی باتیں ہیں۔ لیکن اس قدر جاننا چاہیے کہ مزامیر کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ اس سے خواہشات بھڑکتی ہیں اور اس کے حلال و حرام کے بارے میں تذبذب میں رہنا زیادتی ہے۔ جیسا کہ کوئی صحرا اور سبزہ و باغ میں سیر کے لیے جائے اور وہاں عشق و محبت کرے اور اس سے لطف اندوز ہو مزامیر سننے کو بھی اسی پر قیاس کیا جانا چاہیے۔

ایک دانشمند نے ایک مزمار (باجہ) بالکل آدمی کی صورت کا بنایا ہے اور جب اس کو بجایا جاتا ہے تو اس کی آنکھ سے تار کو باندھ دیا جاتا ہے پھر اس میں سے جو آواز نکلتی ہے وہ سب محبوب کی چشم و ابرو، غمزۂ و کرشمہ، قدو قامت کی بابت ہوتی ہے۔ اس طرح کے باجے کے حلال و حرام اور مکروہ کے بارے میں تذبذب میں رہنا زیادتی ہے۔ لیکن اگر مناسب وقت کوئی گانا اس میں سے نکلے تو اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنی خوش الحانی سے قرآن کو زینت دو۔" فقہا نے اس کو دوسری طرح پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اپنی آواز کو قرآن سے زینت دو۔ حالانکہ خوش الحانی کی تاکید خود قرآن شریف میں آئی ہے۔ مثلاً ایک قاری خوش الحانی کے ساتھ آیت لاتقنطوا من الرحمۃ اللہ پڑھتا ہے اس کی لطیف اور پاکیزہ آواز جو بھی سنتا ہے رونے لگتا ہے اور اس کو حضوری حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کا سینہ بے اندازہ امیدوں سے بھر جاتا ہے پھر وہ مسرت میں نعرہ لگاتا ہے اور اپنا خرقہ و دستار قاری کو عطا کرتا ہے کیا یہ تزئین قرآن نہیں ہے؟ اس کے برعکس اگر کوئی نادان بھونڈی آواز سے پڑھتا ہے تو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتا ہے اور کھانے پینے بات چیت کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ داؤد علیہ السلام زبور خوش الحانی سے پڑھتے تھے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ پڑھتے تھے تو خلائق ٹوٹ پڑتی تھی اور اس آواز پر روح و دل نثار کرتی تھی۔ بغیر خوش الحانی کے یہ بات نہیں ہو سکتی۔ حسن صورت کو معجزہ بتایا گیا ہے اور معجزہ حسین بلکہ احسن ہے۔ اس کو حرام یا مکروہ کہنا عقل کے خلاف ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو موسیٰ اشعری کے گھر کی طرف سے گزر رہے تھے وہ اپنے گھر کے اندر کلام اللہ خوش الحانی سے تلاوت کر رہے تھے۔ ان کی آواز بڑی پیاری

تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کہ تھوڑی دیر تک ان کی قرأت سنتے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم قرأت کر رہے تھے اور میں باہر کھڑا سن رہا تھا۔ ابو موسےٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ "یا رسول اللہ! اگر میں جانتا کہ آپ سُن رہے ہیں تو میں اور زیادہ اچھی طرح سے پڑھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "میں نے آل داوٗد کے مزامیر میں سے ایک مزمار تم کو عطا کیا۔" داوٗد علیہ السلام کے راگ کو مزمار کہا جاتا تھا۔ اور جیسا میں نے اوپر کہا ہے داوٗد علیہ السلام ہر طرح کا راگ حلق سے نکال لیتے تھے۔ آل داوٗد نے کہا ہے کہ جس جگہ خوش الحانی کے ساتھ کوئی موسیقار گاتا ہے وہ آل داوٗد میں سے ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجازی لَے میں قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے۔

صوفیا کو مجالس میں راگ الاپنا اور نغمہ گانا نہیں چاہیے

(۵۳) صوفیا کو خاص کر جو با عزت اور باوقار ہوں زیب نہیں دیتا کہ وہ مجلسوں اور محفلوں میں راگ الاپیں یا نغمہ گائیں کیونکہ اس سے بڑی سبکی کی صورت پیدا ہوتی ہے اور یہ حرکت اوچھے اور مکار لوگوں سے سرزد ہوتی ہے لیکن اگر بے تکلف احباب کا حلقہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسرے گانے بجانے یہاں تک کہ غزل گوئی وغیرہ کو بھی پیشہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس سے آدمی نیچے گر جاتا ہے اور حضوری اور مراقبہ سے بھی محروم رہتا ہے۔ دل خزانہ کی مانند ہے جس میں ایک چیز کے علاوہ دوسری چیز کی گنجائش نہیں ہے صوفیا کے لیے اشعار کے دیوان پر دیوان مرتب کرنا اور غزل پر غزل لکھے جانا بھی اچھا نہیں ہے۔

سماع کو پیشہ نہ بنایا جائے اور نہ سماع کے دوران ذکر یا مراقبہ جیسے کاموں میں مشغول ہونا چاہیے۔

(۵۴) سماع کو پیشہ نہیں بنانا چاہیے اور نہ دن رات سماع ہی میں محو رہنا چاہیے۔ قصداً اس طرح کی حرکت کرنا مشائخ اور بزرگوں نے بُرا بتایا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ "سماع میں حد سے زیادہ نہ بڑھو کیونکہ اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔" اور نفاق ایسی بری چیز ہے کہ اس سے دل کو زحمت ہوتی ہے اور وہ گردش میں مبتلا ہو جاتا ہے خالص حضوری اور مراقبہ پھر اس سے نہیں ہو سکتا۔ سماع کے دوران دل کو ذکر میں نہ

لگائیں، جیسا کہ کبراولیوں سے تونے دیکھا ہوگا یا سُنا ہوگا کہ دوران سماع ہر ضرب پر وہ الا اللہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ سماع نہ ہوا یہ تو ذکر ہوا۔ خاص طور پر اس میں سماع کی فتوحات اور کشائش نہیں ہوں گی اگر کچھ اثر ہوگا تو بھی وہ ذکر کا ہوگا۔ اے عزیز! سماع دراصل عشق بازی ہے۔ اس میں آدمی تخیل یا حضور میں معشوق کے روبرو ہوتا ہے۔ اس جگہ ذکر و فکر کی گنجائش کہاں۔ اس میں حق اور حقیقت کا کھیل ہوتا ہے۔

سماع میں جس طرح حمل نظیر بر نظیر ہوتا ہے اسی طرح حمل نقیض بر نقیض بھی ہوتا ہے۔

(۵۵) سماع میں جس طرح حمل نظیر بر نظیر ہوتا ہے اسی طرح حمل نقیض بر نقیض بھی ہوتا ہے یعنی اگر موسیقار کے وزن سے یا گانے والے کے شعر سے وصل اور قربت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور سننے والا اس نعمت سے محروم ہے تو فطری طور پر اس کو اضطراب اور گریہ طاری ہوگا کہ ساری قوم تو اس نعمت سے شادکام ہے اور ایک وہی بدبخت ہے جو محروم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سننے والا قربت اور وصل یار کی دولت سے شادکام ہے اور جب وہ گانے والے سے ہجر و فراق کی داستان سنتا ہے تو اپنی خوش بختی کو محسوس کر کے شکر ادا کرے گا اور مسرت و خوشی اور ذوق اس کو فطری طور پر حاصل ہوگا۔ جس آدمی کو حق اور حقیقت کی خبر نہیں اس کی طبیعت میں غفلت شعاری ہے جب اونٹ دف اور حدی کی آواز سے مست ہو جاتا ہے اور سانپ بانسری کی آواز پر جھومنے لگتا ہے تو پھر آدمی میں اس جذبہ اور حس کے نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر قساوت اگندگی بدطینتی غالب ہے۔ بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ:۔ بیت

شتر را کہ شور و طرب در سر است اگر آدمی را نہ باشد خر است

(معنی) جب اونٹ میں شوریدہ سری اور طرب پایا جاتا ہے + پھر آدمی میں اگر نہ ہو تو وہ آدمی نہیں گدھا ہے۔

داؤد علیہ السلام کو سکون ارقص سے حاصل ہوتا تھا اور وہ اس سے بہت فرحت محسوس کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کر کے خوش ہوتے تھے۔ غنچہ جب اندرونی خوشبو سے بھر جاتا ہے تو کھل جاتا ہے لائق انسان کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔

سماع کے دوران پانی نہیں پینا چاہیے

(۵۶) سماع کے دوران اگر تشنگی کا غلبہ ہو پھر بھی پانی نہ پینا چاہیے۔ اور نہ اس طرح منہ اور لب ہلانا چاہیے جیسے وہ کوئی چیز کھا رہا ہے۔ اور جب ساتھ والے جنبش کر رہے ہوں تو تجھ کو بھی سر ہلانا چاہیے۔

سماع میں کسی کو تنہا نہ چھوڑیں اور خیال رکھیں کہ سماع کے دوران نہ گریں اور دوسرے آداب سماع

(۵۷) سماع میں کسی کو تنہائی نہ محسوس کرنے دیں دوسروں کو بھی ساتھ دینا چاہیے۔ سماع میں اس کا خیال رکھا جائے کہ کوئی نہ گرے لیکن اگر کوئی شخص تیز گردش یا واردات کے غلبہ کی وجہ سے گر پڑے تو اس کو گرا ہوا نہ چھوڑیں بلکہ اس کو عزت سے کنارے کر دیں۔ اور اگر وہ خود زمین پر ہاتھ پیر پٹک رہا ہے تو اس کو چھوڑ دیں وہ خود ہاتھ پیر پٹک کر اُٹھ جائے گا اور اگر اس نے اُس حرکت کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے تو اس کو ہٹا دیں بلکہ مجلس سے باہر کر دیں اور اگر کوئی غلبۂ شوق اور واردات کی وجہ سے مجلس کے حلقہ سے باہر گر جائے تو ساتھیوں کو بھی اس کے ساتھ جنبش کرنا چاہیے لیکن یہ اس حالت میں ہے جب کہ وہ دروازہ سے باہر نہیں ہے اور اگر باہر ہو جائے تو اس کو پکڑ کر اندر لے آئیں۔ اور اگر کوئی اپنا خرقہ پھاڑ دے یا اتار کر قوال کو دے دے تو اس کو دوسرا کپڑا پہنا دیں تاکہ بے ستری دُور ہو جائے۔

سماع میں خود گانا اور رقص کرنا نہیں چاہیے اور نہ گانے والے سے فرمائش کرنا چاہیے کہ فلاں گانا گاؤ۔

(۵۸) صوفی کو سماع کے دوران نہ خود گانا اور رقص کرنا چاہیے اور نہ گانے والے سے کسی خاص شعر یا راگ کی فرمائش کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ غیب کی طرف سے ہوتا ہے اور غیب سے جو بھی آئے بے عیب ہے اور بندہ کی طرف سے جو ہوگا اس میں کچھ نہ کچھ خرابی بھی ہو سکتی ہے۔

حالت رقص میں زمین پر پیر پٹکنا یا تالی لگانا نہیں چاہیے

(۵۹) حالت رقص میں زمین پر پیر پٹکنا یا اس طرح تالی لگانا کہ اس کی آواز حاضرین تک پہنچے ممنوع ہے۔ زمین پر زور زور سے پیر پٹکنے سے احتمال ہے کہ کسی غریب کا پیر تیرے پیر کی زد میں آجائے اور وہ کچلا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ کوئی نوکیلا پتھر، کنکر یا کانٹا تیرے پیر میں گڑ جائے۔ اور تو آزردہ اور مجبور ہو جائے پھر تیرا حشر کیا ہوگا۔

اگر دوران سماع صوفی پر حالت طاری ہو جائے اور وہ چاہے کہ دوسرے بھی اس کا ساتھ دیں تو دوسروں کو ساتھ دینا چاہیے

(۶۰) اگر تو کسی صوفی کے ساتھ ہے اور حالت سماع میں اس پر حالت یا حضوری طاری ہو جائے اور وہ چاہے کہ تو اس کا ساتھ دے تو ذوق نہ ہونے کے باوجود تجھ کو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ لیکن اس طرح کہ وہ سمجھے کہ تجھ کو بھی لذت اور ذوق ہے۔ اس طرح نہیں کہ وہ سمجھ جائے کہ تجھے ذوق نہیں ہے اور بے دلی سے اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ تیرے جوش اور گرمی سے اس کی حدت اور شدت میں کمی نہیں ہوگی۔ اگر تجھ میں ٹھنڈک ہے۔ گرمی اور ذوق نہیں ہے پھر بھی تجھ کو اپنے گرم دل ساتھی کے سامنے اسی طرح گرم دل اور با ذوق ظاہر کرنا چاہیے تاکہ تیری ٹھنڈک کا اثر اس پر نہ پڑے اور اس غریب کی گرمی کم نہ ہو۔ تیری گرم دلی ظاہر کرنے سے یہ بھی ممکن ہے کہ تیرے ساتھی کی گرمی کا عکس تجھ پر پڑے اور تو اس سے محظوظ ہو۔

رقص کے بارے میں دوسرے آداب

اگر تیرے ساتھی اور دوست پر حضوری طاری ہو جائے اور تو بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے تو تجھ کو بھی ان ہی کی طرح ہاتھ پیر چلانا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص تیری جماعت میں سے شدت گرم دلی کے باعث زیادہ تیزی اور گرمی سے رقص کرتا ہے تو وہ قابل معافی ہے۔ دوستوں کو چاہیے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اور سماع کے دوران اس طرح نہیں رقص کرنا چاہیے کہ حاضرین ملول ہوں اور گانے والے تھک جائیں۔ اس قسم کی حرکت سے بزرگ لوگ رنجیدہ اور مخالف ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شعر یا نغمہ میں تجھ کو ذوق مل رہا ہے لیکن تیرے دوستوں کو نہیں مل رہا ہے تو اپنے اضطراب کو دبا کر علیحدہ ہو جاؤ اور اگر تجھ کو ذوق مل رہا ہے اور ساتھ ہی تیرے دوستوں کو بھی ذوق اور لذت مل رہا ہے تو جی کھول کر ذوق و مستی حاصل کر۔ اور اگر دوران سماع ذوق اوج پر پہنچ جائے تو اس کا خیال رکھ کر لذت و ذوق کے درمیان تو حد سے نہ گزر جائے۔ تمام درد و لذت اور شوق کے باوجود تجھ کو اپنے کو سنبھالے رہنا چاہیے۔ اگر تیرے دوستوں کو ذوق بہت زیادہ ہے اور تجھ کو بھی

کم نہیں ہے تو پھر ذوق ذوق سے، راحت راحت سے اور شوق شوق سے مل کر جو کیفیت پیدا کرے گی اس سے صاحب ذوق ہی واقف ہے اور وہی بتا سکتا ہے کہ اس میں کیسا مزا اور راحت ہے۔ شہوت پرستوں کی بات تو نے سنی ہوگی کہ جفت کھا لینے اور انزال کے بعد نر کو حور بھی گدھی معلوم ہوتی ہے اور جب تک شہوت کی آگ اس کی نہیں بجھی ہے گدھی بھی اس کو حور نظر آتی ہے۔

سماع ایک طرح کی عشق بازی ہے

(۶۱) اے عزیز! جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے سماع ایک طرح کی عشق بازی ہے اگر تجھے کسی سے عشق ہے اور پھر اس سے کچھ اختلاف یا غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے تو اس کا حل تجھے سماع میں ملے گا۔ اور اگر خوف و امید یا اور اسی طرح کی کیفیت تجھ پر طاری ہے تو اس کا درماں سماع نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے ورد و وظیفہ اور گوشہ نشینی بہتر ہوگی۔ باغ میں وہی جاتا ہے جو سرو کے نظارہ اور پھول کی خوشبو کا خواہش مند ہوتا ہے۔

سماع اتنی دیر تک نہ سنیں کہ گانے والے اور دوسرے حاضرین تنگ آجائیں۔

اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ سب کو ذوق ہونے پر بھی سماع اتنی دیر تک نہ جاری رکھیں کہ گانے والے اور حاضرین تھک کر چور ہو جائیں اور کھڑے ہونے والوں کی کمر اور پیر میں درد ہو جائے۔

مجلس سماع میں اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر حاضر ہو اور بغیر سخت ضرورت کے باہر نہ جائے۔

(۶۲) مجلس سماع میں نہ شعر پڑھے اور نہ کسی کا نام لے۔ پیر کا نام بھی زبان پر کم ہی لائے۔ مجلس سماع میں ہر چیز سے بے تعلق ہو کر آئے یہاں تک کہ اوراد و وظائف سے بھی فارغ ہو کر آئے۔ اگر کچھ ورد باقی رہ گیا ہو تو ضرورتاً اس کو پورا کرنے کے لیے باہر جائے۔ لیکن اس سے مجمع میں فرق ضرور آئے گا اور اہل مجلس کو خلاف بھی گزرے گا۔ دوسروں کا بھی جی چاہے گا کہ ہم بھی اٹھ کر ذرا باہر نکلیں۔ اس سے مجلس درہم برہم ہو جائے گی۔ قوال بھی جب یہ حال دیکھیں گے کہ لوگ ایک دو کر کے باہر جا رہے ہیں تو ان میں سے بھی کچھ باہر چلے جائیں گے اور اس طرح سماع میں نقصان پیدا ہوگا۔ البتہ میزبان گھڑی دو گھڑی کے لیے میوہ، مٹھائی، خوشبو اور کھانے کی فراہمی کے لیے باہر جا سکتا ہے۔ ہم

کے موقع پر جس کا عرس کیا جا رہا ہے اس کے نام پر تبرک تقسیم کرتے ہیں لیکن اصل مقصد سماع ہی ہوتا ہے۔ کھانا وغیرہ اس کے طفیل میں ہوتا ہے۔

(۶۳) سماع کے دوران اگر کسی کمتر اور رذیل

سماع کے دوران اگر کسی رذیل کو بھی کیفیت آجائے تو دوسرے لوگوں کو اس کی موافقت میں کھڑے ہو جانا چاہیے۔

آدمی کو کیفیت آجائے اور وہ کھڑا ہو جائے تو سبھوں کے لیے کھڑا ہو جانا ضروری ہے۔ پھر بعد میں بہتر طریقہ سے اس کو ہٹا دیا جائے اور ہٹانے کے وقت اس کو بغل میں لے کر آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چل کر باہر کیا جائے۔

(۶۴) مجلس سماع کے لیے کوئی محفوظ مکان ہونا چاہیے

سماع کے لیے کوئی محفوظ اور گھرا ہوا مکان ہونا چاہیے

جس میں تیز ہوا کا گزر نہ ہو اور صحن کشادہ نہ ہو اوپر چھت بھی ہو۔ یا چبوترے پر سنیں صحرا میں مجلس سماع کا ہونا ٹھیک نہیں۔ تیز ہوا کی وجہ سے آواز دل تک نہیں پہنچتی اور اگر ہوا کو پابند کر دیا جائے تو آواز دھکا کھا کر لوٹ جاتی ہے۔ اور آواز کو تو دل پر نازل ہونا چاہیے۔ سماع جس مکان میں ہو اس کو کسی چیز سے گھیر دینا چاہیے۔

(۶۵) سماع کے درمیان اگر کسی نابینا کی دستار گر جائے تو اس کو اپنے ہی ہاتھ سے اٹھا کر سر پر لپیٹنا چاہیے دوسرے لوگوں کو

اگر کسی نابینا کی پگڑی گر جائے تو اس کو اسی حالت میں چھوڑ دینا چاہیے

بڑھ کر اٹھانا یا اس کے سر پر لپیٹنا مناسب نہیں ہے۔ اگر پگڑی بالکل کھل گئی ہو یا اسے وہ زمین پر گرا دے یا وہ گانے والوں کی طرف پھینک دے تو وہ گانے والوں کا ہی ہو گا۔ اور اگر زمین پر اتفاقی گر گئی ہو تو یہ اس پر منحصر ہے اگر ہمت، حمیت اور مروت والا ہے تو قوالوں کو دے دے گا اور اگر بخیل ہے تو نہ دے گا۔

(۶۶) سماع اور رقص مسجد میں نہیں کرنا چاہیے۔ مجلس سماع میں جو لوگ سماع سننے کے لیے جمع ہوں ان کو قبلہ رو یا

سماع اور رقص مسجد میں نہیں چاہیے۔ اور قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے

قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ قبلہ ان کے دائیں یا بائیں ہاتھ کی طرف ہو۔ اور

مطربوں کو بھی قبلہ رو نہیں بیٹھنا چاہیے۔مجلس سماع میں مطربوں کے ساتھ بیٹھ کر گانے میں اصلاح نہ دے کہ اس سے اس کی سبکی ہوگی۔کسی ایسے آدمی کو مجلس میں ضرور لائیں جس کی وجہ سے بڑے لوگوں کو ذوق حاصل ہو۔ان کی بڑائی اور دبدبہ کسی کو پہل کرنے سے روکتا ہے۔اور ان کے سبقت کیے بغیر دوسرے لوگ پابند رہتے ہیں۔

مجلس سماع میں کسی طرح کے خرق عادت حرکتوں کا مظاہرہ مناسب نہیں

جام ذوق کو لنڈھالنے میں دریا دلی سے کام نہ لیں۔اگر کسی شخص میں اڑنے کی بھی طاقت خرق عادت کے طور پر موجود ہو تو مجلس سماع میں اس کو نہ دکھلائے۔اگر کسی کے دل کی بات جان لینے پر وہ قادر ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے۔اور اس کو اپنی بے ذوقی پر محمول کرے۔تنہا سماع سننا کہ صرف وہ ہو اور قوال ہو اچھا تو ہے لیکن حریفوں اور ہم مشربوں کے ساتھ شراب ذوق پینے میں لطف ہی کچھ اور ہے تنہا پینے میں وہ لذت کہاں۔سماع تنہا سننے میں تنہا اضطراب سے نپٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

مجلس سماع میں گانے والے کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے

(۶۷) مجلس سماع میں گانے والے کا باطہارت اور پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔اگر وہ گندا ہو تو اس کو مجلس سے نکال دیا جائے مجلس سماع میں اپنے گھر سے کچھ کھا کر آنا چاہیے اور جس وقت آنے کا وعدہ کیا گیا ہے اسی کے مطابق آنا چاہیے۔

دعوت دینے والے کی اجازت لیے بغیر کسی کو دعوت میں اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہیے۔

دعوت میں اپنے ساتھ کسی کو بغیر اجازت نہیں لے جانا چاہیے لیکن اگر کوئی معتبر اور باوقار آدمی ہے تو وہ اپنی جانماز، رومال اور جوتی سنبھالنے کے لیے کسی لڑکے کو ساتھ رکھ سکتا ہے۔مگر اس کو میزبان کی اجازت کے بغیر مجلس کے اندر نہیں بیٹھنا چاہیے۔اگر اس کو ساتھ رکھنے کی اشد ضرورت ہی وہ سمجھے تو اس لڑکے کو باہر چھوڑ کر پہلے صاحب خانہ سے اجازت مانگے کہ میرے ساتھ ایک لڑکا آیا ہوا ہے اگر آپ فرمائیں تو اندر بلا لیا جائے۔اگر میزبان اس کو کسی وجہ سے اجازت نہ دے تو اس کو اندر نہ بلائے اور اس بات پر کسی کو میزبان

سے رنجیدہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں کئی مصلحت ہے سب سے پہلے تو اس بارے میں ایک حدیث ہے کہ اگر کوئی شخص دعوت میں میزبان کی دعوت کے بغیر آجاتا ہے تو وہ دَخَل سارقًا وخرج مغیرًا۔ یعنی وہ چور کی طرح داخل ہوتا ہے اور لوٹ مار کر کے واپس جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صاحب خانہ نے چند افراد کے لیے معینہ طور پر کھانا پکوایا ہوگا اگر اس سے زیادہ افراد آجاتے ہیں تو کھانا گھٹ جائے گا اور سب کو زحمت ہوگی اور نہ صرف میزبان کو اس سے تکلیف ہوگی بلکہ مہمانوں کے سامنے شرمندگی بھی ہوگی تیسری بات یہ ہے کہ مجلس میں ہر ایک شخص اپنے دوست آشنا کو بلاتا ہے اگر کوئی بن بلائے اور ناپسندیدہ شخص آجاتا ہے تو سب لوگوں کو اس سے وحشت اور کبیدگی ہوگی۔ اگر کوئی شخص بغیر دعوت دیے کھانا کھا لیتا ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ کھانا جائز بھی ہوا یا نہیں اگر مان بھی لیا جائے کہ صاحب خانہ با حوصلہ ہے اور اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی لیکن اس کھانے والے کو کیا کہا جائے گا جس نے عجیب بے شرمی اور بے حمیتی کا مظاہرہ کیا ہے جیسا کہ صوفیا کا طریقۂ کار ہے آدمی کو اتنی عزت نفس ضرور ہونی چاہیے کہ کسی کے یہاں کھانا کھانے کے بعد وہ "مزد دنداں" یعنی شکریہ ضرور ادا کرے۔

تمام مجالس میں اور خاص کر کھانے کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب

(۶۸) مجلس میں آ کر صدر میں بیٹھنے کا ہرگز قصد نہ کرے جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے بلکہ پچھلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرے پھر لوگ اگر اس کو صدر میں بیٹھنے کے لیے لے جائیں تو صدر میں اس طرح بیٹھے جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ تھوڑی دیر صدر میں بیٹھ کر پھر نیچے بیٹھ جائے۔ اگر لوگ کسی کو پچھلی صف سے اوپر لے جانا چاہیں تو اس کو خواہ مخواہ لیت ولعل نہیں کرنا چاہیے کہ نہیں یہی جگہ ٹھیک ہے اوپر جانے کی کیا ضرورت ہے وغیرہ۔ کیونکہ الضیف کالجمل۔ یعنی مہمان اونٹ کی طرح ہے اس کو جہاں بٹھایا جائے بیٹھ جانا چاہیے۔ مجلس طعام میں کسی کو یہ خواہش نہیں کرنی چاہیے کہ سب سے پہلے طشت اسی کے سامنے لایا جائے۔ میزبان جس کی طرف پہلے لے جائے اور جس طرح کھلانا چاہے مہمان کو راضی رہنا چاہیے۔ اگر اس مجلس میں وہی بزرگ ہے اور لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے ہیں اور صدر میں لے جا کر نہیں بٹھا رہے ہیں تو برا نہ مانے۔ صدر جس جگہ بیٹھ جانا صدر وہی ہو جاتا ہے۔

دعوتوں میں کھانا کھانے کے آداب

(۱۶۹) مجلس طعام میں سب سے پہلے لقمہ منہ میں نہیں ڈالے انتظار کرے۔ جب سب لوگ کھانا شروع کریں تو وہ بھی شروع کرے۔ مجلس طعام میں اگرچہ وہ کم سے کم کھانے کی خواہش رکھتا ہو پھر بھی اس کو ایسا ظاہر کرنا چاہیے کہ اسے بہت اشتہا ہے اور وہ خوب سیر ہو کر کھائے گا۔ بے نیازی کے ساتھ ناک بھوں چڑھا کر دسترخوان پر نہ بیٹھے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ کچھ نہیں کھائے گا یہ طریقہ متکبر، خود نما اور مغرور لوگوں کا ہے یا پھر ان لوگوں کا ہے جو اپنے کو نازنین نازک بدن ظاہر کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے لقمے منہ میں نہ ڈالیں کہ اس سے آدمی حریص معلوم ہوتا ہے۔ لقمہ انداز سے منہ میں ڈالیں۔ جب تک دسترخوان پر سب لوگ کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں۔ آخر وقت تک وہ بھی کم از کم ہاتھ منہ چلاتا رہے تاکہ دوسرے کچھ لوگ اگر فارغ نہ ہوئے ہوں تو آرام سے سیر ہو کر کھالیں کیونکہ دسترخوان پر ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں کچھ زیادہ کھانے والے ہوتے ہیں۔ ہاتھ روک لینے سے انہیں کھانے میں شرم معلوم ہوگی اور وہ کم کھا کر ہی اٹھ جائیں گے۔ کھانا جو اس کے سامنے رکھا ہوا ہو وہی کھائے دائیں بائیں ادھر ادھر ہاتھ نہ مارے اگر سالن اور روٹی اس سے کچھ دُور ہو تو کوشش کر کے وہاں پر سے روٹی سالن لینا عزت اور وقار کے خلاف ہے۔ کھانا ترتیب کے ساتھ کھانا چاہیے یعنی پہلے روٹی، گوشت اور اچار وغیرہ ملا کر کھائے اس کے بعد چاول یا اور جو کچھ ہو پھر مٹھائی۔ سب کو گڈمڈ کر کے نہ کھائے۔ آش یا شوربہ کھانے سے پہلے یا بعد میں پیے۔ پہلے تو اس لیے پیے کہ اس سے معدہ بھر جائے گا اور زیادہ کھانا کھانے کی خواہش نہ رہے گی اور بعد میں اس خیال سے کہ کھانا ہضم کرنے میں مدد ملے گی۔ اگر کھانا اس کے حصہ کا کچھ رہ گیا ہو تو دوسرے کی طرف بڑھا دے لیکن اگر کوئی بڑا آدمی بغل میں بیٹھا ہو تو اس کے ساتھ یہ گستاخی نہ کرے۔ بعض لوگ اگر کسی کا حصہ شیرینی رکھا ہوا ہے تو اس کو اٹھا لیتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے یہ عزت اور عظمت کے خلاف ہے۔ ایک روٹی تک شیرینی لپیٹ کر لے جا سکتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ایک روٹی غلاف ہے اور دوسری خلاف۔ اپنے حصہ کے علاوہ دسترخوان پر سے کوئی چیز کسی کو نہیں دینا چاہیے۔ البتہ اگر وہ مہمان خصوصی ہو تو پھر وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ پنکھا جھلنے والے اور مکھی اڑانے والے کو دسترخوان سے اس کا حصہ ملنا چاہیے۔

دستر خوان پر کوئی لذیذ کھانا کسی کے لیے مخصوص نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی مریض ہے اور اس کو پرہیزی کھانے کی ضرورت ہے تو پھر مضائقہ نہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر اس میں سے کچھ اور لوگوں کو بھی دے دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ وہ ان بڑے لوگوں کی جماعت میں شامل نہ ہو جو تنہا کھاتے ہیں۔ خاص و عام سب کا کھانا ایک سا ہونا چاہیے۔ اور اگر کھانے کی کئی قسمیں ہوں تو سب کے لیے ہوں۔ کھانا اس طرح نہ کھائے کہ ہاتھ اور انگلیاں کھانے میں گڈمڈ ہو جائیں۔ لب اور منہ وغیرہ کو آلودہ نہ ہونے دے۔ لقمہ تین انگلیوں سے اٹھائے لیکن بعض کھانے ایسے ہیں جو تین انگلیوں سے نہیں اٹھائے جا سکتے ان کے لیے اجازت ہے پیٹ کو کھانے سے بہت زیادہ پُر نہ کرے بلکہ کچھ بھوک رہتے ہی چھوڑ دے۔ کھانے کی تعریف بہت زیادہ نہیں کرے۔ کہ سبحان اللہ کتنا لذیذ اور عمدہ پکا ہے۔ اور نہ برائی نکالے۔ اگر اس کو اچھا معلوم ہو تو کھائے نہ اچھا معلوم ہو تو خاموشی سے ہاتھ کھینچ لے۔ لیکن جو کھانا پکوانے والا اور صاحب طعام ہے اس کو کھانے کی اچھائی برائی دیکھنا ضروری ہے تاکہ باورچی آئندہ سے احتیاط کرے۔ اس سے اسراف اور مال کا ضیاع نہیں ہوگا۔ کھانے کے وقت بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو فارغ رکھے۔ اس طرح کھانا کھانا سنت ہے۔ مگر ہمارے شیخ اور دوسرے مشائخ کے نزدیک اگرچہ یہ سنت ہے لیکن سنت ھدیٰ نہیں ہے

کلی اور خلال کرنے کے آداب

(۷۰) کھانا کھانے کے بعد خلال ضرور کریں لیکن نشستہ مجلس میں اس طرح نہ کریں جو بدنما معلوم ہو۔ کنارے ہٹ دانت میں پھنسے ہوئے ریزوں کو نکالیں۔ مجلس میں طشت کے اندر کلی نہ کریں۔ البتہ ضعیفی یا کبرسنی کی وجہ سے اگر ضروری ہو تو طشت میں کرلیں لیکن اگر کنارے زمین پر کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح کی باتوں کو آداب طعام میں شامل کر لیا گیا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ احیاء العلوم وغیرہ میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

کھانا کھانے کے دوران یا کھانا کھانے کے بعد پانی پینے کے آداب

(۷۱) کھانا کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پئیں اس سے پرہیز بہتر ہے۔ اس لیے کہ ہاتھ منہ گندہ ہونے کی وجہ سے گلاس بھی گندہ ہو جائے گا اور حاضرین کو کراہیت معلوم ہوگی۔ کھانے کے دوران پانی پینے سے معدہ میں برودت پیدا ہوگی اور معدہ میں گڑبڑی پیدا ہوگی۔ کھانا معدہ میں جاتا ہے تو وہ پہلے

اپنا انہضام کا کام شروع کر دیتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد ہضم کرنے میں مزید مدد طلب کرتا ہے اس وقت پانی پینے سے کھانا جلد ہضم ہوگا۔ بعض لوگ دستر خوان پر پانی ہی نہیں رکھتے۔ یہ صحیح نہیں اس لیے کہ بعض مرتبہ خشکی کی وجہ سے کھانا گلے میں پھنستا ہے۔ اور یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ کس آدمی کو ضرورت ہوگی۔ دستر خوان پر کھانا اگر چھوٹ جائے تو اس کو باندھ کر رکھنا نہیں چاہیے البتہ اگر اس کا حصہ لگا کر علیحدہ رکھ دیا گیا ہو تو مرضی ہو اٹھالے نہ مرضی ہو چھوڑ دے۔

کھانے کے بعد میزبان کا شکریہ ادا کرے

(۷۲) کھانا کھانے کے بعد جب مہمان جانے لگے تو میزبان کا ہاتھ پکڑ کر عنوان شائستہ سے اس کا شکریہ ادا کرے، کھانا کھانے کے دوران یا بعد میں ڈکار نہیں لینا چاہیے۔

کھانے کے دوران یا بعد میں آدمیوں کے سامنے ڈکار نہ لے

بعض لوگ بہت زور زور سے خراب طور پر ڈکار لیتے ہیں یہ اچھا نہیں ہے البتہ اگر کوئی مرض کی وجہ سے کرتا ہو تو اسے معذور سمجھا جائے۔

صوفی زیادہ تر روزہ دار رہتا ہے۔ اس کے کھانا کھانے کا وقت خاص ہے

(۷۳) صوفی کو زیادہ تر روزہ دار ہونا چاہیے۔ اس کے کھانے کا وقت عشاء کی نماز کے بعد یا "چاشت فراخ" یعنی دوپہر کے قریب ہونا چاہیے۔ جس نے اس کی عادت کر لی وہ حکیمانہ روش پر چلا۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر دو وقت سے زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اور وہ دو وقت بھی اتنا ہی کھائے کہ دونوں وقت کا ملا کر ایک وقت کے کھانے کے برابر ہو۔ کھانے کے دوران لاالٰہ الا اللہ یا اسی طرح کا ذکر کرتا رہے۔ زیادہ کھانا کھانے کے خیال سے رات کے کھانے میں زیادہ اہتمام نہ کرے۔ انواع و اقسام کے کھانے مرغن اور اشتہا بڑھانے والے نہ تیار کرائے۔ اور اگر کسی دستر خوان پر یہ سب موجود ہو تو اس کا خیال رکھے کہ ہر ایک قسم میں سے کچھ نہ کچھ کھانے کے بعد بھی مجموعی مقدار کم ہی ہو۔

اکل حلال میں بہت محتاط رہنا

(۷۴) قدیم زمانے کے صلحا کھانے کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ ان کی احتیاط کو جو وہ اکل حلال کے سلسلے میں کرتے آج بتایا جائے تو افسانہ معلوم ہو۔ اتنی سختی نہ ہونے کے باوجود بھی

انسان کو اس بارے میں کافی محتاط ہونا چاہیے۔ کھانا کھانے کے دوران اپنے معمولات اوراد کے علاوہ دوسرا ورد کرتا رہے اس سے کچھ تلافی ہوگی۔

مہمان اور میزبان کے آپس کے آداب

(۷۵) کھانا اگر ساتھ کھا رہے ہوں تو ہر کھانا مل جل کر کھانا چاہیے تاکہ ساتھ والا راضی اور خوش رہے۔ مہمان کے سامنے جو کھانا پیش کیا جائے وہ زود ہضم ہونا چاہیے کہ معدہ میں ثقالت اور ریاح نہ پیدا کرے۔ اور اپنی استطاعت بھر میزبان کی خاطر داری میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اپنی حیثیت سے فاضل کی بھی ضرورت نہیں۔ مہمان کو بھی چاہیے کہ جو کچھ اس کے سامنے پیش کیا جائے اس کو خندہ روئی سے قبول کرے البتہ اگر میزبان صاحب استطاعت ہے پھر بھی وہ کھانا اپنی حیثیت کے مطابق نہیں پیش کرتا ہے تو مہمان کے دل میں کچھ رنج کا آجانا فطری ہے۔ اگر کسی کو دعوت دی جائے تو اس کو خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔ اور لے جانے کے لیے سب سے اچھی چیز نقد روپیہ ہے۔ کیونکہ نقد سے ہر طرح کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز لے کر کوئی جائے اور اس کو ضرورت نقد کی ہے تو اس چیز سے نقد کی ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔ نقد میں بھی روپیہ یا اشرفی لے جائے تو ٹوٹا کرا کر لے جائے کیونکہ وہ فوراً کارآمد ہوتا ہے۔ سامان اگر لے جانا ہے تو ایسا لے جانا چاہیے۔ کہ جس کیلیے لے جایا جارہا ہے اس کے مصرف کا ہو یا پھر وقت، مقام اور حالت کے مطابق سامان لے جانا چاہیے مثلاً کسی شخص نے تجھ کو باغ میں (گارڈن پارٹی) مدعو کیا ہے تو اس موقع اور مقام کے مناسب جو چیز ہو وہی لے جانا چاہیے۔ یا اگر کسی نے لڑکی کی شادی میں بلایا ہے تو پھر سونا چاندی جو اس موقع کے لحاظ سے مناسب ہو لے جانا چاہیے۔ پھول اگر کسی کے لیے لے جانا ہو تو کانٹے وغیرہ سے صاف کر کے لے جاؤ۔ لیکن پھول کے چاروں طرف جو غلاف کی طرح پتیاں ہیں ان کو رہنے دیا جائے کیونکہ اس سے پھول کی تروتازگی اور شادابی دیر تک رہتی ہے۔ اور ہاتھ کی گرمی پہنچنے سے پھول جلد مرجھاتا نہیں ہے ورنہ نم جب اسے ہاتھ سے پکڑ کر ناک کے پاس لے جاؤ گے وہ جلد ہی مرجھا جائے گا البتہ مزار پر پھول چڑھانا ہو تو پتہ وغیرہ صاف کر کے صرف پھول چڑھانا چاہیے۔

کسی دوست کو چھری کا تحفہ دینا

(۷۶) اگر کسی کو چھری تحفہ دینا ہو تو اس چھری کے ساتھ اس کو سوئی تاگا بھی لے جانا چاہیے۔ اس لیے کہ چھری کاٹنے کا آلہ ہے اور سوئی تاگا سینے اور جوڑنے کا۔ دونوں کو ایک ساتھ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کسی کے پاس صرف کاٹنے والا لے جائیں گے تو وہ بُرا مانے گا اور اس کو فال بد تصور کرے گا لیکن جب سینے اور پیوند کرنے کا آلہ بھی ساتھ ہوگا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک سے کاٹو اور دوسرے سے سیو۔ جیسا کہ درزی کپڑے کو کاٹتا ہے اور پھر پیراہن اور پائجامہ سیتا ہے۔

برتن یا اور کوئی چیز بطور تحفہ لے جانے کے آداب

(۷۷) کوئی برتن جیسے ڈبہ یا قاب وغیرہ کسی کے پاس خالی نہ لے جائیں۔ اس برتن کی مناسبت سے کچھ چیز بھی اس میں ضرور رکھ لیں۔ مثلاً کنگھی دان لے جائیں تو اس میں کنگھی رکھ لیں۔ اسی طرح دوسرے ظروف میں بھی کوئی پھٹی ہوئی، کالی، اور میلی کچیلی چیز، یا ایسی شئے جس پر قبر کی تصویر وغیرہ ہو، خواہ وہ کسی بزرگ ہی کی ہو؟ یا کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کیا ہوا کھانا کسی کے سامنے صبح صبح نہ لے جائیں۔ تم کہو گے یہ تو بزرگوں کا تبرک ہے۔ بات تو صحیح ہے لیکن ہے تو مُردوں کا۔

روٹی کھانے کے آداب

(۷۸) روٹی کو ٹکڑے کر کے نہیں کھانا چاہیے۔ جو روٹی بھی کھائیں مسلم کھائیں۔ آدھا کھانے کی خواہش ہو تو آدھا ہی کھا کر چھوڑ دیں۔ یہ نہیں کہ آدھی روٹی کھایا اور پھر دوسری روٹی پر ہاتھ مارا اور پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیا۔ البتہ اگر سالم روٹی کو اس لیے ٹکڑے ٹکڑے کریں کہ ان ٹکڑوں کو چھوڑا نہیں جائے گا بلکہ باورچی اور کام کرنے والے بچے کھا لیں گے تو ٹھیک ہے جتنی مرضی ہو ٹکڑے کر کر کے چھوڑیں۔ اگر کسی کے لیے کھانا لے جانا ہو تو قلیل مقدار میں نہ لے جائیں بلکہ اتنا لے جائیں کہ اگر اس کے ساتھ کوئی اور آدمی ہو تو سب کو کافی ہو جائے۔ درویشوں کا مقولہ ہے کہ جو خالی آتا ہے خالی جاتا ہے۔ اس لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے جانا چاہیے۔ درویشوں کی اپنی یہی روش ہے۔ کئی آدمیوں کے درمیان اگر چند روٹیاں ہوں تو مناسب ہے کہ ان روٹیوں کو توڑ کر درمیان میں رکھ دیں تاکہ پتا نہ چلے کہ کس نے کتنا کھایا۔ جو کہ کم کھانے والا ہے اس کا بھی پتا نہیں چلے گا اور جو زیادہ کھانے

والا ہے اس کا حال بھی کسی کو نہیں معلوم ہوگا پوشیدہ رہے گا۔ پھر اس طریقے سے یہ بھی اشارہ ہوتا ہے کہ ہم ٹکڑا کھانے والے لوگ ہیں۔ ان ابدال کا بھی عجب تماشا دیکھنے میں آتا ہے جو کھانا ان کے سامنے لایا جاتا ہے اس میں سے کچھ وہ منہ میں بھر لیتے ہیں۔ خوب چباتے ہیں پھر اس کو تھوک دیتے ہیں، کلی کر دیتے ہیں کلی کرنے کے دوران جو پیٹ کے اندر کچھ غذا کے ریزے چلے جاتے ہیں وہی ان کا کھانا ہوتا ہے۔ اور یہ کئی روز کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ خلق خدا کے سامنے بھی وہ اپنے کو اس قدر حقیر اور ذلیل دکھلاتے ہیں جیسے ان سے زیادہ حقیر اور چھوٹا کوئی ہے ہی نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام ملنے والوں کے درمیان جو ان کی عظمت اور عزت ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی جیسا کہ تو نے سنا ہوگا شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز ایک مرتبہ سماع میں تھے۔ شیخ حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز ان کے قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے ان کا سر خود نہیں اٹھایا بلکہ ایک خادم کی طرف اشارہ کیا کہ اٹھائے۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز سے کسی نے اس بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز مقام کبریا میں تھے۔ اور اس عظمت کا پستی سے کیا میل۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اختیار ذل نفس کے برابر ہے تو ایک طرف اگر یہ ذل نفس ہے تو دوسری طرف وہ عین عزت بھی ہے۔ کیونکہ دل میں یہ بات آتی ہے کہ میں ایسا آدمی ہوں کہ اتنی عزت اور بڑائی کے باوجود بھی اپنے کو ذلیل کرتا ہوں۔ میزبان پر زیادہ بوجھ نہیں دینا چاہیے اور جو چیز وہ نہیں فراہم کر سکتا ہو یا اس کی فراہمی میں دشواری ہو اس سے نہیں مانگنا چاہیے۔ جواں مرد اور صاحب حوصلہ کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔ بخیل آدمی کی دعوت نہیں قبول کرنی چاہیے، نہ اس کے گھر جائیں اور نہ اس کا کھانا کھائیں۔ بلکہ خوش اسلوبی سے منع کر دیں۔ خود نما اور متکبر آدمی کے گھر بھی نہ جائیں۔ جو آدمی محض دکھلاوے یا اپنی تفریح کے لیے کھانے میں بہت تکلف کرے اس کی دعوت قبول کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ دوستوں کی دعوت کرنا اجنبی فقیروں کو کھلانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر کسی سے قرابت داری ہے تو وہ سب سے مقدم ہے۔ اور اگر کسی سے قرابت داری کا سلوک ہے تو خواہ وہ معمولی ہی آدمی ہو اس سے لین دین ہونا چاہیے۔

(۷۹) صوفیا کو اپنی روش

صوفیا کو اپنے اخراجات سے کسی کو مطلع نہ کرنا چاہیے اپنا معاملہ صرف خدا سے اس کو رکھنا چاہیے

بنا لینی چاہیے کہ ان کے خرچ سے کوئی واقف نہ ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ صوفیا کا معاملہ صرف خدا سے ہے۔ اس لیے ان کے معاملات سے سوائے خدا کے کسی کو واقفیت نہیں ہونا چاہیے۔ جو شخص مجلس اور محفل میں بخشش کرتا ہے اس کو پوشیدہ طور پر کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص لباس مانگے تو اس کو دے دینا چاہیے لیکن آدمی کو بھی یہ نہیں چاہیے کہ کسی سے اور خاص کر صوفیا سے کوئی خاص جامہ مانگے کہ یہ جامہ یا یہ دستار یا یہ ٹوپی مجھ کو عطا ہو۔

پیر کی خدمت میں جامہ ہدیہ پیش کرنا

(۸۰) مرید ہر جامہ اپنے پیر کی خدمت میں ہدیہ پیش کر سکتا ہے سوائے طاقیہ (چوگوشیہ ٹوپی، صوفیا کی) کے۔ لیکن اگر طاقیہ نیا ہو اور کسی نے اس کو پہلے استعمال نہ کیا ہو تو ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

پیر کے سامنے جانے بیٹھنے اور کھانا کھانے کے آداب

(۸۱) مرید جب اپنے شیخ کے سامنے حاضر ہو تو اس کی دو صورت ہونی چاہیے یا تو وہ دونوں آنکھیں کھلی ہوئی پیر کے چہرے پر رکھے جیسے عاشق محبوب کو دیکھتا ہے۔ یا اپنے قدم یا سینہ کی طرف نظر رکھے۔ پیر کے سامنے نہ زیادہ تیز چلے اور نہ بہت آہستہ۔ اور جو کچھ بھی وہ لایا ہو اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کر دے۔ مگر قرآن شریف یا دعا کا کاغذ کہ یہ سب مشائخ تبرک میں دیتے ہیں۔ پیر کے سامنے جب حاضر ہو تو اپنا چہرہ زمین کی طرف جھکا دے لیکن اس طرح نہیں کہ جیسے سجدہ کر رہا ہو یعنی ناک اور پیشانی گرد آلود نہ ہو۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ اسی طرح فرماتے تھے۔ پیر کے سامنے سے جب واپس جائے تو اس کا خیال رکھے کہ اس کی پشت پیر کی طرف نہ ہو۔ جس طرح باطن میں وہ پیر کی طرف متوجہ ہے ظاہر میں بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔ مگر خادم یا ملازم کے لیے جس کو دن میں کئی مرتبہ حاضر ہونا پڑتا ہے اور بہت سا کام جلد انجام دینا ضروری ہے ایہ پابندی نہیں ہے کیونکہ اس طرح شیخ کے کام کا نقصان ہوگا۔ لیکن پھر بھی اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ پہلا قدم اٹھاتے ہی پیر کی طرف پشت نہ کر دے۔ بلکہ ایک دو قدم پیچھے ہٹ کر مڑے۔ مجلس میں جب بیٹھے تو پیر کی طرف نظر رکھے یا اپنے سینہ کی طرف، دائیں بائیں نہ دیکھے اور نہ آنے والے جانے والے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ پیر کے سامنے جب بیٹھا ہو تو جب تک پیر نہ اٹھے کسی کو دیکھ کر نہیں اٹھنا چاہیے۔ یہ پیر کی موافقت میں کرے۔

پیر اٹھ جائے اور خود کاہلی یا اور کسی وجہ سے نہ اُٹھے یہ بہت بُری بات ہے۔ پیر کے سامنے بیٹھ کر اونگھنا نہیں چاہیے۔ اگر نیند ستا رہی ہو تو مجلس سے باہر چلا جائے۔ پیر کے سامنے بیٹھ کر وردا ور تلاوت نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ پیر کو چھوڑ کر نفل نماز پڑھنے میں مشغول ہونا چاہیے۔ پیر کے سامنے بیٹھ کر پان نہیں چبانا چاہیے۔ مگر ہاں جب پیر خود عطا کرے یا اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پیر کے سامنے اُونچی آواز سے نہ بولے اور نہ کسی کو بلند آواز سے پکارے۔ پیر کے سامنے اگر کھانا کھا رہا ہو تو قرینے سے کھائے، چھوٹا چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالے۔ ہتھیلی اور انگلیوں کو کھانے سے گندہ نہ کرے۔ اگر سچا مرید ہے تو پیر کی محبت اور عشق کی وجہ سے اس کا حلق اتنا خشک رہے گا کہ ایک دانہ حلق سے نہیں اترے گا لقمہ کا کیا سوال ہے۔ اب اور زیادہ میں کیا کہوں۔

(۸۲) اپنے شیخ کو امور بشری میں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھنا

انسانی ضروریات میں مرید شیخ کو اپنے ہی جیسا آدمی سمجھے البتہ شرعی امور میں اس کو پیغمبروں میں شمار کرے۔

چاہیے بلکہ اس سے بھی گیا گزرا۔ لیکن امور الٰہی میں اس کو پیغمبروں کی طرح جانے۔ اور میں نے جو گیا گزرا کہا وہ اس بنا پر کہ شیخ عارف ہوتا ہے اور عارف کا نفس بھی عارف ہی ہوتا ہے اور جب نفس میدان عرفان میں خود ہی تگ وتاز کرنے لگے۔ تو پھر اس کو قابو میں لانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی گندگی اور فحاشی کچھ زیادہ ہی ہوگی۔ تو نے سنا ہو گا جو لوگوں نے کہا ہے کہ مقام ولایت میں گناہ کرنا مراجعت کی دلیل ہے، مقام محبت میں محبت کے ختم ہونے کی اور مقام معرفت میں کمال معرفت کی دلیل ہے۔

(۸۳) اگر کوئی شخص مجلس سے بغیر سبب

پیر کی مجلس سے اس کی اجازت کے بغیر نہ اُٹھے اور پیر سے کچھ نہیں مانگے

یا مصلحت کے اٹھتا ہے تو لوگ اس کو حماقت اور کمینہ پن پر محمول کریں گے اور خاص کر پیر کے سامنے سے اور اس کی اجازت کے بغیر۔ ہر مرتبہ جب پیر اس کی طرف نظر کرے تو اس کو زمین کی طرف منہ کر دینا زیادتی ہوگی پیر کے لیے بھی دشواری ہوگی البتہ نظر نیچی کر لے اور اپنے کو سنبھالے رکھے۔ پیر سے کوئی چیز نہ مانگے مگر پڑھنے کی

چیز اور اگر دل پر زور دے کر اپنے نفس پر قابو پالے تو یہ اور بہتر ہے۔ اگر خود پیر کے دل میں آئے اور وہ کچھ فرمائے تو اس سے افسزونی بھی ہوگی اور سلامتی و استقامت بھی۔ اگر کوئی شخص پانچ آیت پڑھ سکتا ہے یا غزل کہنا جانتا ہے تو جب تک پیر حکم نہ دے اس کے سامنے اس کو نہیں پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی کا یہی کام ہی ہو جیسے مطرب تو پھر کوئی حرج نہیں۔

مرید شیخ کی مجلس کو حق تعالیٰ کی مجلس سمجھے

(۸۴) مرید شیخ کی مجلس کو حق تعالیٰ کی مجلس سمجھے۔ اس لیے کہ وہ حق پر ہے۔ اپنے کو اور پیر کو ایک پلہ میں نہ رکھے۔ بیگن کدو کے بیچنے کا دوسرا ترازو ہوتا ہے اور مروارید اور لعل کو وزن کرنے کا دوسرا۔ شیخ کے پاس بہت زیادہ نہیں رہنا چاہیے۔ پیر ہر طرح آراستہ ہے اکمال معرفت کے سوا اس کا کوئی عیب نہیں۔ تیرا اس سے کیا مقابلہ

مرید کے لیے پیر کا حکم بجا لانا ضروری ہے

(۸۵) پیر جو کچھ حکم دے اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ شرع کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر شرع کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت اور بجا آوری ضروری ہے۔ اور اگر شرع کے خلاف ہے تو تامل اور غور کرنا چاہیے۔ اگر کوئی تاویل اس کی ہوتی ہو تو بجا لائے۔ پیر اُن علوم سے واقف ہے جس کو تم نہیں جانتے ہو اور نہ تمہیں اس کا شعور اور خبر ہے۔ خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو تم نے سُنا ہوگا۔ راہ سلوک میں لوگ اس کو پیش نظر رکھتے ہیں اور پیر کے تمام تصرفات کو خضر علیہ السلام کا تصرف تصور کرتے ہیں۔ خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو مار ڈالا۔ اس سے بڑھ کر بڑا گناہ اور کیا ہوگا۔ وما فعلتہ عن امری (یعنی میں نے یہ کام نہیں کیا) بتاتا ہے کہ کیا معاملات ہوتے ہیں اور پیر کیا کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ خضر علیہ السلام کا مافعلتہ عن امری کہنا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا کی مرضی سے ہوا۔ اس سے تم سمجھو کہ پیر کون ہے اور اس کی کیا شخصیت ہوتی ہے۔

پیر کے سامنے مراقبہ

(۸۶) پیر کے سامنے ذکر و ورد اور مراقبہ میں مشغول نہ ہو بلکہ سامنے پیر کی طرف متوجہ رہے۔

اور ذکر میں مشغول نہیں ہونا چاہیے سارا مراقبہ اور ذکر اس کی حضوری ہے تو بھی اس کے حضور رہ۔ پیر اگر سویا ہوا ہو تو یہ نہ سمجھ کہ وہ واقعی سویا ہوا ہے اور اگر جاگ رہا ہے تو یہ نہ سمجھ کہ وہ نیند سے اٹھ گیا ہے یا بیدار ہو گیا ہے۔ وہ خواب میں ہے یا بیداری میں تجھے کچھ نہیں معلوم۔ پیر سے غافل ہونا مکمل حرماں نصیبی ہے۔ اس کی ایک بات تجھ کو اس جگہ پہنچا دے گی جہاں سو سال تک خدا کی سچائی کے ساتھ عبادت کرنے پر بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو کسی نہ کسی کام میں مہارت ہوتی ہے پیر راہ حق کی رہبری میں استادی اور مہارت کاملہ رکھتا ہے وہ طویل اور مختصر راستے سے واقف ہے۔ منزل کو پہچانتا ہے۔ سیدھے راستے سے دائیں بائیں گھوم کر پہاڑی اور چٹانوں سے اترتے چڑھتے وہ راہ نکال لیتا ہے جہاں سو سال میں بھی رہروان مسلک خود نہیں پہنچ سکتے۔ اس لیے وہ جو کچھ حکم دے اس کی بجا آوری ضروری ہے۔ اگر وہ کوئی ایسا حکم دے جو بہ ظاہر اُس سے متعلق معلوم ہو تو تو اس کو اپنے بارے میں عظیم رحمت سمجھ۔ اور ہمیشہ اس پر کاربند رہ۔ پیر کے رفتار و گفتار اور دستار کی پیروی مریدوں کے لیے پہلی شرط ہے۔ پیر کا نام چھوٹے بڑے ہر ایک کے سامنے زبان پر جاری رکھ اپنے دل میں پیر کا تصور رکھنے کے لیے کوئی وقت، محل اور حال معین نہ کر۔ ہر وقت، ہر حال میں اور ہر جگہ اس کا تصور دل میں کیے رہ۔ پیر متجلی ہے۔ مرید کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ پیر صاحب نفس ہے یعنی کوئی نفس اس کا مشاہدۂ غیب کے بغیر نہیں گزرتا ہے۔ جب مرید کا دل پیر کے دل کے سامنے حاضر ہو گا تو کبھی ایسا اتفاق ہو سکتا ہے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے۔ پیر متجلی ہے انوار قدسی اس پر ہمیشہ متجلی اور روشن ہیں۔ جس وقت انوار قدس کا عکس اس پر ظاہر ہو گا اور مرید کا دل اس کے سامنے آجائے گا تو عکس کا عکس مرید کے دل پر ضرور پڑے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ آفتاب سامنے ہے۔ دیوار میں عکس ڈالنے کی گرچہ کوئی قابلیت نہیں ہے لیکن اجرام فلکی میں سے ایک ایسا جرم (جسم) اس کے سامنے آگیا ہے جس میں عکس ڈالنے کی قابلیت ہے اس لیے اس کو بھی حصہ اس میں سے مل گیا۔ پیر ہزاروں مشقت اور زحمت کے بعد اپنے دل کو عکس پذیر ہونے کے لائق بناتا ہے اور مرید اس سے بے مشقت اور ریاضت کے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیر کی طرف متوجہ رہنے سے تیرے دل پر کیا اثرات مترتب ہوں گے۔

مرید ہمیشہ اپنے کو پیر کی حراست میں سمجھے

(۸۷) مرید ہمیشہ اپنے کو پیر کی حفاظت میں سمجھے۔ اور کوئی کام اگر اس سے ہو جائے تو یہ گمان نہ کرے کہ اس سے ہوا ہے بلکہ اس کو اللہ کی توفیق اور شیخ کی مدد کی بدولت سمجھے جو شخص اس پر کاربند رہا اور ہمیشہ رہا چند دنوں کے بعد وہ جدھر دیکھے گا ادھر پیر کو پائے گا۔ پیر صورت اور معنی دونوں رکھتا ہے اس کی صورت سے متعلق ہو جا کہ اس کے معنی کا فیض بھی اس کی صورت ہی سے ملے گا۔ جب تو اس کی صورت سے متعلق ہو جائے گا تو یقیناً اس کا فیض تجھ پر تجلی کرے گا۔ امتوں کو حکم ہے کہ نبی کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ جو کچھ نبی کو آئے تم بھی اس سے فیض یاب ہو۔ پیر اور مرید کے درمیان بھی یہی بات ہے۔ صوفیاں متاہلہ کہتے ہیں کہ مرید پیر کے دل میں اللہ تعالےٰ کو دیکھتا ہے اور پیر مرید کے دل میں اپنے کو دیکھتا ہے۔ پیر کی صورت کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔

پیر کے ساتھ مرید کو کس قسم کا اعتقاد رکھنا چاہیے

(۸۸) کم سے کم اعتقاد جو مرید کو اپنے پیر سے رکھنا ضروری ہے اور جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں وہ یہ ہے کہ پیر کے ہر کام کو مرید من جانب اللہ سمجھے۔ مرید کو ہمیشہ سمجھنا چاہیے کہ پیر کے قدم سے بڑھ کر کوئی قدم نہیں ہے۔ جب تک پیر زندہ ہے مرید کو جاننا چاہیے کہ اس کے پیر سے بڑھ کر کوئی شخص دنیا میں نہیں ہے اور اگر کسی طرح مرید کے دماغ میں یہ بات آجائے کہ اس کے پیر سے بھی اچھا کوئی شخص موجود ہے تو اس کی توجہ اور اعتقاد ختم ہو جائے گا۔ مثلاً فرض کیجیے پیر کے مرشد ہیں۔ تو مرید کو اتنا ضرور سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ اس کو اپنے پیر سے ملے گا پیر کے پیر سے نہیں ملے گا۔ اور وہ پیر کے مرشد تک بھی اپنے پیر ہی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا راستہ اس نے اختیار کیا تو منزل تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے پیر کی طرف متوجہ رہنے سے پیر کے پیر بھی اس پر شفقت اور لطف و کرم کی نظر رکھیں گے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ مرید صادق ہے اعتقاد کی گرہ جو اس نے اپنے پیر سے باندھی ہے وہ بہت مستحکم ہے۔ اس میں ذلت و خواری کا ذرا گمان نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت فریدالدین، شیخ قطب الدین اور شیخ معین الدین قدس اللہ سرہم کا قصہ میں نے کئی بار کہا ہے تو نے سُنا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا "تمام رات تم کیا کرتے ہو۔" انہوں نے جواب دیا "چوتھائی شب تک میں درود پڑھتا ہوں اور باقی وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے معاذ! اگر ہو سکے تو درود زیادہ پڑھو۔" چند دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی سوال کیا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "آدھی رات تک درود پڑھتا ہوں اور باقی وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔" رسول اللہ نے فرمایا "اے معاذ! اگر ہو سکے تو درود اور زیادہ پڑھو۔" کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی سوال دہرایا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "اے رسول اللہ رات کی تین چوتھائی تک درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتا ہوں بقیہ رات کے ایک حصہ میں اللہ کی بندگی کرتا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اب تم کو کیا گمان ہوتا ہے خدا کا کام بہتر ہے یا درود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا۔" معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کے رسول بہتر جانتے ہیں کہ معاذ ابتدائی راستہ بھی اپنے سے نہیں طے کر سکتا۔ البتہ آپ کے واسطہ سے عنقریب منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ مرید اور پیر اور پیر کے پیر کا حال بھی اسی پر قیاس کرو۔

پیر کے حکم کو سب پر مقدم جانے اور پیر کے ملازمین اور مقربین کے ساتھ رعایت اور احترام سے پیش آئے

(۸۹) اگر پیر کسی کام کے لیے کہے اور اس وقت نماز کا وقت آگیا ہو بلکہ فرض نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو۔ یہ بھی ڈر ہو کہ اگر جماعت کی نماز چھوٹ گئی تو پھر وقت ادائیگی کا نہیں ملے گا۔ اس کے باوجود پیر کے کام کو مقدم سمجھے اور فوراً کر دے کیونکہ نماز ادا ہو جائے گی۔ لیکن پیر کے کام کو دیر سے کرنے میں بہت زیادہ نقصان ہو جائے گا۔ تجھ کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ پیر آدمی ہوتا ہے اور بشریت سے وہ علیحدہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کے اضافات سے پاک و صاف ہے۔ اس کے کام میں اگر دیر ہو جائے گی تو وہ خفا نہیں ہو گا اسی لیے کہ غصہ پر اس کو قابو ہے۔ لیکن پیر کی خفگی اور غضب البشری خاصیت کے تحت ہے۔ اس لیے اس کے کاموں کی بجا آوری میں محتاط رہنا چاہیے۔ پیر کے مقربان اور نزدیک رہنے والوں کو کسی طرح رنجیدہ نہ کرنا چاہیے کہ وہ بشر ہیں اور بشریت ان کے ساتھ ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس وقت کس موقع پر

پیر سے تیری شکایت کر دیں اور تیرا کام بگڑ جائے ۔ اور تجھے خبر بھی نہ ہو ۔ اگر ایک مرتبہ پیر کو تجھ سے رنج پہنچ گیا اور تو نے اسے رنجیدہ کر دیا ۔ تو معاف کر دینے کے باوجود اس کے دل میں گرہ پڑی رہے گی اور برابر اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ اس شخص سے ایسی حرکت ہوئی تھی ۔

خواط انصاری رضی اللہ عنہ سے اسلام لانے کے بعد کچھ غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے خفا ہوتے تو وہ بات زبان پر لاتے اور فرماتے کہ تم لوگ وہ ہو جو پتھر پوجتے تھے مردار کھاتے تھے بچوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور صلہ رحم نہیں کرتے تھے ۔ تم لوگوں کی عزت مجھ سے ہوئی اور تم لوگوں نے ہم سے ہدایت پائی ۔ اور اس طرح ان کو زجر و توبیخ فرماتے کہ ان کا دل افسردہ ہو جاتا ۔ اس سے بڑھ کر زجر و توبیخ کیا ہو گی جو آپ فرماتے کہ کنتم ذلاًّ فاعزکم اللّٰہ بی ۔ آپ فرماتے اگر تم میں عقل ہوتی اور تم سمجھ دار ہوتے تو پتھر کا بت تراش کر اس کو نہ پوجتے ۔ عقل مند سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہیں کرتا ہے ۔ یہ طعن ایک دو پر نہیں بلکہ سب پر ہوتا ۔

پیر کا خوف خدا کے خوف سے بھی زیادہ ہونا چاہیے ۔ امام مالک کے مسلک کے بارے میں تم نے سنا ہو گا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالے کو برا بھلا کہتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی ۔ حد سے حد یہی ہو گا کہ وہ مرتد ہو جائے گا پھر وہ ارتداد سے توبہ کر کے لوٹ جائے گا ۔ لیکن اگر کوئی نبی کو برا بھلا کہتا ہے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اس کا قتل کرنا ضروری ہے اس لیے کہ نبی عالم نسب و اضافات سے ہے ۔ اگر اس کو گالی دیں گے اور برا بھلا کہیں گے مثلاً نعوذ باللہ کہ وہ نبی جھوٹا ہے تو یہ کھلی گالی ہے ۔ کذب اور صدق انسان کے امور نسبی سے ہے ۔ اگر برا بھلا کہہ کر کوئی توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی ۔ اور اس کے لیے اس میں ہلاکت ہے ۔ لیکن اللہ کو برا بھلا کہنے سے اس کو لگ نہیں جائے گا کیونکہ ذات باری جملہ نسب و اضافات سے پاک ہے غایت سے غایت یہی سمجھا جائے گا کہ اس بدبخت نے بے ادبی کی ہے وہ توبہ کرے گا تو اللہ اسے معاف کر دے گا ۔

۶

ان اشخاص سے جو اس کے پیر سے بدعقیدہ ہوں مرید کو دُور رہنا چاہیے۔

(۹۰) جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ تیرے پیر کی کھلم کھلا یا اشارتًا توہین و تذلیل کرتا ہے اس سے اس طرح دور رہ جیسے پرہیزگار آدمی شیطان سے رہتا ہے۔ اگر مصلحتًا تونے اس کی خوشامد اور مدارات روا رکھی تو تو گویا خوشامدی ہوا اور جس کو یہ حال معلوم ہوگا وہ یہی سمجھے گا کہ پیر کی طرف سے تیرے دل میں حمیت اور عقیدت نہیں ہے۔ جس طرح علوی لوگ یزید کے نام سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح مرید کو اپنے پیر کے مخالف اور بدعقیدہ لوگوں کے دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور جو آدمی پیر پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔

پیر کے جامہ کا احترام کرنا اور اس کو تبرک سمجھنا

(۹۱) پیر سے جو کپڑا یا ملبوس تجھ کو ملے اس کا احترام کرنا چاہیے اس کو پائمال نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن بستر یا نہالچہ وغیرہ اگر ہو جس پر قدم رکھنا ضروری ہے تو پھر مجبوری ہے۔ بغیر وضو اور طہارت کے اس جامہ کو ہاتھ سے نہ پکڑ۔ اور نہ استعمال کر۔ البتہ اوقات اور ایام متبرکہ جیسے عید وغیرہ میں اس کو تبرک کی طرح استعمال کر اور اپنے لیے ذریعہ خیر و برکت بنا۔

پیر کے بیٹھنے کی جگہ کا احترام کرنا

(۹۲) پیر کے بیٹھنے کی جگہ کی بہت عزت اور احترام کرنا چاہیئے اس طرف پشت نہیں کرنا چاہیئے اور وہاں پر جب کھڑا ہو تو عجز و انکسار کے ساتھ کھڑا ہو۔ پیر کی نشست کی جگہ کے سامنے اس طرح زمین کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا چاہیئے جیسے پیر اس جگہ پر موجود ہو۔ اور وہ ان کو دیکھ رہا ہو۔

برگزیدہ روحیں زماں و مکاں کا فاصلہ طے کیے ہوئے ہوتی ہیں

پیر برگزیدہ اور منتخب روحوں میں سے ہے اور برگزیدہ روحیں زماں اور مکاں کا فاصلہ طے کیے ہوئے ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں پیر مجلس میں بھی موجود ہے اور مدفن میں بھی۔ اگر مریدوں میں سے کسی نے اپنا دل صاف اور روشن کرلیا ہے تو پھر اس سے اس کی حقیقت پوچھ کہ وہ کیا کہتا ہے۔

پیر کے ساتھ قلبی تعلق اور ربط رکھنا

(۹۳) پیر کے ساتھ ربط قلبی کے بارے میں جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ سلوک کی کتابوں کی رو سے ہے۔ ذکر یا شغل ذکر کی ابتدا میں پیر کے ساتھ قلبی ربط براہ راست رکھنا چاہیے۔ اس بارے میں بہت کچھ میں بتا چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے سمجھ عطا فرمائے۔

شیخ کے دوستوں میں سے ہر ایک کو مرید کسی خاص وصف کے ساتھ متصف سمجھے۔

(۹۴) شیخ کے دوستوں میں سے ہر ایک کو کسی خاص نعمت کے ساتھ متصف سمجھنا چاہیے۔ پیر بحر ذخار کی مانند ہے جس سے ہر طرف نہریں نکلی ہوئی ہیں۔ ہر نہر سے کھیت میں پانی پہنچ رہا ہے جو بیج اس میں ڈالا جائے گا وہ درخت کی شکل میں نکل آئے گا اور پھل دے گا۔ ہر ایک نے پیر سے حسب استعداد اپنا حصہ لیا ہے اور مستفیض ہوا ہے۔

امور بشری میں پیر کی پیروی کرنے میں مرید کو احتیاط کرنا چاہیے

(۹۵) بشری امور میں پیر کی پیروی نہ کر۔ تو بشر ہے اور اپنے حالات اور احساسات سے بخوبی واقف ہے پیر کے بشری امور میں اتنی ہی پیروی کر جس میں تیرا نقصان نہ ہو۔ مثلاً پیر کی کئی ازدواج ہیں تو اس کی پیروی میں ہوس سے کام نہ لے۔ لیکن اگر تو خود اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر تو محسوس کرتا ہے کہ پیر دولت جمع کر رہا ہے تو اس بارے میں بھی تجھے یہی ہدایت ہے کہ پیروی نہ کر۔ پیر کے بارے میں تجھے یہ یقین ہونا چاہیے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ اس کا جمع کرنا اور خرچ کرنا سب اللہ کے حکم سے ہے۔ اس لیے تمام امور میں بغیر سمجھے بوجھے اس کی پیروی نہیں کرنا چاہیے۔

پیر کی پیروی معاملات میں ہے الہیات میں نہیں

معاملات یعنی عمل میں پیر کی اتباع کرنا چاہیے لیکن علم الہیات میں نہیں۔ بعض امور میں نے تفصیل سے بحث کی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر آدمی کو یکساں سمجھ نہیں ہوتی۔ پیر کو شجر موسیٰ کی مانند سمجھنا چاہیے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام شجر سے کلام سنتے تھے۔ پیر کے کلام اور ہدایات کو بھی اسی طرح سمجھ۔ اس کو ناممکن نہ سمجھ کہ اس درخت کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ کلام فرماتے۔ پھر اگر زبان کے

پردے میں وہ کلام فرمائے تو اس میں تعجب اور انکار کی کیا بات ہے۔ اسی طرح ہاتھ پیر اور آنکھ سب پر قیاس کرنا چاہیے۔ یہ حدیث شریف بی یسمع و بی یبصر تیری نظر سے گزری ہوگی اب اس پر مزید کیا لکھا جائے۔

پیر کے کلام کی تحقیق فقہا سے نہ کرنا چاہیے

(۹۶) اگر پیر کوئی بات کہے تو اس کی تحقیقات فقہا سے نہیں کرنی چاہیے اس کی تحقیق اور تفہیم بھی پیر ہی سے کر۔ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ یعنی اہل ذکر سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اسی موقع کے لیے آیا ہے۔ اس جگہ اہل ذکر سے مراد اہل مشاہدہ اور اہل معنی ہیں۔

مرید کو پیر پرست ہونا چاہیے

(۹۷) مرید کو پیر پرست ہونا چاہیے اس لیے کہ پیر انوار لاہوتی کا مظہر ہے۔ اس کے پردے میں اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کا احترام اور اطاعت کرنا اس کا نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور پرستش کرنا ہے اس درمیانگی کی صورت کا فائدہ حضوری ثابت کرنا ہے پیر کی صورت تیری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے اس کے ذریعہ غائب کا تصور ہو جاتا ہے۔ ورنہ غائب کے تصور میں بہت سے خطرات اور وسوسے حائل ہو سکتے ہیں۔

خلوت اور جلوت مرید کا بھی دو کام ہونا چاہیے

(۹۸) صوفیا خلوت اور جلوت پر بہت زور دیتے ہیں۔ اللہ کے ماسوی تخلیہ گمراہی ہے۔ جلوت میں اللہ کی طرف توجہ رکھنا لازمی ہے۔ اصل کام تجلّیہ ہے۔ اسی تجلّیہ کو ثابت کرنے کے لیے تخلیہ ہے۔ فنا و بقا، حضور و غائب کی طرح یہ دونوں بھی مکمل طور پر لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں خلوت ہوگی وہاں جلوت ہوگی اور جہاں جلوت ہوگی وہاں خلوت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

پیر کا تصوّر

(۹۹) پیر کا تصور اس طرح کرنا چاہیے جیسے وہ اس کے حضور اور اس کی مجلس میں ہمیشہ موجود ہے۔ پیر کو یا تو اپنے دل میں تصور کرے یا خود اپنے ہی کو پیر تصور کرے۔ بعض نیک بخت سمجھتے ہیں کہ یہ مراقبہ، مکاشفہ، مشاہدہ اور معائنہ نہیں ہے بلکہ روبرو ہے۔

پیر سے محبت اور دوستی

پیر سے دوستی ایسی ہونی چاہیے کہ بیوی بچے کوئی بھی اس کو پیر

سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ اگر مرنے کے وقت پیر کی یاد اس کے دل میں ہے تو زہے قسمت۔ بعض صوفیا پیر کو استاد اور معلم کی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے اور ہمارے خواجگان کے مسلک میں پیر معشوق ہے اور ہم لوگ اس کے عاشق ہیں۔ ان میں سے کسی کو ایک دوسرے سے جدا نہیں سمجھتے۔ ہم جنید رضی اللہ عنہ کو بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو یا اور کسی کو اس سے بہتر نہیں سمجھتے ہم لوگ پیر کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خدا کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ میں نے اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو اشعار اپنے خواجہ کی زبان سے خود سنے ہیں:۔

گفتم کہ پیامبری تو با پیر | گفتا کہ دوی زراہ برگیر
چوں نیک بد بدم این نکو بود | او و من و پیر ہر سہ او بود

پیر کے حکم سے جو ذرہ بھر فرق کرتا ہے وہ نیک بخت نہیں ہے مرید کو جو کچھ ملتا ہے پیر سے ملتا ہے

پیر کے حکم سے جو سر مو فرق کرتا ہے وہ نیک بخت نہیں ہے۔ پیر اللہ کا سفیر اور اس کے خزانہ کا امین ہے۔ جو کچھ تجھ کو ملے گا اس سے اور اس کے ہاتھ سے ملے گا۔

مبتدی مُرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہر واقعہ اور معاملہ کو پیر کے سامنے پیش کرے۔

(۱۰۰) مبتدی مرید کے لیے ضروری ہے کہ جو واقعہ یا حادثہ اس پر گزرے اس کو اپنے پیر کے سامنے پیش کرے۔ وہ اس کی تعبیر یا توجیہہ بیان کرے یا نہ کرے یہ اس پر منحصر ہے۔ لیکن متوسط اور منتہی مریدوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ تمام معاملات کو پیر کے سامنے پیش کریں۔ البتہ کوئی ایسی بات جو پیر یا راہ سلوک سے متعلق ہو بیان کردیں پیر سے کوئی راز کی بات جاننے پر اصرار نہ کرے۔ اور جو مخصوص وقت اس کے ساتھ گزر رہا ہے ہر شخص سے اس بارے میں گفتگو نہ کرے۔ خواب میں اولیا اور انبیا کو دیکھنے کے بعد بھی وہ فضیلت اور خوشی نہ محسوس کرے جو اپنے پیر کو دیکھنے کے بعد محسوس کرتا ہے۔ تمام بزرگانِ دین اور مشائخ کو صحیح راستہ اور حق پر سمجھے۔ لیکن اپنے پیر کی راہ کو زیادہ قریب اور مفید سمجھے۔ نماز میں پیر کا تصور طرفین سے کریں۔ یا تو اس کو اپنا امام تصوّر کرے یا اپنے دل میں جاگزیں پائے۔ پیر کے ساتھ وقت گزرنے کی حالت میں خطابت قرآنی کی طرف توجہ نہ دے کیونکہ پیر بھی اسی جگہ سے آیا ہے اور اپنی لو اور عکس بھی وہیں سے یعنی اللہ ہی سے لایا ہے۔

سماع میں سب کو پیر پر محمول کرنا چاہیے

(۱۰۱) سماع میں طلب، وصل و ہجر تمام بات کو اپنے پیر پر محمول کرنا چاہیے۔ نظارۂ جمال و حرکات و سکنات بھی پیر ہی کے ساتھ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کا یہ قصہ سننے کے لائق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اپنے شیخ کے خرقہ کے طفیل گانے والے سے جو شعر بھی میں نے سنا سوائے اپنے شیخ کی ذات پاک کے کسی پر محمول نہیں کیا۔ سماع کے دوران کیسے نازک حالات گزرتے ہیں لیکن شیخ نظام الدین محمد بداؤنی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں بھی سوائے پیر کی عظمت و بزرگی کے اور کوئی خیال نہیں گذرتا۔ اللہم اہدنا الی سواء الصراط۔

پیر کو ساقی کی طرح سمجھو

(۱۰۲) پیر کو ساقی کی طرح تصور کرو۔ کیونکہ شراب معرفت اور نگہداشت تجھ کو اسی کے ہاتھ سے مل سکتا ہے۔ تو نے سنا ہوگا کہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ قیامت کے دن ساقی کوثر ہوں گے اور جب تک ان کے دست مبارک سے جام نہ ملے گا پیاس نہ بجھے گی۔ پیر کو بھی اسی طرح سمجھ۔ حضرت مرتضیٰ مشائخ کے سردار ہیں اور پیر ان کا نائب ہے۔ نائب کو منوب ہی کی طرح جاننا چاہیے۔

مرید اگر اپنے پیر سے بڑھ جائے پھر بھی اس پر پیر کی پیروی واجب ہے۔

(۱۰۳) اگر مرید اپنے پیر سے بڑھ جائے پھر بھی اس کو اپنے پیر کی پیروی نہیں چھوڑنی چاہیے۔ کل قیامت کے دن آمنا وصدقنا اس کو مشائخ کی صف میں پیچھے ہی کھڑا کیا جائے گا اور ان تمام مراتب اور درجوں کے باوجود جو اس کو نصیب ہیں اس کو پیر ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ البتہ اللہ کے حکم سے یا حسب زمانہ یا اجتہاد صادق کی بنا پر اگر کوئی روش وہ نکالے تو یہ علیحدہ بات ہے اور اسے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔ لیکن پھر بھی اس کو پیر کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

مرید پیر پر درست اور مکمل اعتقاد رکھے اس لیے کہ وہ مقبول و موصول ہے

اگرچہ شرعاً کوئی معصوم نہیں ہے اور عاقبت کا خوف سب کے ساتھ ہے اس کے باوجود مرید اپنے پیر کو مقبول و موصول سمجھے۔ اور اس پر یقین رکھے اکثر مومنین اگرچہ اسی طرح کے بزرگ ہیں لیکن مرید ہر ایک کے لیے یہ اعتقاد نہیں رکھے ورنہ پیر کی طرف صحیح توجہ نہیں ہوگی۔

مرید اگر خواب میں یا واقعہ میں پیر کو مکروہ حالت میں دیکھے تو اس کو اپنی خرابی سمجھے۔

(۱۰۴) اگر مرید خواب میں یا واقعہ میں پیر کو یا نبی کو مکروہ حالت میں دیکھے تو اس کو اس کی طرف منسوب نہ کرے بلکہ اس کو اپنی حالت پر محمول کرے۔ اور جانے کہ یہ اس کی اپنی حالت کی تصویر ہے جو اس کو دکھائی گئی ہے۔ یا یہ سمجھے کہ دنیا میں کوئی حادثہ ہو سکتا ہے جس میں خلق اللہ کی حالت ایسی ہو جائے گی۔

مرید پیر کے معتقدین کے علاوہ کسی کے ساتھ نشست و برخاست اور مصاحبت نہ کرے۔

(۱۰۵) مرید اپنے پیر کے معتقدین کے علاوہ کسی کے ساتھ میل جول نشست و برخاست اور مصاحبت نہ رکھے۔ پیر کی ذات پر جو خرچ کرے اس کا احسان خود اپنے اوپر رکھے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔ کہ پیر کی برکت سے اس کو اللہ نے پیر کی خدمت کرنے کی توفیق بخشی۔ اور اگر پیر اس پر کوئی سختی کرے تو اس کو پیر کی یگانگت اور شفقت پر محمول کرے۔

پیر کے ظاہری جمال اور حسن پر مرید کا عاشق ہونا

(۱۰۶) اگر پیر صاحب جمال ہو اور مرید کو اس کے ظاہری حسن سے بھی عشق ہو جائے تو یہ اس کی خوش قسمتی ہے۔ زہے سعادت اور زہے نصیب محمد حسینیؒ خود اپنے پیر کے عشق میں مبتلا ہو چکا ہے اگر وہ داستان سناؤں تو تمہیں اس کے سننے کی طاقت نہ ہو گی۔ پیر کے ساتھ اعتقاد ایسا مستحکم ہو کہ اس کو خوارق عادت دیکھنے کی حاجت نہ ہو۔ چھوٹی بڑی ہر ایک بات کو مرید اپنے پیر کے سامنے پیش کر دے اگر پیر بہت مشغول اور مقبول ہو اور آنے جانے والوں کا ایسا سلسلہ لگا رہتا ہو کہ بات کہنی دشوار ہو تو ایسی حالت میں پیر کے ساتھ دل سے متوجہ ہو اور کام کو پیر پر چھوڑ دے۔ اور اس کے صحیح انجام کے لیے پیر سے درخواست کرے۔ شادی غمی اور مہمانی تمام امور میں اپنے پیر کے مریدوں اور متعلقین سے سروکار رکھے۔ اور ان لوگوں کے علاوہ کسی سے میل جول نہ رکھے۔ خواہ یہ لوگ عام لوگوں میں سے ہوں یا اہل حرفہ سے۔

پیر دودھ پلانے والی ماں کی طرح ہے اور مرید دودھ پینے والے بچے کی طرح۔ کسی حالت میں مرید کو پیر سے بے پروا نہ ہونا چاہیے

(۱۰۷) پیر دودھ پلانے والی ماں کی

طرح ہے اور مرید شیر خوار بچے کی طرح۔ دودھ پینے والا بچہ اگر ایام رضاعت میں دودھ پلانے والی ماں سے علیحدہ ہو جائے تو ہلاکت کا ڈر ہے۔ جب بچے ایام فطام یعنی دودھ چھوڑنے کی منزل میں پہنچتے ہیں تو اس وقت بھی اگر ان کی نگہداشت چھوڑ دی جائے تو وہ تباہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ اس دور میں داخل ہوتے ہیں جب کہ وہ خود سے اٹھ بیٹھ سکتے ہیں اور موذی اور مہلک کیڑے مکوڑوں سے اپنے کو دور رکھ سکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو تربیت اور نگہداشت کی سخت حاجت رہتی ہے ورنہ وہ خراب ہو جائیں گے اور ان کی مکمل طور پر تربیت نہ ہو سکے گی۔ اس کے بعد رہوف کا دور آتا ہے اس میں بھی ان کو تربیت کی حاجت باقی رہتی ہے ورنہ وہ بے ہنر رہ جائیں گے۔ بالغ ہونے کے بعد ان کے دیوانگی اور مستی کا دور شروع ہوتا ہے اس میں احتمال رہتا ہے کہ وہ خواہشات اور ہوا و ہوس کے دریا میں ایسا ڈوبیں جہاں سے ان کا نکلنا دشوار ہو جائے اس وقت ان کو اس ہلاکت سے نکالنے والا کوئی عالم، حکیم اور دانش مند ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اس پر شباب کا دور آتا ہے جس میں وہ خود سر ہو جاتا ہے۔ اس دور میں نہ تو اس کو دنیا کا تجربہ ہوتا ہے نہ اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے نہ حادثات سے اس کو پہلے سابقہ پڑا ہوتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا:

مرد خرد مند ہنر مند را عمر دو بایستے اندر شمار
تا بہ یکے تجربہ آموختے واں بہ دگر تجربہ بردے بہ کار

ایام جوانی سے بڑھاپے تک کی ایک عمر ہوتی ہے۔ اور بڑھاپے سے شیوخت اور از کار رفتگی کی دوسری عمر۔ تجربہ کار آدمی ہر چیز کو پہچاننا اور سمجھتا بوجھتا ہے۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا اور ہر کام کا موقع اور محل جانتا ہے۔ غرض یہ کہ مبتدی مرید جو اس راہ میں نو وارد ہے۔ دودھ پینے والے بچے کی طرح ہے اگر پیر سے جدا ہو جائے تو تباہ ہو جائے گا اور اس سے کچھ نہ بن پڑے گا مرید کے لیے ایام فطام کی ایسی مثال ہے جب کہ مبتدی مرید کو کچھ غیب سے ظاہر ہونے لگتا ہے جیسے نور و نار کی تجلی، کوئی صورت دیکھنا یا آواز سننا یا کوئی خواب دیکھنا۔ اس دور میں جس طرح بچہ خود سے بیٹھ سکتا ہے اور موذی اور مہلک اشیا سے اپنے کو بچا سکتا ہے اسی طرح مرید کے لیے بھی اس دور میں رشد و ہدایت کا نزول ہوتا۔ کبھی خواب یا بیداری میں تنبیہہ ہوتی ہے۔

مرید کا ایام رھوف وہ ہے جب پہلے پہل اس کا قدم مقام توسط میں پڑتا ہے اور گرچہ کمال ظاہر نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی تلون اور استتار نمایاں ہوتا ہے۔ یہ اس کے غرور اور سرور کا دور ہوتا ہے اور غرور و سرور برائیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے کو کچھ سمجھنے لگتا ہے اور زیاں کاروں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس زیاں کاری کے دور میں آتیات اور جائیات سے اس کو محرومی ہوتی ہے اور واردات و صادرات میں صفائی نہیں ہوتی۔

مرید کے ایام بلوغ کا دور وہ ہے جس میں اس پر کشف اور تجلی ہونے لگتی ہے۔ اور وہی تجلیات اور کشوفات اس کو غلط راہ پر ڈال دے سکتے ہیں جب کہ اس کی زباں سے نکل جاتا ہے "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں پھر بے گانگی کیسی۔" اس وقت وہ بے چارہ محروم ہو جاتا ہے اور مزید شہود و غیب کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں دنیا بھر کے عارف اس کیچڑ میں ڈوب چکے ہیں جہاں سے وہ سر نہیں نکال سکے۔

مرید کے لیے ایام شباب کا دور وہ ہے جس میں وہ تجربات سے آشنا ہو جاتا ہے حقائق و معارف کو صحیح طور پر پہچاننے لگتا ہے۔ لیکن وہ جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ ومکرو ومکراللهُ وَاللهُ خَیرالمٰکرین۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سب سے لائق فائق ہے اور ہر چیز سے واقف ہے لیکن واقعتہً بہت سی چیزیں پوشیدہ ہیں جو اس کے نظر نہیں آتیں۔ ایسی حالت میں اسے ایسے آدمی کی مدد کی ضرورت ہے جو پختہ کار اور گرم و سرد چشیدہ ہو۔ بہت سے انقلابات اور حوادث اس کی نظر سے گزر چکے ہوں۔ بہت سے مکر و فریب اس پر آزمائے جا چکے ہوں۔ بار بار غلطی اور خطاؤں کے دریا میں ڈوب چکا ہو۔ مصائب کے تھپیڑے کھا چکا ہو۔ اس طرح کے آدمی کی صحبت اس کو بہت سی کمیں گاہوں اور مکر و فریب سے نجات دلا سکتی ہے۔ اور اگر اس پیر سے پوچھا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ ابھی تک انقلابات اور تحویلات کے چکر میں ہوں اور مکر سے نجات نہیں حاصل کر سکا ہوں۔

وہ بڑا بدبخت ہے جو پیر کے حکم سے باہر ہوا اور جس نے پیر کی صحبت ترک کر دی

میں تجھ سے صحیح کہتا ہوں اگر تو مجھ سے پوچھے کہ بدبخت کون ہے تو میں کہوں گا کہ جو اپنے پیر کے حکم سے باہر ہوا اور جس نے اس کی صحبت ترک کر دی۔ اور اپنے کو خواہشات اور ہوس کے حوالہ کر دیا

جس حالت میں ہو اور جس درجہ پر پہنچ جاؤ لیکن پیر کی صحبت کو نہ چھوڑو

خبردار جس حالت میں بھی رہو اور جس درجہ پر پہنچ جاؤ اگر پیر کی صحبت میسر آتی ہو تو ہرگز نہ چھوڑو۔ اس میں بہت سی باتیں ہیں، باریکیاں ہیں جسے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور ہر صاحب بصیرت نہیں محسوس کر سکتا۔

حضرت مصنف کی اپنے پیر کے ساتھ صحبت کی مدت اور ان کو راہ سلوک میں پیر کی وفات کے بعد دشواری کا پیدا ہونا اور پھر پیر کی روحانیت پاک سے امداد کا ملنا۔

میں سترہ سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہا اور میں اپنے کو کچھ سمجھنے لگا تھا۔ لیکن جب شیخ کا سایہ میرے سر سے جدا ہو گیا تب پتا چلا کہ مجھے ابھی بہت کام کرنا باقی ہے جس میں ان کی حضوری اور موجودگی کی حاجت ہے۔ پھر میں ان کی طرف دل سے متوجہ ہوا تو محسوس کیا کہ وہ مجھ سے غائب نہیں ہوئے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً میری تربیت بھی کرتے رہے تھے۔ یہ میں صرف علم سے نہیں بلکہ تجربہ سے کہہ رہا ہوں تجھے کچھ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم۔ کی تعلیم کی کس طرح تکمیل کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں کے ساتھ کیا واقعات رونما ہوئے؟ ان کو ظاہر کرنے سے یہ حدیث شریف منع کرتی ہے اذا ذکرا صحابی فاسکتو (یعنی میرے اصحاب کے بارے میں جب پوچھا جائے تو خاموش رہو) ورنہ میں کچھ بتاتا۔ اسی پر پیر اور مرید کے معاملہ کو بھی قیاس کر۔ جس مرید کے سر میں جاہ و مرتبہ کا سودا سما گیا ہے اور اپنے کو بلند جگہ پر اور صاحب اقتدار محسوس کرتا ہے وہ بے شک پیر سے جدا ہو جائے اور سرداری کو اپنا پیشہ بنائے۔ وہ غریب ذوق کی حقیقت سے ناآشنا ہے اور اس کو غیب سے عشق و ابتلا کی لذت نہیں ملی ہے۔ اگر اس کو یہ نعمتیں حاصل ہوئی ہوتیں تو پھر وہ اس طرح کا خیالی دماغ میں نہ لاتا۔ وہ اپنے سے اور اپنے مقصد سے بے خبر ہے اس لیے اس طرح کے وہم و وسوسے اس کے راہ میں مزاحم ہیں اور ان کو اس تک پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس نے شاید یہ شعر نہیں سنا: ؎

مرا بہ خانہ خمار بر بہ دو بسیار دگر مرا بہ غم روزہ گام مسپاری

(۱۰۸) اگر تجھ کو ارشاد و ہدایت کی صلاحیت پیدا ہو جائے پھر بھی خود سے یہ کام کرنا کیا معنی رکھتا ہے

پیر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد مرید کو کسی کا ہاتھ پکڑنا چاہیے ورنہ احتیاط کرنا چاہیے۔

مگر جب پیر سے زور دیا جائے۔ رسول اللہ کا حکم ہو اور اللہ کی طرف سے تاکید ہو تو اس راہ میں قدم رکھے۔ اور بیعت کے لیے خاص و عام کو دعوت دے۔ اگر پیر مصلحت دیکھے تو وہ کسی مرید کو مقام ارشاد تک پہنچے بغیر لوگوں سے بیعت لینے کی ہدایت کر سکتا ہے۔ کیونکہ توبہ کرنا اچھا کام ہے اور اس کی تلقین کرنا نکوکاری ہے۔ لیکن اگر کسی مرید کو اس سے مرید ہونے کے بعد اور زیادہ طلب پیدا ہوا اور اس منزل میں وہ اور آگے بڑھنا چاہتا ہو تو اس کا راستہ بند ہو جائے گا کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایک مرتبہ بیعت کر لیا کر لیا۔ پھر دوسرے سے بیعت کرنا اور متوجہ ہونا مرتد ہونے کے برابر ہے اس لیے وہ دوسرے سے بیعت نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی اس کی دستگیری کر سکتا ہے۔

(۱۰۹) اصول سلوک سے غیر متعلق علم کا مطالبہ مرید کو اپنے

مرید پیر سے اس طرح کے علم کا جس کا تعلق سلوک سے نہ ہو مطالبہ نہ کرے اور پیر سے خارق عادت کا منتظر نہ رہے

پیر سے نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ اس کو اپنے پیر سے خارق عادت دیکھنے کا منتظر رہنا چاہیے کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں مثلاً پیر خارق رکھتا ہو لیکن اس خرق عادت کے ظاہر کرنے کی اس کو اجازت نہ ہو یا وہ خود نہیں ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ اس سے راز فاش ہو جائے گا اور لوگ اس کا وقت برباد کریں گے۔ ہر وقت مجمع لگا رہے گا یا وہ خود امتحان لینا چاہتا ہو کہ اس کے مریدوں کو سچا اعتقاد ہے یا محض وہم اور تخیلی ہے۔ کیونکہ جو لوگ خرق عادت دیکھنے کے بعد معتقد ہوتے ہیں وہ متوہم اور متخیل ہیں۔ ان کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں البتہ جس کو پیر کے کشف یقین کا تیقن ہو وہ معتقد شمار کیے جانے کے لائق ہے۔

(۱۱۰) یہ بات تحقیق

مرید کو پیر کی رہبری کے بغیر آسمانی عروج نہیں ہوتا اور یہ عروج کئی طریقے سے ہوتا ہے

سے ہے کہ مرید کو پیر کی رہبری کے بغیر آسمانی عروج نہیں حاصل ہوتا - اس عروج کے کئی طریقے ہیں ایک یہ کہ پیر یا پیر ہی جیسی کوئی شخصیت اس کو مونڈھے پر بٹھالے اور مضبوطی سے پکڑے اور چپکے رہنے کی تاکید کرے پھر اڑتا ہوا اوپر جائے - اوپر پہنچ کر اس کو ایک در نظر آئے گا پیر اس دروازہ پر دستک دے گا - اندر والے پوچھیں گے تو کون ہے - پیر جواب دے گا کہ فلاں ابن فلاں - اور یہ وہ آدمی ہے جو بارہا کسی نہ کسی کو لے کر آچکا ہے - اس کا نام سن کر محافظ دروازہ کھول دیں گے پھر پوچھیں گے یہ تیرے برابر کون ہے - پیر جواب دے گا فلاں بن فلاں جو ہم ہی میں سے ایک ہے - اس مرتبہ میں اسی کو لایا ہوں - یہ کہنے پر اس کے لیے بھی دروازہ کھل جائے گا - پھر اسی طرح وہ دوسرے کو لے جاتا ہے اور ایسے جانور پر سوار کراتا ہے جو پلک مارتے آسمان کی طرف اڑ جاتا ہے - یہ سب باتیں پیر کی رہبری کے بغیر ممکن نہیں - سمجھنے کے لیے میں نے اس کو قصہ کے طور پر بیان کیا ہے -

مرید کو الٰہیات میں سے جو کچھ پیش آئے پیر کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے

(۱۱۱) مرید کو علم الٰہیات سے جو کچھ پیش آئے پیر سے کہنا ضروری ہے خاص کر ابتدا میں - بعد میں جب مرید پختہ ہو جائے تو وہ خود سے اشارے اور تعبیر سمجھ سکتا ہے - اسے اختیار ہوگا -

مرید پیر کو اپنے قالب میں اپنی جان کی طرح بلکہ جانِ جان سمجھے

(۱۱۲) مرید پیر کو اپنے قالب میں اپنی جان بلکہ جانِ جاں تصور کرے - غلبۂ حال یا دعا مانگنے کے وقت پیر کی مخاطبت سے پناہ نہ مانگے - اور اس کو برا نہ سمجھے - آدمی مغلوب ہے اکسی چیز کے ساتھ مخصوص یا ماخوذ نہیں ہے اور اس کا سبب پیر کے ساتھ راز و نیاز ہے - اگر پیر کی صورت میں جمال نہ ہو پھر بھی اس کا تصور پر تو نور قدسی کی صورت میں کرے تاکہ وہ پر تو نور قدسی اس میں حسن پیدا کر دے - اور اگر دیکھے کہ پیر اس پر نکتہ چینی کرتا ہے تو سمجھے کہ اس کے خواص اور حالات سے واقف ہو رہا ہے - اور اگر اس کے برخلاف ہو تو سمجھے کہ خود وہ اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں پیر کو رشک آتا ہے - اس سے پیر کو بھی حصہ ملتا ہے اور اس کے واسطہ سے پیر کا ذکر اور نام خلق اللہ کے درمیان چلتا ہے -

مرید کو چاہیے کہ پیر کے سامنے اپنے کو قرینے سے رکھے

(۱۱۳) مرید پیر کے سامنے اپنے کو معقول

شکل وصورت میں رکھے تاکہ وہ اسے صالح، طالب اور واصل بر حق سمجھے۔ پیر انسان کامل ہوتا ہے۔ جب وہ ایسا گمان کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ویسا بنا بھی دے گا۔ اور اگر برُے حال احوال میں اپنے کو پیر کے سامنے رکھے گا اور اس نے خراب گمان اس کے بارے میں رکھا تو اس کا احتمال ہے کہ وہ ویسا ہی ہو جائے۔ ظن المومن لا یخطی۔

(۱۱۴) ابدال، اوتاد، خضر علیہ السلام یا برگزیدہ ارواح کسی سے بھی اگر مرید کی ملاقات

مُرید کی ملاقات اگر ابدال اور اوتاد سے بھی ہو جائے تو وہ سب سے منہ موڑ کر صرف پیر کا ہو جائے۔

ہو جائے تو وہ سب کو چھوڑ کر صرف پیر کا دامن پکڑے۔ پیر سے اگر وہ حقائق اور معارف کی باتیں سنے تو اس کو اصول موضوعہ بنا کر اس سے کوئی مسئلہ نہ نکالے۔ قصہ یا گفتگو کے طور پر اگر کوئی بات پیر کہے تو اس کو مرید حجت نہ بنائے۔ مثلاً کسی موقع پر پیر نے بہت زیادہ غیض وغضب کا مظاہرہ کر دیا تو اس کو نہیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح غیض وغضب کا مظاہرہ کرے۔

پیر کی لغزش کو حجت بنا لینا بدبختی ہے

مرید اپنے پیر کے حکم پر عمل کرے اور پیر کی لغزش کو حجت نہ بنائے

اگر پیر عورت سے گانا سنتا ہے تو مرید کے لیے یہ نہیں لازم ہے کہ وہ بھی عورت کو بٹھا کر گانا سنے اور رقص کرے۔ میں نے تجھے پہلے ہی بتایا ہے کہ پیر جو کچھ سنتا ہے خدا سے سنتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ تجھ کو اس میں کوئی دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیر اگر کوئی سنی سنائی بات کہتا ہے اور تو اس کو غلط پاتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ تو پیر سے اپنے اعتقاد کو دگرگوں کر دے۔ یہ علم الٰہیات کی شگوفہ گری ہے۔ تیری وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ تمام محققین، عارف، اولیا، اور انبیاء اسی جگہ گم ہیں حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔

(۱۱۵) مرید اگر پیر کو خواب یا نیم خوابی میں مقہور باری تعالےٰ

مرید اگر پیر کو خواب میں یا واقعہ میں مقہور باری تعالیٰ دیکھے تو اس کو بدگمان نہ ہونا چاہیے کیونکہ مقربان بارگاہ باری تعالیٰ کو ایسے معاملات بہت آتے ہیں۔

دیکھے تو اس کو بدگماں نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو دوستوں کے ساتھ خود اکثر ایسا اتفاق ہوا ہو گا کہ آپس میں رنجش ہو گئی اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ صرف وہ اور اس کا دوست ہی واقف ہوا۔ ایسا بارہا ہوتا ہے کہ ایک دوست اپنے خاص دوست سے رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ برا بھلا کہتا ہے۔ بیزاری کا اظہار کرتا ہے لیکن دل میں اس دوست کی ایسی محبت ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو شیخ الاسلام اسید القوم اور رئیس الناس جیسے بڑے خطابات سے نوازا گیا اور دوسرے وقت اس کو زند، عیاش لونڈا۔ کینہ پرور اور مکار وغیرہ کہہ دیا۔ تو جن کا ذکر ہم نے پہلے کیا وہ بزرگان دین اور سرداروں کے بارے میں ہے۔ دوسرے ہیں ان لوگوں کی بابت ہے جو مقربان الٰہی میں سے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں میں بیگانگی اور دوئی نہیں ہوتی وہ بے تکلفی میں اسی طرح بے ادبی کے لہجہ میں پکارتے ہیں۔ تو نے دیکھا ہو گا کہ جس بچے کو تو بہت زیادہ پیار کرتا ہے اس کو تصغیر اور تحقیر کے نام اور لقب سے پکارتا ہے۔ بس دوستی اور بے تکلفی میں یا جب کوئی پکا محرم راز ہو تو اس کو اسی طرح مخاطب کیا جاتا ہے تیرے گھر کے غلام اور دوسرے بچے جو تیری بعض بشری حرکت سے آگاہ ہیں وہ بھی تیرے ساتھ ویسے ہی بے تکلف ہو جاتے ہیں تیرے بعض واقعات جو وہ جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا، فلاں خواجہ، فلاں شیخ اور فلاں ملک کسی کو بھی ان کی خبر نہیں۔ ابراہیم خواص اور یوسف حسین کا قصہ تو نے بارہا مجھ سے سنا ہو گا۔ دوبارہ کیا کہوں ع اینجا نہ رسد زورقِ ہر سودائی

شیخ فریدالدینؒ اور شیخ بہاءالدینؒ کا قصہ بھی تو نے مجھ سے بارہا سنا ہو گا۔

فقیہہ کی بات کو معاملہ اور کلام وجیہہ میں برابر کر دینا مصلحت نہیں ہے

(۱۱۶) اور یہ بات مکمل طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ فقیہہ کی بات کو معاملہ اور کلام وجیہہ میں برابر کرنا مناسب نہیں ہے۔ تجھ سے کیا بیان کروں بعض فقہا صرف یہ کہہ دینے پر کہ میں نے دنیا میں خدا کو دیکھا۔ کافر کہہ دیتے ہیں۔

پیر کی جو خدمت بھی مرید بجا لائے اس کا احسان بجائے پیر کے اپنے اوپر رکھے

اگر توفیق ہو تو کسی نہ کسی طرح جان و مال، قدمے درمے، سخنے پیر کی خدمت کرتے رہنا چاہیے۔ اور اس کا احسان خود اپنے اوپر رکھے بلکہ پیر کا شکریہ ادا کرے کہ اس کی وجہ سے اللہ نے یہ نیک کام کرنے کی توفیق بخشی۔

مُرید کو چاہیے کہ ہر روز اور ہر گھڑی خدا سے اپنے پیر کی سلامتی کی دُعا مانگتا رہے۔

مرید ہر روز اور ہر گھڑی اللہ سے پیر کے لیے مدد مانگتا رہے اور اس کی درازی عمر اور اس سے مزید قربت کی دعا مانگے۔ اس سے کچھ ہوتا تو نہیں ہے لیکن دلی خلوص اور ہمدردی کا ضرور پتا چلتا ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ کرتا ہے۔ اگر پیر کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کی روح پہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا اور اس کے نام پہ خیرات کرنا اور تمام وقت اور ہر گھڑی سوتے جاگتے کھاتے پیتے پیر کا نام لیتے رہنا اور اسے یاد کرتے رہنا چاہیے۔

پیر کے ساتھ مُرید کا اعتقاد

مرید سے اگر کوئی پُوچھے کہ اپنے پیر کو انبیاء کے ساتھ کیا نسبت دیتے ہو تو وہ جواب دے کہ میرا عقیدہ جو ہے وہ ہے لیکن میں بزرگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کر سکتا ہوں۔ اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ موجود ہے۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ ایک۔ دوسرے موقع پر فرمایا ہے ومامن نبی الاولہ نظیر فی امتی۔ پھر ایک جگہ فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔۔ اور بعض لوگوں نے ان سے افضل بھی بتایا ہے۔ لیکن یہ افضلیت شروع سے نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایک جگہ کسی بزرگ اور سردار کو بہ طور مہمان مدعو کیا جاتا ہے اس کے ساتھ کئی خادم اور غلام نعلین لیے اور سامان لیے شریک ہیں۔ تمام کھانے پینے خوشبو اور خاطر مدارات میں وہ سب بھی اپنے سردار کے شریک ہیں۔ ایک اور بزرگ کو بھی ساتھ ہی مدعو کیا جاتا ہے لیکن ان کے ساتھ کوئی نہیں ہے اور نہ ان کی ویسی آؤ بھگت ہے پہلے بزرگ کے ملازمین خدام اور غلام اگر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ چکھا یہ دیکھا اور یہ سب کھایا۔ جو ان دوسرے بزرگ کو نہیں میسر ہوا تو یہ فخر، اور افضلیت جو وہ جتا رہے ہیں وہ یقینی ان بزرگوار کی وجہ سے ہے جن کے ساتھ وہ آئے تھے۔ خود ان کی کرامت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاوقد صببت فی قلب ابوبکرؓ (یعنی میں نے ابوبکر کے دل میں ڈال دیا) مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل وہ چیز ڈال دی جو ان کے دل میں تھی۔ تو اگر اس مخصوص چیز کے عطا ہونے کے بعد اگر ابوبکرؓ فرمائیں کہ جو چیز مجھے دی گئی ہے کسی کے پاس نہیں ہے تو بالکل بجا ہوگا۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے بارے میں فرمایا تھا انفسنا وانفسکم۔ یعنی علیؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح رکھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوگا علی رضی اللہ عنہ میں بھی ہوگا لیکن یہ مقابلہ اور تمثال اصل کی بنا پر نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کی وجہ سے ہے۔ غرض اگر تم میں نیک بختی ہے تو میرے اس بیان کے بعد اپنے پیر سے اعتقاد کامل رکھو۔

معظمات سلوک اور مرید طالب کی شرائط ہیں ہے کہ پہلے مرشد ہادی کو تلاش کرو۔

(۱۱۷) مرید طالب کے لیے کئی شرائط ہیں معظمات سلوک میں سے یہ ہے کہ پہلے مرشد اور ہادی کا پتا چلاؤ۔ مرشد اور ناصح میں فرق ہوتا ہے اور یہ تفرقہ کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ ہر ایک اللہ سے ڈراتے ہوئے نصیحت ہی کرتا ہے۔ پھر کیسے تمیز کیا جائے کہ ان میں ڈرانے والا کون ہے اور ہادی کون ہے؟ مرشد دوزخ سے ڈراتا ہے اور بہشت کی امید دلاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی قربت اور بُعد کا حوالہ دے کر ڈراتا اور اُمید دلاتا ہے۔ ہادی بھی یہی کرتا پھر بے چارے طالب کے لیے تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ محض رجماً بالغیب، اٹکل سے کسی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ اور اپنی جان و جہاں کو اس کے دامن سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اور واقعی میں مرشد اور ہادی اس کو مل جاتا ہے۔ اگر بغیر تمیز کیے کسی کو اختیار کر لیتا ہے اور وہ منذر تک پہنچ جاتا ہے جس کو اس دنیا کی بھی کوئی خبر نہیں۔ ممکن ہے ایسا نہ ہو لیکن میں نے بہت سے نصیحت کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ دعوت تو دیتے ہیں لیکن ارشاد و ہدایت کی دنیا سے خود مطلقاً بے خبر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص دعوت دیتا ہے اور اس کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے مطلوب و مقصود سے اسے آگاہی ہے تو پھر بہت زیادہ اس پر مرشد و ہادی ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ طالب کو جواں مرد ہونا چاہیے

دوسری شرط یہ ہے کہ طالب کو جواں مرد ہونا چاہیے۔ مال و دولت، جاہ و مرتبہ، رسم و عادت، بیوی بچے، گھر اور وطن تمام چیزکو اپنے مقصد پر قربان کر دینا چاہیے۔

تیسری شرط پاکی نفس ہے

مرید طالب کے لیے ایک اور شرط پاکی نفس ہے اور پاکی

نفس کی انتہا نہیں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تزکیہ نفس کرتے رہو اور شرعی مکروہات اور برے اخلاق جیسے حرص، حسد، غضب، شہوت اور لذائذ دنیوی سے لطف اندوز ہونے سے بچتے رہو۔

ایک اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ کرے اس کو اہمیت نہ دے

ایک اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ کرے اس کو زیادہ اہمیت نہ دے اور یہ نہ سمجھے کہ میں نے کوئی بڑا کام کیا۔

ایک اور شرط گوشہ نشینی، تنہائی اور عورت کی صحبت سے بچے رہنا ہے

مرید طالب کے لیے ایک اور شرط یہ ہے کہ وہ تنہا رہے اگر جنگل اور تہہ خانہ اس کو مل جائے تو بہت بہتر ہے۔ دوسری شرط عورت کی صحبت سے دُور رہنا ہے۔ اگر شادی شدہ ہے تو بہت محتاط طور پر ضرورت ہی کے مطابق عورت کے نزدیک جائے۔

ایک اور شرط اکل حلال کا بہت خیال رکھنا ہے

ایک اور شرط حلال کھانا ہے اگر ایسا زمانہ آجائے کہ اس میں حلال مشتبہ ہو جائے تو اپنی طرف سے پوری احتیاط کرے۔ اور اتنی ہی غذا کھائے جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہو تاکہ مخمصہ یعنی بھوک کی شدت کے اندر آجائے۔ بعض لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں کیونکہ دائم الصوم کے بعد مخمصہ کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ روزہ میں تیسرا حصہ ایام مخمصہ میں آتا ہے۔

اور دوسری شرائط

بہت کم پانی پینے کی کوشش کرے اور پیر جس کام کے لیے کہے اس کو بجالائے۔ واقعات اور حادثات پیش آنے پر ہمت نہ ہارے۔ اعیان و آثار کو اہمیت نہ دے اور ان کے پیچھے اپنا وقت نہ برباد کرے۔ تھوڑی دیر کے لیے سوئے اور وہ بھی غفلت کی نیند نہ ہو بلکہ خواب اور بیداری کے بین بین ہو۔ اگر دو کام میں سے ایک اس کو کرنے کی نوبت آئے تو اس میں سے خیر الخیرین، یعنی ان دونوں میں سے جو بہتر ہو، کو پسند کرے۔ اور طالب کے نظریہ سے جو سب سے زیادہ سخت ہو وہی خیر الخیرین میں آتا ہے۔ ہوس پرستی نفس پر نہ غالب آنے دے برائیوں اور حظ نفسانی کا اگر غلبہ ہو تو نفس پر سختی کر کے اس کو دور کرے۔ آباؤ اجداد کی شرافت، سیادت، شیوخت اور دانش مندی پر فخر نہ کرے۔ اپنے کو سب سے حقیر

اور ذلیل سمجھے - اور یہ بات ذہن نشین کرلے کہ اپنے کو حقیر سمجھنے والے ہی اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں - اپنے مذہب وملت کی ہر وقت اتنی بڑائی نہ کرتا رہے کہ یہ اس کی زندگی کا مقصد معلوم ہونے لگے - وضو اور طہارت میں اتنا بھی زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ اوراد و وظائف ہی اس سے چھوٹ جائیں - اور وہ اسی میں منہمک رہے -

تزکیہ نفس اور توجہ تام مُرید کے لیے ضروری ہے

(۱۱۸) یہ میں کئی بار بتا چکا ہوں کہ طالب اور سالک کے لیے دو کام بہت ضروری ہیں - ایک تزکیہ نفس، اور دوسرے توجہ تام - جتنے نبی بھیجے گئے سوائے ان دو چیزوں کے اور کیا لائے تھے -

مرید کو وقت بچانے کی کوشش کرنی چاہیے

(۱۱۹) خاص قسم کی تربیت اور ہیئت کا مرید اپنے کو پابند نہ بنائے - بلکہ وقت بچانے کی کوشش کرے - طہارت نہ ہونے کی حالت میں بھی دل کو مراقبہ اور حضوری سے خالی نہ رکھے - بلکہ اسی میں مشغول رہے -

تزکیہ نفس کے لیے سوائے مخالفت نفس کے اور کوئی شرط نہیں ہے اسی طرح توجہ تام کے لیے رفع خطرات درکار ہے -

(۱۲۰) تزکیہ نفس کے لیے سوائے مخالفت نفس کے اور کوئی شرط نہیں ہے اسی طرح توجہ تام کے لیے بھی دفع خطرات کے علاوہ اور کچھ درکار نہیں ہے - ریاضت کرنے والے پرہیزگار لوگ ان دونوں چیزوں پر بہت زور دیتے ہیں - تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے - صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنے تمام جہاد، مسافرت اور مصائب میں ان دونوں چیزوں یعنی تزکیہ نفس اور توجہ تام کو ساتھ رکھا اور کسی وقت بھی ان سے غافل نہیں رہے - ان کا مرتبہ اور درجہ ان ہی دونوں چیزوں سے تھا -

طالب کا مقصود شہود مطلوب ہے

(۱۲۱) طالب کو صرف ایمان کی سلامتی درکار نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود شہود مطلوب یعنی جلوہ الٰہی ہے - اس کے بعد جو کچھ بھی ہونا ہے ہو - ایک جگہ یہ رباعی میں نے لکھی دیکھی ہے :-

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گو شو گو — در دور زماں ہر چہ شود گو شو گو
مشغول بہ حق باش و مبراز دد کوں — وز سود و زیاں ہر چہ شود گو شو گو

طالب کو جو کچھ دیں وہ اس کے علاوہ طلب کرتا ہے

(۱۲۲) طالب کامل وہ ہے کہ اسے جو کچھ بھی دیا جائے اور جتنا بھی دامن بھر دیا جائے لیکن وہ اس کے علاوہ طلب کرے۔ مرد طالب کی نظر میں درد اور درماں دونوں یکساں ہیں۔ وہ درماں اور مداوا کی حالت میں بھی ہجر کی سی تکلیف اور بے چینی محسوس کرتا ہے اور ہجر میں بھی اسے وہ سکون ملتا ہے جو وصل میں میسر نہیں کہا جاتا ہے کہ تمام طالبان مقام واصلاں کی تمنا کرتے ہیں اور تمام واصلان مقام طالباں کے آرزومند ہوتے ہیں۔ ابو الحسن رضی اللہ عنہ نے اسی لیئے فرمایا ہے کہ میرا درد دائمی ہے۔

محبت بغیر دیکھے اور پہچانے وجود نہیں رکھتی ہے

(۱۲۳) محبت بغیر دیکھے اور پہچانے پائی نہیں جاتی اور جو ہے وہ محض وہم اور تصور ہے۔ درحقیقت محبت دیکھنے اور پہچاننے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ طالب کو پیروی اور طلب سے دست بردار ہونے کی نہیں سوچنا چاہیے۔ کیونکہ طلب اور تقلید ایسی بابرکت چیز ہے کہ اس میں درد بھی اور درماں بھی، سوز بھی ہے اور راحت بھی۔ بہت سے لوگ تقلید کو چھوڑ کر پشیمان ہوئے۔ اور متمنی رہے کہ کاش انہیں ابدی تقلید میسر ہوتی۔ ذکر و سماع کے دوران نعرہ، گریہ اور سوز کی کیفیت تقلید ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ طالب ہر شے میں اپنے مطلوب کو ڈھونڈھتا ہے تاکہ کسی طرح اس پر دروازہ کھل جائے۔ یوسف علیہ السلام کو ہر دروازے سے تلاش کرو۔ تاکہ کسی میں پالو۔ بعض طالب، طلب و جستجو میں دیوانے، مجنون، قلندر، برہمن اور جوگی ہو گئے ہیں کہ کسی طرح مطلوب کو پالیں۔ لیکن مطلوب غیرت اور عزت کے پردے میں چھپا ہوا ہے اس کا پالینا مشکل ہے۔ اس کا حصول صرف اسی طرح ممکن ہے کہ پیر اور پیغمبر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلا جائے۔

طالب کو خرق عادت اور کشف غیوب نہیں طلب کرنا چاہیے

(۱۲۴) طالب اس جستجو میں نہ رہے کہ اسے خرق عادت، کشف ضمائر اور کشف غیوب جیسی کیفیتیں حاصل ہوجائیں۔ پردے کے پیچھے چھپی ہوئی چیزوں کو میں بلا سمجھتا ہوں۔ جس کے سامنے آجاتا ہے وہی جانتا ہے لیکن عوام اسی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ پیغمبروں پر اس لیے ایمان لاتے ہیں کہ ان کی نبوت کی صداقت

کا انداز خرقِ عادت سے ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے معتقد ہونے اور ان کی ولایت کو تسلیم کرنے میں بھی انہیں کشف غیوب کی حاجت ہوتی ہے تو نے سُنا ہو گا کہ ابو سعید ابوالخیر اکثر کلیسا کے دروازہ پر آ کر فرماتے کہ آج کل ہمارے دین میں کچھ نہیں ہے تمہارے دین میں کچھ ہے۔ طالب کی راہ یہی ہے اس کا قبلہ اس کا مقصود ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے کفر ہے۔ اس میں دوزخ اور بلائیں ہیں۔ صوفیا کہتے ہیں کہ طالب مرید ہے اور اللہ تعالیٰ مراد۔ حقیقت پر نظر کرو تو ہر ایک مرید اور مراد ہے۔ اگر یہ مرید مراد نہ ہوتا تو وہ ہرگز مراد نہ ہوتا۔

مرید کو دو چیز فرض ہے ایک مرشد کا حاصل کرنا، دوسرے اس کے حکم کو لازم سمجھنا۔

(۱۲۵) مختصر یہ کہ مرید پر دو چیز فرض ہے۔ ایک مرشد کا حاصل کرنا دوسرے اس کے احکام پر چلنا اور ان کو اپنے اوپر لازم قرار دینا۔ اگر پیر کہہ دے کہ فلاں شخص میرا مرید نہیں ہے تو وہ مرید اس کے حلقہ ارادت سے باہر نہیں ہو گا اور اگر ایک بار مرید کہہ دے کہ میں اس کا مرید نہیں ہوں یا اس کی اطاعت نہیں کروں گا تو وہ اس کے حلقہ ارادت سے باہر ہو جائے گا اور پھر ہزاروں بار بھی اس سے اعتقاد ظاہر کرے لیکن کوئی حاصل نہیں ہو گا۔ ارادت مرید کی صفت ہے پیر کی نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر مراد ہے، مرید نہیں۔

مرید پیر کے سامنے بہت زیادہ باتیں نہ کرے نہ کسی کی شکایت کرے نہ اپنا عیب اس سے بیان کرے۔

(۱۲۶) پیر کے سامنے مرید زیادہ باتیں نہ کرے خاص کر جو اس کے دین و دنیا کے لیے مفید نہ ہو۔ پیر کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرے اور نہ کسی کی شکایت کرے۔ اگر اس کے ساتھی اس پر ہر طرح کا ظلم کریں پھر بھی وہ کسی سے شکایت نہ کرے اور پیر کے سامنے ہرگز اس طرح کی بات نہ کہے جس سے اس کو غصہ ہو یا غم والم ہو۔ اپنے عیوب میں سے کسی عیب کو بھی پیر کے سامنے نہ بیان کر بلکہ اس کو دور کرنے کی دل سے کوشش کر۔ اگر کسی نامناسب موقع پر پیر کی صورت دل میں آ جائے تو اس سے بے توجہی نہ کر اور دل سے ہٹانے کی کوشش نہ کر۔

(۱۲۷) مرید کو تحقیق کے ساتھ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ حقیقت اور طریقت شریعت کے خلاف اور ضد نہیں

مرید پکا عقیدہ رکھے کہ حقیقت اور طریقت شریعت کے خلاف اور ضد نہیں ہیں۔

ہیں۔ بلکہ یہ ایک دوسرے کے خلاصہ اور روح ہیں۔ جیسا کہ اخروٹ کہ اس کا مغز اور چھلکا صورت اور ہیئت میں ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن مغز کا جز چھلکے کے حصہ میں موجود ہے اور اس سے روغن نکالا جاتا ہے۔ اس طرح یہ تینوں باہم ملے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاصہ ہے۔

(۱۲۸) پیر کی زندگی میں مرید کو دوسرے

پیر کی زندگی میں مرید کوئی دوسرے پیر کی طرف نہ دیکھے

پیر کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔

اور مرید پیر کی ازواج سے نکاح کرنے کا خیال

مرید کو پیر کی ازواج کی حرمت کا بھی خیال رکھنا چاہیے

بھی دل میں نہ لائے۔ اس لیے کہ وہ ہمارے طریقت میں ہے۔ اور ماں کا درجہ رکھتی ہے جس طرح ازواج مطہرات نبی صلعم امہات المومنین ہیں۔ والشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ کا یہی مطلب ہے۔

مرید پیر سے معصومی نہ طلب کرے

مرید پیر سے معصومی کا طلبگار نہ ہو۔ اور اگر وہ اس سلسلے میں کچھ دیکھے تو اس کو دو بات پر محمول کرے۔ ایک تو وہ یہ سمجھے کہ پیر کے لیے جو اس کے دل مین عقیدت اور ارادت ہے یہ اسی کا کرشمہ ہے۔ دوسرے وہ یہ خیال کرے کہ جس طرح انبیاء بعض لغزش ہونے کے باوجود درجہ نبوت سے نہیں گرائے گئے اسی طرح ولی اللہ سے بھی اگر کوئی لغزش ہو جائے تو وہ درجہ ولایت سے نہیں ہٹائے جائیں گے۔ وہ توبہ استغفار کر لیں گے تو ان کی لغزش معاف ہو جائے گی۔ اور ان کی ولایت قائم رہے گی۔

(۱۲۹) مرید برابر اپنے نفس کو ذلیل

اپنی ذلت اور عزت نفس کے بارے میں مرید پیر کے حکم پر عمل کرے

کرنے کی کوشش کرے اور اپنے کو معزز دکھلانے سے دور بھاگے۔ اس بارے میں پیر

کا حکم سب پر غالب ہے اگر پیر عزت کرے تو عزت قبول کرے اگر ذلیل کرے تو ذلت قبول کرے۔

طالب کی طرف خلق اللہ کا رجحان اگر مرید کو شہرت حاصل ہو اور ہر شخص اس کا ذکر نیکی سے کرے تو وہ خود اپنے کو ایسا نہ سمجھے۔ اپنے کو مجمع سے بچائے اور اپنے اللہ سے چھپ چھپ کر راز و نیاز میں مشغول ہو تاکہ اس کی شہرت کا کفارہ ادا ہو۔ اس طرح کی شہرت کو اپنی بدبختی سمجھے اور خیال کرے کہ کوئی برا کام اس سے ہو گیا ہے جس سے بلا میں گرفتاری ہونے والی ہے۔ خدا کے ساتھ اپنا معاملہ اور روش جاری رکھے اور اس طرح کی شہرت کو اللہ کی طرف سے کوئی امتحان سمجھے۔ کہ اگر ایک طرف سکون اور قرار نفس کو ہو گا تو دوسری طرف محرومی عظیم کا بھی اندیشہ ہے کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ رزق اور قسمت میں کمی بیشی کرے۔ پھر اس طرح کی بات کیوں کرے۔ ایک دوسرا ڈر یہ بھی ہے کہ محبوب حقیقی فرمائے کہ جو ریاضت اور عبادت تو نے میری راہ میں کی تھی اس کے بدلے میں اپنے بندوں کو میں نے مقرر کر دیا تھا کہ تیرے قدموں پر فتوحات کا ڈھیر لگا دیں، عزت اعتقاد اور تعظیم سے پیش آئیں اب اور تو مجھ سے کیا مانگتا ہے اور میں تجھے کیا دوں ھذا خسران عظیم۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ اگر کوئی مصیبت اور آزمائش اللہ اپنے بندے کے لیے بھیجنا چاہتا ہے تو پہلے عوام میں اس کی مقبولیت اور شہرت دے دیتا ہے۔

مرید کو اپنے پیر کے مرتبہ تک پہنچنے اور شیخ بننے کی تمنا سے پرہیز کرنا چاہیے (۱۳۰) مرید کو اپنے پیر کے درجہ کی تمنا نہیں کرنا چاہیے۔ اور شیخ بننے کے شوق سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ دنیا والوں سے خواہ اس کے عزیز اقربا ہوں۔ کم ملنا جلنا چاہیے۔

دولت مندوں کے ساتھ مرید کا رویّہ مرید کو عزت کے ساتھ فقر اختیار کرنا چاہیے۔ فقر کی وجہ سے وہ اعلیٰ ہمتی کو نہیں چھوڑے۔ کسی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ مگر اس میں تکبر کا شائبہ نہ ہو بلکہ فقر کا وقار ہو۔ فقر نصیب ہونے پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔ اگر کوئی دولت مند مستحق آدمی ہو جس کے تواضع اور اخلاق کی وجہ سے عوام اس کا احترام کرتے ہوں تو محض اس کی دولت مندی کے باعث اس سے اجتناب نہ کرے اور مسلمانوں کے درمیان

مقبولیت اور اس کے مستحق ہونے کی وجہ سے اس کا لحاظ رکھے۔

مرید کی روش اپنے معتقدوں کے ساتھ

(۱۳۱) مرید کے پاس اگر کوئی آنے والا اعتقاد اور ارادت دل میں لے کر آئے اور نصیحت کا منتظر ہو تو اگر اس طرح تم اس سے بچ سکتے ہو کہ اس کا دل نہ ٹوٹے تو بہت بہتر ہے ورنہ پھر حالت کے لحاظ سے چند جملے جامع نصیحت کے طور پر کہنے سے دریغ نہ کرو۔

اگر کوئی پیر مرید سے غیر شرعی کام کے لیے کہے تو مرید بہ طریقہ احسن اس سے علیحدہ ہو جائے

(۱۳۲) اگر کوئی پیر مرید سے غیر شرعی کام کرنے کے لیے کہے تو پیر سے مرید اس طرح جدا ہو جائے کہ پیر کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ بد اعتقاد ہو کر جدا ہو رہا ہے یہ زیادہ بہتر ہے۔ اگر مرید پیر کو انہی کاموں میں ملوث دیکھے تو چشم پوشی سے کام لے اور اس کی اہانت اور ذلت نہ کرے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کو ہم شراب خانے میں جاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور وہاں وہ مے نوشی کے سارے ساماں فراہم کرتا ہے اور پھر جام پہ جام پینے لگتا ہے۔ دیکھنے والے لوگ دیکھتے ہیں کہ فلاں آدمی آیا۔ درم دے کہ شراب خریدی اور اپنے یار دوستوں کے معیت میں میوہ، گزک اور کباب وغیرہ کے ساتھ داد عیش دے رہا ہے لیکن تحقیقات سے پھر پتا چلتا ہے کہ اس آدمی سے کیا واسطہ۔ نہ اس نے روپیہ دے کہ شراب خریدا، نہ یار دوستوں کے ساتھ مے نوشی کی ہے۔ اگر اسی طرح کا گمان پیر کے بارے میں کیا جاوے تو مریدوں کی خوش اعتقادی پہ مبنی ہوگا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے دوستوں میں سے ایک کا قصہ

میرا ایک دوست قصہ بیان کرتا تھا کہ ایک بار وہ گھومتا ہوا شہر کے باہر نکل گیا۔ ایک نشیبی زمین پہ کہ جس کے چاروں طرف اونچا تھا۔ ایک آدمی کو اس نے بیٹھا دیکھا۔ اس کے ہاتھ پیر کی انگلیاں گل گئی تھیں۔ ناک اور کان پہ خون آلودہ کپڑے کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ اس پہ گرد پڑی ہوئی تھی۔ ایک دیگچی میں کھچڑی پک رہی تھی نزدیک ہی ایک پیالہ میں دہی رکھا تھا۔ میرا وہ دوست کھڑا ہو کر اس کی مصیبت اور تکلیف کو دیکھنے لگا۔ اس کوڑھی آدمی نے اس صوفی سے مخاطب ہو کر

کہا کہ بہت دن ہو گئے کئی سال سے میں نے کسی آدمی کے ساتھ کھانا نہیں کھایا ہے۔ میری بڑی آرزو ہے کہ میرے ساتھ کوئی کھاتا۔ لیکن میرے ساتھ کوئی کھاتا ہی نہیں۔ تو صوفی اور درویش عارف معلوم ہوتا ہے۔ میرے ساتھ بیٹھ جا۔ یہ دہی، کھچڑی اور گھی ہے کتنا اچھا ہو کہ ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ کر ساتھ کھانا کھالیں۔ میرے دوست نے بیان کیا کہ اس کی ہیئت اور صورت دیکھ کر میں اس دعوت سے بھاگا اس نے پکار کر کہا کہ اے صوفی درویش پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھ۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے ہی میں نے مڑکر دیکھا اس جگہ ایک خوبصورت سبزہ آغاز نوجوان کو نہایت حسین اور پاکیزہ کپڑوں میں ملبوس کھڑا پایا۔ میں اس طرف رغبت سے بڑھا۔ اس جذامی نے کہا "اے نوجوان، ظاہر بینی کوئی چیز نہیں ہوتی۔" میرا دوست جب تک اس سے کچھ پوچھے اور بات کرے وہ نظر سے غائب ہو چکا تھا۔ پھر اس جگہ نہ وہ جوان تھا نہ اس کا خوبصورت کپڑا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ ابھی بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں لیکن اسے نادرہ کار سمجھنا چاہیے۔ کلام پاک کی یہ آیت وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم۔ میرے بیان کی گواہ ہے۔ لیکن اس طرح کے شیخ شیخی کے لائق نہیں رہتے اگر اتنی طاقت اور قدرت والا کوئی شیخ ہوگا تو اس طرح کا کھیل نہیں کھیلے گا۔ بلکہ بندگان خدا کے لیے جو کام اچھا اور مفید ہوگا اس کی طرف ان کو دعوت دے گا۔ ان لوگوں کا کام اسی طرح کا ہوگا۔ اگر کسی کو محروم کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح کا کھیل کھیلتے ہیں اور جن کو وجدان میں حصہ دینا چاہتے ہیں ان کی سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتے ہیں اھدی الیہ سبیلاً۔

مُرید کو ضرورت کے مطابق دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہیے

(۱۳۳) مرید کو تعلیم حاصل کرنے میں بہت زیادہ کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ دنیوی اور دینی معاملات جیسے روزہ نماز کو سمجھ لینے کے لائق پڑھ لینا کافی ہے۔ اتنا پڑھ لینا کہ عربی زبان کو سمجھ لے اور عربی کتابوں کے معنی صحیح طور پر نکال لے اس کے لیے نفع بخش ہوگا۔ بلکہ مرشد کو بھی اس سے مدد ملے گی۔ مرید کو کچھ دنوں تک علم سلوک کا بھی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی دو نوعیت ہے۔ ایک مسلک، اور جو کچھ اس سے متعلق اور لوازمات میں شامل ہیں دوسرے اسلاف کی سیرتیں اور قصے اور جو کچھ انہوں نے ریاضت اور مجاہدات کیے ہیں۔ پہلی قسم

میں آدمی صاحب بصیرت ہو کر راستہ جانتا ہے اور اس پر چلتا ہے۔ دوسری قسم میں اعلیٰ ہمتی سیکھتا ہے۔ اور واقف ہو جاتا ہے کہ بغیر ریاضت اور مجاہدہ کے کام نہیں چل سکتا۔

مرید ایک ہی لباس کا عادی نہ ہو بلکہ حالت کے لحاظ سے تمام لباس پہنے

(۱۳۴) مرید ایک لباس کا عادی نہ ہو۔ وقت اور معیشت کے لحاظ سے لباس استعمال کرے۔ کبھی درعہ، پگڑی، قبا اور گدڑی بھی ہو جو صوفیا استعمال کرتے ہیں، کبھی یہ سب فقیروں میں بانٹ دینے یا حالت سماع میں گانے والوں کو بخش دینے کے بعد لفوتہ، پرکالہ اور کمبل کاندھے پر ڈال لینے اور طاقیہ سر پر رکھ لینے پر قناعت کرے۔ اگر کبھی اس کو تنگ آستین اور یکتائی مل جائے تو اس کو بھی پہن لے۔ کسی خاص لباس کا پابند ہرگز نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات رسم کی پابندی میں شمار کی جائے گی بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ مرید کو پیر جیسا لباس اختیار کرنا چاہیے وہ صحیح ہے لیکن میں نے جو ابھی اوپر لکھا ہے وہ شہبازوں کے متعلق ہے اور یہ طریقہ پرستش کرنے والوں کا ہے۔ پیر کے رسم کی پیروی اگرچہ اچھا کام ہے لیکن پھر بھی رسم ہی ہے اگر اولیٰ سے اعلیٰ کی طرف آدمی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ اصول موضوعہ ہے کہ لین دین کھانے پینے میں پیروی کچھ زیادہ بہتر نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ بشریت میں داخل ہے اور ہر شخص بشریت کے لحاظ سے اپنا معاملہ کرتا ہے۔ جو بشریت حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ کو میسّر تھی وہ حضرت شیخ نظام الدین قدس اللہ سرہ کو نہیں میسر تھی۔ اسی طرح حضرت شیخ نصیرالدین قدس اللہ سرہ اور ان کے دوسرے مریدوں کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے ان میں سے بعض زمانہ اور اقتضائے بشری کے مطابق بہت سخت مشقت اور ریاضت کرتے تھے اور بعض آسان۔

مرید کو تمام چیزیں اپنے شیخ سے حاصل ہو سکتی ہیں

(۱۳۵) عوارف میں لکھا ہے الشیخ صورۃ یشتق منہا المطالبات الالٰھیۃ۔ اس کے دو معنی نکلتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ تم اللہ سے مانگنا چاہتے ہو اس صورت یعنی پیر سے مانگو۔ دوسرے یہ کہ الٰہیات میں سے جو کچھ تم کو درکار ہو اس صورت سے طلب کرو۔ ایک معنی یہ بھی نکلتا ہے کہ اللہ سے جو کچھ تم مانگنا چاہو گے منتظر اور متوقع ہو گے وہ سب چیزیں تم کو اللہ پیر کے ذریعہ دے گا۔ لطف و کرم، قہر و غضب جلال و جمال، رد و قبول سب شیخ ہی کے ذریعہ اللہ دے گا۔ اس بارے میں حضرت شیخ

شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ نے کچھ باتیں لکھی ہیں جن سے بہت سے اسرار سمجھ میں آتے ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے اس جگہ نہیں لکھ رہا ہوں۔

مُرید پیر کو چھوڑ کر حج کے لیے نہیں جائے

(۱۳۶) پیر کو چھوڑ کر مرید خانہ کعبہ حج کے لیے نہ جائے البتہ پیر ہی اگر کسی مصلحت سے اس کو اس طرف بھیجے تو جائے۔ اگر تیرے پیر مرشد محقق اور عارف ہیں تو پھر تو ان کی خدمت میں حاضر ہو اور خانہ کعبہ جانے کی اجازت مانگ۔ وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دیں گے لیکن دل میں خیال کریں گے کہ اس بے وقوف نے مجھ کو پہچانا ہی نہیں۔

مُرید اگر ابدال کے مرتبہ پر پہنچ جائے تو پیر کے سامنے اس گروہ کا تذکرہ نہ کرے۔

(۱۳۷) مرید اگر ابدال کے مرتبہ پر پہنچ جائے تو پیر کے سامنے اس گروہ کا تذکرہ نہ چھیڑے۔ اور اپنے کو اس جیسا ظاہر نہ ہونے دے۔ بالکل معمولی آدمی کی طرح ملاقات کرے۔ پیر اگر عارف اور محقق ہے تو اس کی حاجت مرید کو برابر رہے گی۔ اس عروج اور ترقی سے کیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی ابدال پیوند کے لیے آئے پیر سے مرید ہو جائے تو اس سے یہ نصیحت ملے گی کہ کسی کو کراہیت سے نہ دیکھا جائے۔ ورنہ لوگ بھی اسی کے مطابق معاملہ کریں گے

حصول رزق میں مرید کے توکل کی کیفیت

(۱۳۸) اگر کوئی مرید یہ چاہے کہ روٹی کپڑا اس کو غیب سے ملے تو وہ اس امید میں نہ بیٹھا رہے کہ روزی رساں اللہ ہے وہ ضرور روزی دے گا اور جیسا کہ سلوک میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اس کی روزی کا حصہ مل جاتا ہے اسے بھی مل جائے گا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر توکل کر کے بیٹھنا ہی ہے تو دل میں یہ بھی عہد کر لے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے اس کو روٹی، کپڑا اور پانی نہیں دیا تو وہ بھوکا پیاسا برہنگی میں جان دے دے گا۔ لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہیں بڑھائے گا اور نہ مدد کے لیے کسی دوست کی طرف نظر کرے گا۔ اس کے بعد وہ دیکھے کہ کیا ظاہر ہوتا ہے اور میری یہ بات سن رکھے کہ کوئی بھی ایسا عہد کر لینے کے بعد نہیں مرا ہے۔ البتہ استقامت شرط ہے۔

اگر مرید کو کوئی ایسی شے مطلوب ہے جس سے پیر واقف نہیں ہے، تو وہ اپنے مطلوب پر جما رہے

(۱۳۹) اگر مُرید کو

کوئی ایسی شے مطلوب ہے جس سے پیر واقف نہیں ہے۔ تو وہ اپنے مطلوب پر جما رہے۔ اور جو کچھ پیر فرمائے اسی کے مطابق کرے۔ وہی مطلوب جس سے پیر واقف بھی نہیں ہے اس کو مل جائے گا۔

مرید کو ہر قسم کا نیک کام کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس کو کسی سے کامیابی ہو جائے۔

(۱۴۰) مرید کو اپنا تمام وقت ایک عمل حسنہ میں نہیں گزارنا چاہیے مثلاً دن رات تمام وقت نماز اور تلاوت کلام پاک میں کوئی گزار دے۔ بلکہ اس کو ہر قسم کے عمل حسنہ کی طرف توجہ کرنا چاہیے جیسے مسکین کی دلجوئی حق العباد کی بجاآوری، اچھے اخلاق کا مظاہرہ یہ سب اعمال حسنہ ہیں اللہ کسی نہ کسی طرح اس کی مراد پوری کر دے گا۔ حضرت ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ بیس سال تک میں شب بیدار رہ کر عبادت کرتا رہا۔ ایک رات کو سو گیا۔ اسی رات کو خواب میں مجھے میرا مقصود مل گیا۔

مرید تصنیف و تالیف کتاب میں مشغول نہ ہو اور مکمل حضوری کا خیال رکھے۔

(۱۴۱) مرید کو کتاب کی تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ تمام علمی صلاحیتوں کے باوجود اپنے وقت کو اپنے مقصود کے لیے صرف کرے یا اس کام میں جو مقصود و مطلوب تک پہنچانے والا ہو۔ مقصود تک پہنچانے والا کسب دل ہے اور کسب دل میں سب سے بڑی چیز مکمل حضوری ہے۔ نیک کاموں کو نہ چھوڑیں لیکن ہر کام میں حضوری کا خیال رکھیں۔ ہر کام میں حضوری اس کام کی مطابقت سے ہوتی ہے اگر تم اس سے بچنے پر قادر نہ ہو تو تصور شہود وجود اس کے لیے کافی ہوگا۔

مُرید کو رہ گزر پر نہیں بیٹھنا چاہیے

(۱۴۲) مرید کو شاہراہ عام پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ جن لوگوں کی گفتگو مذہب کے خلاف ہو ان سے پرہیز واجب ہے۔ اگر مرید یہ محسوس کرے کہ پیر مذہب سے منحرف ہو رہا ہے تو مرید کو منحرف نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن پیر کی عزت اور عقیدت قائم رکھے۔ عقل مندوں کے نزدیک مذاہب کا مرجع رسم و رواج ہے اور حق حقیقت نسبت سے ہے۔ میرا خیال ہے مذہب میں تعصب اور تنگ دلی نہیں چاہیے۔ تجھ کو حق پر رہنا چاہیے۔ واللہ یہدی

الی الصراط المستقیم۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ عاشق کا مذہب معشوق ہوتا ہے وہ دیوانے ہیں اور یہ دیوانگی کی باتیں ہیں۔ مجھے ان باتوں سے غرض نہیں۔

مرید کو پیر کی طرف پوری توجہ رکھنا چاہیے

جب تک مرید پیر کی طرف پوری توجہ نہیں دے گا اس کے مشرب سے مستفید اور سیراب نہیں ہو سکتا ایک مرید ہے جو نماز روزہ اور دوسرے اوراد واذکار کا بہت خیال رکھتا ہے اور پابندی کرتا ہے اور دوسرا مرید ہے جو اتنا خیال نہیں رکھتا لیکن صوفیا اس پر متفق ہیں کہ یہ دوسرا مرید پہلے والے سے بہتر ہے بہ شرطیکہ وہ پیر کے ساتھ اعتقاد، حضور اور توجہ میں پہلے سے زیادہ ہو۔ اور یہ خلاصہ کلام ہے۔

مُرید اپنے عمل کو پوشیدہ رکھنے کی پوری کوشش کرے

(۱۴۳) مرید کو ظاہر و باطن کا شغل یعنی عبادت و ریاضت دروازہ بند کر کے کرنا دروازہ کھلا رکھ کر کرنے سے زیادہ بہتر ہے باغ اور جنگل میں بھی یہی بات ہے یعنی کہ تنہائی ہو۔ حتی الامکان اپنے اعمال کو چھپانے کی کوشش کرے۔ سوائے ان اعمال کے جن کو صوفیا کی اصطلاح میں ظاہری کہا جاتا ہے جیسے نماز اشراق اور چاشت وغیرہ کہ اس میں مجبوری ہے۔

مرید کو غفلت کی نیند نہیں سونا چاہیے اس کی نیند خواب اور بیداری کے درمیان ہو۔

(۱۴۴) مرید کے لیے دن یا رات کسی وقت بھی غفلت کی نیند سونا بہت بڑا عیب ہے۔ اس کی نیند بیداری اور خواب کے بین بین ہونا چاہیے۔ اس کو کوشش کرنی چاہیے کہ سونے کے وقت آنکھیں تو بند ہوں لیکن دل مراقبہ میں ہو۔ تاکہ جو کچھ پیش آئے وہم وخیال کے اندیشہ اور خطرہ و نقصان سے محفوظ ہو۔ اس کو صرف تکان دور کرنے یا آئندہ شب بیداری کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے سونا چاہیے۔ یا اگر کوئی کام تازہ دم ہو کر اچھی طرح کرنا مقصود ہو تو تھوڑی دیر سوئے ہے۔ یا اخذ لذتیں اور فائز بہ درجتیں ہونے کے لیے سونا چاہیے۔ بیداری میں جو بات ہے وہ نیند میں نہیں۔ اور نیند میں جو لطف ہے وہ بیداری میں نہیں۔ بیداری کے پردے میں زینت، جمال اور حسن پوشیدہ ہے دیکھنے والی آنکھیں ان کو دیکھتی ہیں۔ اور نیند کے پردے میں لطافت، ٹھنڈک،

اور موانست مضمر ہے من ذاق عرف بیداری میں لذت کے ساتھ تنغض اور کبیدگی ہے جب کہ نیند میں صرف غفلت ہے۔ اس میں تو اپنے مقصود کے ساتھ بلا شرکت غیرے رہنا ہے، اس میں غیر کے وہم و خیال کا گزر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف صلحائے اللہ کو خواب میں دیکھا ہے۔

مرید حضوری کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت میں کوئی فرق نہ کرے اور وہ ہمیشہ موت کا منتظر رہے۔

(۱۴۵) مرید حضوری کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت میں فرق نہ کرے اور اپنے کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دے۔ جو حالت بھی ہو اسی سے متعلق رہے اس میں اور دوسری حالت میں کوئی فرق نہ کرے البتہ خاطر جمع رہے اور دل کو فارغ رکھے۔ مرید کو آئندہ اپنی ایک گھنٹہ کی زندگی کا بھی یقین نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ہمیشہ اپنے کو موت کے دروازہ پر کھڑا محسوس کرے تاکہ اس کا ہر لمحہ نیک کاموں میں گذرے۔

مرید کے لیے رات کو کوئی جگہ تنہائی کی ضرور ہونی چاہیے جس میں کوئی شخص نہ جائے۔

(۱۴۶) مرید کے لیے رات کو کوئی مخصوص جگہ تنہائی کی ضرور ہونی چاہیے جس میں کوئی شخص داخل نہ ہو۔ اور اس کے کاموں میں رکاوٹ نہ بنے۔ آدمی کے علاوہ اور کوئی چیز یا جانور اندر جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ صرف انسان کے لیے یہ قید ہے اور اس میں بیٹا بیٹی ماں، دوست یا حاضر باش خادم کوئی مستثنیٰ نہیں۔ تنہائی اپنی جگہ پر خود ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی تنہائی میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی حقیقت لوگوں سے پوچھ ہر مذہب میں ستاروں اور شیاطین کی تسخیر کے لیے خلوت اور تنہائی اختیار کرنا ضروری ہے۔

اس کام میں پاکی نفس ذکر اور مراقبہ کے ساتھ تنہائی اور خلوت شرط ہے۔

میرے کام میں بھی پاکی نفس، ذکر اور مراقبہ کے ساتھ تنہائی شرط اولیں ہے۔ اس میں فرشتے، برگزیدہ روحیں، ابدال اور اوتاد وغیرہ کے ظاہر ہونے کی امید کے علاوہ انبیاء کی ارواح سے ملاقات، دولت کا پتا

اور وصول مقصود بھی ہوتا ہے۔ کسی شخص کو بھی اس عمل کے بغیر دولت تک رسائی نہیں ہوئی ہے اگر کوئی شخص بہت زیادہ نماز اور کلام پاک عام طالبوں کی طرح حصول مقصد کی اُمید میں پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی نماز، روزہ اور تلاوت کلام پاک کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس کو بغیر کسی واسطہ کے غیب سے ذکر و مراقبہ کی تلقین کرتا ہے تاکہ خطرات دور ہوں، دل صاف ہو اور اس میں صاف و شفاف عکس آئے۔ اور آئینہ کی طرح انوار قدسی کے عکس اس پر روشن ہوں۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابدال، اوتا دیا ولی اور مرشد کو اللہ تعالیٰ اس پر مقرر کر دیتا ہے جو کہ اس کے پاس آکر اس راہ کی اس کو تلقین کرتے ہیں۔ میرا مقصد ان تمام باتوں سے یہ ہے کہ بغیر کسب دل کے کچھ ہونے والا نہیں ہے، خواہ کچھ کرو۔

مُرید کے لیے تجلیہ سے تخلیہ بہتر ہے

(۱۴۷) مرید کو چاہیے کہ تجلیہ سے تخلیہ کو بہتر جانے۔ تخلیہ اصل کام ہے۔ عوام اور غیر صوفی بھی اس بات سے واقف ہیں۔ جوگی بھی اسی راستہ پر چلتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جلوت میں خلوت پیدا کر لے تو یہ بڑا کام ہے ابتدا تجلیہ سے کرے اور پھر اگر خلوت اور جلوت آپس میں مل جائیں تو کیا کہنے ہیں۔ یہ کام ہمارے خواجگان کا ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مُرید کو نہیں چاہیے کہ کشف و تجلی اور اپنے حصول مقصود سے پہلے اہل تحقیق کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔

(۱۴۸) مرید کو نہیں چاہیے کہ کشف و تجلی اور اپنے حصول مقصد سے پہلے اہل تحقیق کی کتابوں کا مطالعہ کرے یا ان پر عمل کرے۔ کیونکہ یہ وہ علم ہے کہ صوفیا اس کو حجاب اعظم کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ العلم حجاب اللہ الاکبر۔ تو یہ محققین کے علم سلوک ہی کے بارے میں کہا گیا ہے۔ سوائے اس کے تمام علم کو صوفیا دنیاوی اور مجازی علم کہتے ہیں۔ میں نے بہتوں کو دیکھا ہے اور ان میں میرے کچھ دوست بھی تھے جو مطالعہ علم اور تحقیق و تجسس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اہل تحقیق کی کتاب ہی عین مقصد ہے اور اس کے علاوہ مکمل ہجر و حرماں کے سوا کچھ نہیں۔

بیوی بچّے والے مُرید کو کیا کرنا چاہیے

(۱۴۹) اگر مرید عیال دار یعنی بیوی بچے والا

ہے تو اس کو اپنے اہل و عیال کے لیے کوئی صورت نکالنا ضروری ہے۔ ایک تدبیر تو یہ ہے کہ اگر وہ صاحب جائداد ہے اور اس کے بغیر کمائے ان لوگوں کی ضروریات پوری ہو جا سکتی ہیں تو وہ سب کا سب بیوی بچوں کے حوالے کر دے اور خود فراغت وقت حاصل کرلے۔ اور ان لوگوں سے کچھ نہ لے بجز اس کے کہ اگر وہ لوگ کبھی عام ملنے والوں کی طرح کوئی تحفہ لائیں تو قبول کرے۔ بلکہ حسب منصب ان لوگوں کے ساتھ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آئے اور اگر غیب سے کوئی چیز آئی ہوئی رکھی ہو تو ان لوگوں میں تقسیم کر دے۔ اور اگر وہ مرید عیال دار صاحب جائداد نہیں ہے اور اس کے بغیر کام کاج کیے اور پیشہ یا صنعت سے مدد لیے ان لوگوں کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہو سکتیں اور معاشی حیثیت سے ان لوگوں کی کفالت کے لیے اس کی سخت ضرورت ہے۔ یا اگر اس کی نوکری اس طرح کی ہے کہ اس کی وجہ سے ورد و وظائف میں خلل پڑتا ہے تو ایسی نوکری اس پر حرام ہے اور ایسی صورت میں اس کو ارادت اور مریدی سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ اور اگر اس پر قائم ہی رہنا چاہتا ہے تو اول وقت چاشت سے لے کر ظہر کی نماز تک کوئی کام کاج کرے اور باقی وقت ورد و وظائف اور صحبت اصحاب میں گزارے اور جو کچھ کمائے بیوی بچوں کے حوالے کر دے اور خود لقمہ گدائی یا غیب پر اکتفا کرے۔ یا پھر بیت المال سے ان لوگوں کے لیے کچھ معاش مقرر کرا دے بشرطیکہ اس کوشش پیروی میں اس کا وقت برباد نہ ہو اور بادشاہوں کی درباد داری اور اہل کاروں کے در کی جاروب کشی نہ کرنی پڑے اور ذلت و خواری نہ اٹھانی پڑے۔ ایک دوسری تدبیر یہ ہے کہ تو اپنے کو مردہ سمجھ لے۔ موتو قبل ان تموتو کے اوپر عمل کر کے اپنے وقت کو بچالے اور اپنے دل سے خود سوال کرے کہ تیرے مرنے کے بعد تیری بیوی کیا کرے گی۔ اپنی گزر بسر کرے گی یا کسی دوسرے کی زوجیت میں چلی جائے گی۔ بچے سب بچیں گے یا مر جائیں گے اور اگر زندہ رہیں گے تو تربیت حاصل کر سکیں گے یا نہیں۔ پھر اپنی بیوی کو طلب کر اور اس سے کہہ دے کہ تو مر گیا ہے۔ اگر فقر و فاقہ میں وہ تیرے ساتھ رہ سکتی ہے تو بہت اچھا ورنہ پھر وہ جانے اور اس کا کام۔ خواہ بچے بھوکے مر جائیں یا کسی کی پرورش میں آجائیں۔ یا جیسی اللہ کی مرضی ہو وہی ہو۔ اس طرح وہ گوشہ گیر ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جب فقر کا غلبہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کر ان لوگوں کو بلا کر ان لوگوں کے اختیارات ان لوگوں کے حوالہ کر دو۔ بعض صوفیا نے ایسا بھی کیا ہے کہ کسی دروازے پر گھوم کر کچھ ٹکڑے روٹی کے حاصل کر لیے اور ان کو اپنی بیوی بچوں کے حوالے کر دیا۔ اور پھر تمام وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہے۔

جب تک تمام امور دنیوی سے چھٹکارا نہ حاصل کر لو ارادت سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت و ریاضت بغیر فراغت کے ممکن نہیں جب تک تمام امور دنیوی سے چھٹکارا نہ حاصل کر لو ارادت اور ریاضت سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔

مرید قہقہہ زنی ہنسی مذاق اور مزاح میں نہ پڑے فحش باتیں زبان پر نہ لائے عورت کو بُری نظر سے نہ دیکھے۔

(۱۵۰) قہقہہ زنی، مزاح اور واہیات خرافات بکنے سے مرید کو پرہیز کرنا چاہیے، وہ فحش اور بری باتیں زباں پر نہ لائے۔ خوبصورت عورت اور امرد کو بُری نظر سے نہ دیکھے۔ اگر لغزش ہو جائے تو اس میں چپک نہ جائے بلکہ توبہ استغفار کرے۔ اہل دل کو نظر بازی زیب نہیں دیتی۔ اور میری اس بات کو یقین کرو کہ لونڈے یا خوبصورت عورت سے آنکھ لڑانا شہوت سے خالی نہیں، خواہ اس میں کوئی ہو۔ میں اپنے زمانے یا اپنے دور سے کچھ قبل کے صوفیا کے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ میرا اشارہ ان سرداران طائفہ سے ہے جو اس کام میں مشہور ہیں وہ شہوت خفیہ سے مبرا نہیں ہیں۔

اگر مرید کے سر سے پیر کا سایہ اُٹھ جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے۔

(۱۵۱) اگر کسی مرید طالب کے سر سے پیر کا سایہ اُٹھ جائے تو اگر اس کا کوئی دوست ہے جو اس کے پیر کا مرید بھی ہے اور صاحب ارشاد بھی اس کی اطاعت اور حلقہ خدمت میں داخل ہو جائے اور اس کی توجہ فرمائی کو قبول کر لے اس سے روگردانی بہتر نہیں ہوتی۔ غایت سے غایت صف اول سے دوم میں شمار ہوگا کیونکہ وہ بھی اسی کے پیر ہی کی طرف متوجہ ہے۔ اور اگر وہ دوست اس کے

پیر سے مرید نہ ہو لیکن خانوادہ اس کے دوست کے پیر کا ایک ہی ہو تو اس سے استرشاد کرے اگر وہ اس کے پیر کی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو اس کی اطاعت واجب ہے اگر دوسری راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن وہ راہ اس کے پیر کے خلاف راہ نہیں ہے تو اس حالت میں بھی اقدام کرے اور اطاعت کرے۔ لیکن اگر پیر کی روش اور معاملہ کے بر خلاف ہے تو پھر تامل کرے۔ طالب بے چارے کے لیے اُس وقت بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے ع "نہ پکڑا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے"۔

مرید کو عوام کے رسم و عادت سے دُور رہنا چاہیے

(۱۵۲) مرید کو عوام کے رسم و رواج اور عادت سے دُور رہنا چاہیے۔ وہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جب تک بائیں کاندھے کا فرشتہ کراماً کاتبین تیس سال تک، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہ رہے مرید مرید نہیں ہوتا۔ بالکل صحیح ہے مرید دریائے ارادت میں غرق رہتا ہے۔ اس کو اس کی کہاں پروا کہ کوئی فرشتہ کچھ لکھے۔ جب تک مرید کا دل حضوری کے تصور کے ذریعہ مقصود کار کی تصویر نہیں کھینچ لیتا۔ پوری لذت اسے نہیں ملتی۔ اور نہ راہ سلوک پر چلنا ہی آتا ہے۔ مرید اتنی لذت محسوس کرتا ہے کہ شعور اس سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور صرف ذات رہ جاتی ہے متقدمین صوفیا میں سے بہتوں نے اسی طرح کے غلبہ حضور کا مشاہدہ کیا ہے۔ صاحب تعرف نے اپنی کتاب میں اسی طرح لکھا ہے۔

مرید کو صاحب عزیمت ہونا چاہیے

(۱۵۳) مرید کو صاحب عزیمت ہونا چاہیے اس کی عزیمت نفس پر سختی اور مصیبت جھیلنا ہے۔ اور اگر اس مرید کا ذکر و مراقبہ کا راستہ کھلا ہوا ہے اور اسی سے فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے تو عزیمت اس کی یہی ہے۔ حضور اور قوت ذکر سے جو ہاتھ آئے وہ بھی عزیمت اس کی ہے۔ مثلاً اگر مرید کو دغدغہ شہوانی پیدا ہو تو وہ شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے دبا دے اور اس پر عمل نہ کرے۔ اور جس کو جمال حضوری اور حسن ذکر نے جلوہ دکھا دیا اس کو جو کچھ ہاتھ آ جائے عزیمت وہی ہے۔

مرید پیر کو خواب میں جس حال میں بھی دیکھے سمجھے کہ وہ اس کی تنبیہ حالت کے لیے ہے

(۱۵۴) مرید خواب میں

پیر کو جس کیفیت میں دیکھے سمجھے کہ وہ اس طرح اس کی تنبیہ کر رہا ہے۔ اور استقامت خیال کے لیے مرید کو اعضا کو بے حس کر دینے والی دوا نہیں استعمال کرنا چاہیے بلکہ اس کی تدبیر دل سے ہونا چاہیے تاکہ فراغت کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول رہے۔ مرید پیر کو تصوراً اور تحققاً اپنے دل میں دیکھے۔ اور اس کو تمثال قدسی جانے۔

پیر اگر مجازی عشق میں مبتلا ہو جائے تو مرید کو بدعقیدہ نہیں ہونا چاہیے البتہ اس بارے میں پیر کی پیروی نہ کرے۔

(۱۵۵) اگر پیر کو کسی امرد یا عورت سے عشق ہو جائے تو مرید کو اس سے بداعتقاد نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے دل میں یہ سمجھے کہ پیر کوئی راز اس شخص کے مظہر میں دیکھ رہا ہے۔ اس کی نظر اس لڑکے یا عورت پر نہیں ہے بلکہ اس کے متماثل پر ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عالم قدس میں کوئی صورت آدمی دیکھ لیتا ہے پھر اسی کے مثل دنیا میں دیکھتا ہے اور اسے دیکھ کر عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا عشق خراب قسم کا ممکن ہے نہ ہو بلکہ اسی قسم کا ہو جیسا میں نے کہا۔ لیکن میں اس پیر سے کہتا ہوں کہ اگر وہ اس طرح کی حرکت نہ کرتا تو قدس سے اقدس تک پہنچ جاتا ؎

ہر چہ از اں نام و نشانت دہند گر نہ ستانی بہ از انت دہند

مرید کو اس بارے میں پیر کی پیروی نہیں کرنی چاہیے ورنہ وہ شہوت کے حلقہ اور خواہشات کے جال میں گرفتار ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ من ھذ الحرمان اور اگر مرید اس طرح کی عشق بازی میں مبتلا ہو جائے تو پیر کو اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے اور اسے معمولی کاروبار کی طرح نہ سمجھے جیسا کہ میں نے بعض آدمیوں کے بارے میں سنا ہے۔ مرید کو خوبرو لڑکوں کی صحبت سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہیے۔ اور خاص کر اگر وہ خوبرو لڑکا گانے والا ہو۔ لیکن اگر وہ لڑکا گانے والے کے طائفہ میں شامل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ طائفہ کے پیچھے ہو اور اس سے بات چیت نہ کی جائے۔ خاص کر وہ لڑکا اگر ملیح ہو اور اس طرح کی گانے بجانے کی مجلس میں ہو تو اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو نظریں اپنے سینہ کی طرف جھکائے۔ اور اگر وہ شخص ایسا ہو جیسے دیوار، عورت، اور خوبرو لڑکا اور پیر سب ایک ہی جیسے معلوم ہوں تو پھر اس کے بارے میں یہ سب باتیں نہیں ہیں۔

مرید لہو و لعب و طرب میں نہیں پڑے

(۱۵۶) مرید لہو و لعب اور طرب، جیسے گھوڑا دوڑانا تیر چلانا، داستان گوئی کرنا، سیر تماشا اور باغ میں گھومنا وغیرہ جیسے فضول کاموں میں نہ مشغول رہے۔ اگر اس کا دل کسی وجہ سے ملول اور افسردہ ہو تو اسے اس طرح بہلائے کہ وقت برباد نہ ہو اور اگر اس دوران میں اس کو حضوری حاصل ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔

مرید کو چاہیے کہ سفر و حضر میں بغیر مسواک تسبیح، جانماز اور رومال کے نہ رہے۔

(۱۵۷) مرید سفر و حضر میں کبھی بھی بغیر مسواک تسبیح، جائے نماز، اور رومال کے نہ رہے بعض لوگوں نے پیالہ کو بھی اسی میں شامل کر لیا ہے اگر سفر سے یا صحرا میں نکلا ہے تو یہ اس کو خود ضروری محسوس ہوگا۔ جیسا کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب عوارف میں لکھا ہے جس صوفی کے پاس پانی کا برتن نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ یا دانستہ یا نادانستہ اپنی بیوی کو برہنہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو یہ پیش آئے گا اگر شہر میں بھی چہل قدمی کرنا کام سے یا مصلحت سے زیادتی نہیں ہے۔

مرید پر اگر بیوی کی خواہش غلبہ کرے تو اس کو کیا کرنا چاہیے

(۱۵۸) ارادت کے دوران اگر مرید کو شادی کرنے کا خطرہ لاحق ہو یا شہوت کا زور ہو تو اس کے دور کرنے کی جائز طریقہ سے کوئی صورت پیدا کرے جس سے اس کی یہ کیفیت دور ہو جائے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ مجاہدہ اور ریاضت سے اس قوت کو توڑ دے اور جو پانی نکلنے کے لیے ہیجان برپا کیے ہوئے ہے اس کو اندر ہی روک کر طاقت پیدا کرے تاکہ اور زیادہ سخت مجاہدہ اور ریاضت کے لائق ہو سبے صبر مرید پر جو گھڑی بے مقصد گزرتی ہے وہ بلا کا سبب ہوتی ہے۔ ایسی زندگی سے ہزار بار مرنا بہتر ہے۔

دوسروں کے ساتھ معاملات میں مرید کا رویہ

(۱۵۹) مرید اپنی ظاہری آرائش اور زیبائش پر زیادہ توجہ نہ دے۔ خوبصورت دستار باندھنا، نفیس جامہ پہننا مریدوں کا کام نہیں ہے۔ مرید اچھے کھانے کا شوق نہ رکھے۔ میں نے یہ بات بارہا بتائی ہے کہ مرید کو بیوی اور کنیزیں

زیادہ تعداد میں نہیں رکھنی چاہیے۔ مرید کو شان وشوکت اور محفل و مجلس سے دُور رہنا چاہیے۔ وہ قبالہ اور دستاویز پر ہرگز گواہی نہ بنائے اور نہ گواہی دینے کے لیے کورٹ کچہری میں حاکم کے روبرو جائے۔ مال و دولت اور جائداد کے لیے دشمنی مول نہ لے۔ نقد اور کھیت زمین کے ترکہ کا مطالبہ بھی کسی سے نہ کرے۔ مرید کو سچے دل سے اپنے اللہ کے سامنے عہد کرنا چاہیے کہ وہ اس دنیا میں یا اس دنیا میں کسی کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس کا مال اس سے چھین لے تو ظاہر میں گرچہ وہ بہت ہنگامہ اور چیخ و پکار کرے لیکن دل سے اس کو معاف کر دے۔

مُرید جب حلقہ ارادت میں داخل ہو تو اپنے تمام حقوق سے جو دُوسروں کے ذمّہ ہوں دست بردار ہو جائے۔

(۱۶۰) مرید جب حلقہ ارادت میں داخل ہو تو وہ خلوت نشین ہو جائے اور اپنے خدا کے سامنے عہد کرے کہ جس کے ذمہ بھی میرا حق باقی ہو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں اور جو کچھ اس نے تصرف میں لایا ہے یا جو کچھ اس کے پاس موجود ہے میں سب اس کو بخشتا ہوں اور معاف کرتا ہوں۔ اس رویہ سے وہ امید رکھے کہ جس جگہ اور جس کسی کا اس پر بھی حق ہو گا وہ اسے معاف کر دے گا۔

راہ ارادت میں سب سے پہلا قدم مظالم سے باز آنا ہے

راہ ارادت میں سب سے پہلا قدم مظالم سے باز آنا ہے۔ کیونکہ یہ تمام باتیں جو میں نے اوپر لکھیں مظالم کو ترک کرنے پر ہی ہو سکتی ہے۔

مُرید کے دل میں اگر کوئی بُری بات پیدا ہوتی ہو تو کسی کے سامنے اس کو بیان نہ کرے۔

(۱۶۱) مرید کے دل میں اگر کوئی بری بات پیدا ہوتی ہو تو اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ بلکہ دل ہی دل میں وقتاً فوقتاً دل کو ملامت کرتا رہے۔ اور اس کی سرزنش سے کبھی نہ باز رہے

مرید کو نہیں چاہیے کہ کسی دوست کو راستہ میں زور سے سلام کہے

اگر کوئی مرید اپنے دوست یا شیخ کے ساتھ جا رہا ہو تو دوسرے مرید کو زور سے سلام علیک نہیں کہنا چاہیے کیونکہ وہ بھی مرید ہے ممکن ہے ظاہر یا باطن میں ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ تم جب سلام کرو گے تو وہ بھی سلام کا جواب دے گا اور اس طرح

جمعیت خاطر میں اس کے خلل پڑنے کا ڈر ہے۔ اگر وہ کچھ پڑھ رہا ہو تو ممکن ہے بھول جائے یا سلسلہ ٹوٹ جائے اس لیے بہتر ہے کہ اشارے سے سلام کرو کہ یہ بھی سلام کا خلف ہی ہے۔ پھر وہ بھی سلام کا جواب اشارے ہی میں دے گا۔ اور کسی کو خلل نہیں پڑے گا یوں بھی ہر مرید کو اشارے سے سلام کرنا زیادہ بہتر ہے اس لیے زبان و دل مرید کا ہر وقت مشغول رہتا ہے۔

مُرید اگر موسیقی جانتا ہو تو اپنے ذہن کو اس سے خالی رکھے

(۱۶۲) مرید اگر موسیقی اور گانا جانتا ہو تو ذہن کو اس طرف نہیں لگانا چاہیے بلکہ اس کو ذہن سے نکال دینا چاہیے۔ کیونکہ اس سے اس کا کام خراب ہو جائے گا۔ موسیقی کے تمام نغمے، لحن اور ضرب دل میں جاگزین رہیں گے۔ لیکن محض اپنی خوش وقتی یا زمانہ کا نوحہ کرنے کے لیے اپنے مخصوص بے تکلف اور ہمدرد احباب میں اگر کچھ دیر شوق کرے تو چنداں مضائقہ نہیں اس سے اس کا وقت نہیں خراب ہو گا بلکہ کچھ فائدہ ہی ہو گا۔

مُریدوں کو پیروں کا لباس نہیں اختیار کرنا چاہیے

(۱۶۳) مرید کو پیروں کا لباس جیسے اوحدی، فرجی، جھلنگ اور مرقع نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ سچی بات یہ ہے کہ مرید کا ظاہر اور باطن یکساں ہونا چاہیے تو مرید ہے تجھ کو کھردرا موٹا اور سخت چیزیں استعمال میں رکھنا چاہیے تجھ کو ان چیزوں سے کیا کام۔ مرید کو اپنے ساتھ خادم نہیں رکھنا چاہیے۔ اپنا پیالہ، جائے نماز، نعلین اپنے ہاتھ میں لے کر چلنا چاہیے۔ یہی مشائخ کا شیوہ ہے۔ مرید کو فخر و غرور کے راستے پر نہیں چلنا چاہیے بلکہ اپنے اندر منکسر مزاجی پیدا کرنا چاہیے۔

مرید جو کام شروع کرے ختم کیے بغیر اس کو نہ چھوڑے

(۱۶۴) مرید جو کام شروع کرے کسی وجہ یا مصلحت سے اس کو ختم کیے بغیر نہ چھوڑے مثلاً اس نے فاقہ کرنا شروع کیا، کمزوری غالب آنے لگی۔ تو اس کمزوری کی وجہ سے وہ افطار نہ کرے۔ ہمت کر کے پورا کرے۔ یہ نفس ہے۔ اگر اس کو ڈھیل دیا گیا تو یہ سرکش ہوتا جائے گا۔ مرید اگر خواب یا بیداری میں کسی کو دیکھے تو اس کا اظہار کسی سے یا خود اس شخص سے نہ کرے ورنہ اس مرید کو

شیخی آجائے گی اور وہ اپنے مقصود سے دُور ہو جائے گا۔ مرید کو مرد مجلس نہیں بننا چاہیے جہاں بیٹھ جائے وہیں جم جائے۔ اس کو ایک ہی جگہ اختیار کر لینا اور وہیں زندگی ختم کر دینا چاہیے۔ نفس کو ذلیل و خوار کرنے کے خیال سے مرید کو غیر شائستہ اور بے ہودہ جگہ نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ نفس ذلیل ہو کر بے حس اور جامد ہو جاتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے تکدر پیدا ہوتا ہے۔

مُرید اپنے مقصود کو قریب الحصول سمجھے

(۱۶۵) مرید اور طالب اپنے مقصود اور مطلوب کو قریب الحصول سمجھے نیک کاموں کے دوران یعنی جب وہ ذکر، مراقبہ اور نماز میں مشغول ہو ہمیشہ یہی یقین رکھے کہ اس بار نہیں تو اس بار، اس وقت نہیں تو اس وقت مقصود کا حصول ضرور ہوگا۔ لیکن جب اس کام میں محرومی اور ناکامی ہو جائے تو پھر گریہ و نعرہ، ٹھنڈی آہیں بھرنا، دل شکستگی اور سوز دلی کو اپنا لے اور اس کے دامن میں پناہ لے۔ یہ بھی ایک کام ہی ہے۔ ہمارے سامنے دو راہیں ہیں ایک وجدان مقصود کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا، گرمیٔ عشق، دردِ ناکامی، سوز دلی کی طرف۔

مُرید کو قوی الجثہ ہونا چاہیے

(۱۶۶) مرید طالب کو قوی الجثہ اور مضبوط ہونا چاہیے تاکہ مشتاقوں سے نپٹ سکے۔ اور سختیوں کو جھیل سکے۔ اگر وہ کمزور ہوگا تو بہت سے کاموں سے محروم رہ جائے گا۔ کیونکہ ہر تکلیف جو محبوب کے در پہ اور مطلوب کی راہ میں اس کو اٹھانی پڑے گی اس کی لذت اور آرام کو وہی سمجھ سکتا ہے اور مقصود مطلوب کے پاس پہنچ جانے کے بعد جو فتح و کامرانی اسے میسر ہو گی وہ علیحدہ ہے۔ اس کے لیے اس سے بہتر کوئی کام نہیں کہ وہ گوشہ گیر ہو جائے اور اپنی آنکھ اور لب بند کر کے صحیح اور صالح خیالات کو اپنا لے یہ بڑا کام ہے اگر اس پہ عمل پیرا ہونا نصیب ہو تو تمام طالبان اس پہ رشک کریں گے۔

مرید کو دلیر اور دلاور ہونا چاہیے

(۱۶۷) مرید کو دلیر اور بہادر ہونا چاہیے تاریک رات سے، جنگل میں رہنے، تنہائی میں بسر کرنے زمین کے اندر سبع بیتوت کرنے اور دوسرے موذیات و حشرات الارض سے بے فکر رہے ذرا اس کی طرف دھیان نہ دے۔ مرید کو جن بھوت اور شیطان سے بھی خوفزدہ

نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح سانپ، بچھو اور شیر وغیرہ سے بھی نہ ڈرے۔ کیونکہ اس نے اپنے کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ درد طلب اور عشق کو قبول کر کے اس کا دل تمام دردوں سے فارغ ہو گیا ہے۔ مرید کو قلندر صفت ہونا چاہیے، یعنی وہ تمام رسم و عادت اور ننگ و عار سے گزر جائے۔ تو نہیں دیکھتا کہ یہ لوگ کیسے بے شرم ہیں۔ کسی کو سر اور داڑھی مونڈ کر گدھے پر سوار کر کے گھماتے ہیں اپنے ہی لوگوں کو اس طرح سزا دیتے ہیں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمام چیزوں کو کنارے ڈال دیا ہے اور تمام رسوم شرعی اور عادت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مرید طالب کو بھی اسی طرح سب باتوں سے بے توجہ اور بے پروا ہو جانا چاہیے۔

حبس نفس

(۱۶۸) مرید کو سانس روکنے کی عادت ڈالنا جیسا کہ جوگیوں میں ہے ضروری ہے لیکن جتنا وہ لوگ کر سکتے ہیں ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اور جو اس کی عادت ڈالے اس کو عورت کی صحبت سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہیے۔ پانی کم پیے اور کھانا بھی اتنا ہی کھائے کہ کھڑے ہو کر نماز فرض اور نوافل ادا کرنے کی طاقت رہے، یہ تو مقیم کے لیے ہے اور جو مسافر ہے اس کو اتنی طاقت باقی رہے کہ راستہ چل سکے۔ فضول باتیں کرنے سے پرہیز کرے۔ اگر حبس کا عادی ہو گیا تو بہت سے خطرات دور ہو جاتے ہیں خطرہ نفس کے تابع ہے۔

مرید کسی کی اچھائی برائی سے غرض نہ رکھے

(۱۶۹) مرید کسی کے خیر و شر اور اچھائی برائی سے کام نہ رکھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دوسرے لوگوں کیلئے چھوڑ دے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھے۔

مرید کو دوسروں کی دعوت کھانے اور شادی غمی میں شرکت سے کیا کام

(۱۷۰) مرید لوگوں کی دعوت نہ کھاتا پھرے۔ البتہ جو آئے اس کو کھانا کھلائے اور خاطر مدارات کرے۔ اس بھلائی سے دوسری کمی کا سدِ باب ہو جائے گا۔ مرید شادی غمی کی مجلسوں میں کم شرکت کرے۔ اگر ولیمہ وغیرہ میں شریک ہونا پڑے تو یہ محض حفظ سنت اور دلجوئی کے لیے ہو۔

مرید ہر قسم کی ہوس سے اپنے کو دور رکھے

(۱۷۱) مرید کسی طرح کی ہوس دل میں نہ رکھے۔ اور اگر اس طرح کی کیفیت وہ

دل میں محسوس کرے تو اس کو بڑھنے نہ دے۔ بلکہ مجاہدہ اور ریاضت سے ختم کر دے۔ اگر کوئی ایسی ہوس دل میں پیدا ہو جائے جو آسان اور مباح ہے تو کتے کے سامنے ہڈی پھینکنے کے طریقے پر عمل کرے تاکہ کتا اسی میں اُلجھ جائے اور تجھ کو کاٹنے نہ دوڑے اور تو بلا خوف و تشویش راستہ سے گزر جائے۔ اور اگر العیاذ باللہ وہ ہوس غیر مشروع اور خراب قسم کا ہو تو پھر سمجھو کہ وہ مرید طالب ہی نہیں ہے۔ اور اگر وہ واقعی ہے تو پھر اس کو جان پر کھیل کر اس کام سے باز رہنا چاہیے۔

جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو مرید نہ سوئے

(۱۷۲) مرید باقاعدہ نیند کا استقبال نہ کرے جیسا بعض لوگ کرتے ہیں کہ وہ فرش بچھاتے ہیں، تکیہ رکھتے ہیں، خوشی خوشی پیر پھیلا کر آنکھیں بند کر کے نیند کا انتظار کرتے ہیں۔ استغفر اللہ یہ خدا ترسوں اور خدا پرستوں کی نیند نہیں ہو سکتی یہ تو اہل ہوس کی نیند ہے۔ مرید پر نیند کا جب اتنا غلبہ ہو جائے کہ کوئی کام نہ کر سکے تو پھر وہ بے قاعدہ طور پر سو جائے تاکہ جلد ہی اس غفلت سے بیدار ہو جائے۔

مرید وسومات کے استعمال میں اعتدال سے کام لے اور دیر ہضم غذا سے پرہیز کرے۔

(۱۷۳) مرید وسومات کے استعمال سے پرہیز کرے۔ اگر کچھ روغن کبھی زیادہ کھالے تو اس کے بدلے میں روزانہ کی غذا ترک کر دے، یہ بُرا نہ ہوگا، اس سے معدہ ہلکا رہے گا اور قوت جسمانی اور قوت مدافعت باقی رہے گی مرید وضو برابر کرے اس لیے کہ اس سے طبیعت میں تر و تازگی اور دماغ میں تراوٹ رہتی ہے۔ وسومات کا استعمال، حلوا اور پیٹ بھر کر کھانا مرید کے لیے مناسب نہیں ہے۔ کبراویوں نے تین اربعین (چلہ) اسی لیے رکھا ہے اس میں ان تمام باتوں کا تدارک اور رعایت کیا جائے۔ لیکن مرید کو ہمیشہ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ مرید ہی جو برابر ان باتوں کا لحاظ رکھے۔ سال میں دو بار چند روز کی بہت زیادہ مشقت اور سختی کو اپنے اوپر لازمی قرار دے۔ مرید کو ریاح پیدا کرنے والی اور دیر ہضم غذا سے احتیاط کرنا چاہیئے مرید کو بسیار خوری کے باعث ہیضہ کی شکایت ہونا بڑی شرم کی بات ہے۔

صاحب حق کی رکاوٹ ڈالنے پر مُرید کو توجہ نہیں کرنی چاہیے اور نہ ارادت کا قدم پیچھے ہٹانا چاہیے

(۱۷۴) اگر مرید

کے حق دار لوگ اس کے ارادت کے کاموں میں رکاوٹ ڈالیں تو وہ ان کی پروا نہ کرے اور حلقہ ارادت سے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے مثال کے طور پر مرید کی ماں نہیں چاہے گی کہ اس کا نوجوان بیٹا اتنا فاقہ اور شب بیداری کرے اور کاروبار اور تجارت کے کاموں سے باز رہے۔ وہ چاہے گی کہ اس کی شادی ہو جائے، بال بچے ہوں تاکہ نسل بڑھے۔ اور اس کی آنکھیں اپنے بیٹے کا جمال اور خوشیاں دیکھ کر روشن ہوں۔ لیکن وہ اس طرح کی باتوں کی طرف دھیان نہ دے اور اپنے کام میں ثابت قدم رہے۔ لفظ جبار کے معنی توڑنا اور توڑ کر جوڑنا دونوں ہیں۔ یعنی جبر کا لفظ مجموعہ اضداد معنی رکھتا ہے اگر مرید طالب سے راہ طلب میں گرمی کار کے باعث حق ادا کرنے میں کوتاہی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو پوری کر دے گا۔ اور اس مرید پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ اور حقوق بخش دے گا اور مرد صادق بنا دے گا۔ اور وہی حق دار جو ابتدا میں اس کی مزاحمت کرتا تھا آخر میں معتقد ہو جائے گا اور اس سے مُرید ہونے کی تمنا کرے گا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مرید کسی صورت میں بھی ارادت کا قدم پیچھے نہیں ہٹائے بلکہ آگے بڑھائے۔

(۱۷۵) اگر پیر کی زندگی میں یا مرنے کے بعد

اگر پیر کی زندگی میں یا مرنے کے بعد مرید کو کسی دوسرے بزرگ سے کوئی چیز ملے تو اس کو عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ بھی پیر ہی کا عطیہ ہے

کسی مرید کی ملاقات دوسرے پیر سے ہو جائے اور وہ اس میں چند ایسی فضیلت اور روحانیت کی باتیں دیکھے جو اس نے اپنے پیر میں نہیں محسوس کیا ہو تو ان معارف اور حقائق کی وجہ سے اس کو اپنے پیر سے بداعتقاد نہیں ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے پیر میں بھی وہ سب باتیں موجود ہوں لیکن اس نے پوشیدہ رکھا ہو کہ اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہ سمجھا ہو۔ اور اگر اس دوسرے پیر سے اس کو کچھ فیض ملے تو اس کو اپنے پیر کا ہی عطیہ سمجھے اور اس پر اعتقاد رکھے کہ اس کو وہ شے اسی طرح ملنی تھی لیکن زیادہ اچھا یہ ہوگا کہ مرید ہر پیر کی صحبت اختیار نہ کرے۔ اگر کوئی مرید کسی دوسرے پیر کی تربیت میں چلا گیا ہو اور اس سے اس کو کچھ نعمت ملے تو اس کے بارے میں بھی وہی عقیدہ رکھے جو اوپر لکھا گیا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ جاتا ہے اور وہاں اس کو فتوحات اور فیضان حاصل ہوتے ہیں تو اس کے بارے میں بھی وہ یہی یقین

کرے کہ جو کچھ اس کو نعمتیں ملی ہیں وہ سب ارشاد دعوت وصحبت اور پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بدولت ہے۔ اسی طرح جس در سے بھی اس کو کوئی چیز ملے وہ یہی سمجھے۔ پیر کا گھر جس سمت ہو اس کا احترام کرے۔ اگر ہو سکے تو اس طرف تھوک نہ پھینکے، پیر نہ پھیلائے۔ اپنے پیر کے کفش (نعلین)، اور دوسری چیزیں جیسے جائے نماز، دستار، طاقیہ دراع وغیرہ کو بغیر وضو ہاتھ نہ لگائے۔ اور کسی جگہ عزت واحترام سے رکھے اور کبھی کبھی نکال کر چہرے، آنکھ اور سینہ پر ملے۔ اور پیر سے عرض کرے کہ جو آپ نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے اس کو ارزانی فرمائیے۔

مرید کا وصیت کر کے مرنا کہ پیر کے تبرکات میں سے کوئی چیز اس کی قبر میں رکھ دی جائے

(۱۷۶) مرید ضرور وصیت کرے کہ شیخ کے جامہ میں سے کچھ اس کے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے۔ خاص کر طاقیہ کو۔ مرید کا شیخ کے مزار کے چاروں طرف کئی مرتبہ طواف کرنا۔ اس قالب کا احترام کرنا ہے جس قالب کا دل عرش باری اور رحمان کی جائے نشست ہے۔ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ روایت آئی ہے۔ مرید شیخ کے قدموں پر اشرفی نچھاور کرے۔ پیر کی تربت پر پھول چڑھائے کیونکہ ارواح کو خوشبو سے مسرت ہوتی ہے۔ پیر کے مزار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے۔ سورہ یٰسین بھی زیادہ نہ پڑھے۔ خوف کے باعث ادھر ادھر دیکھنے کی وجہ سے قبر کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں پیر کی تربت پر رکھے یا آنکھیں بند کر کے پیر کی صورت کا تصور کرے۔ قبر کے پاس اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو اسے صاحب قبر کی مرضی تصور کرے۔ اگر پیر کی زندگی میں یا بعد وفات مرید پیر کے حضور بیٹھا ہوا ہے اور اس وقت کوئی آنے والا آجائے۔ تو مرید کو اس آنے والے کے احترام میں نہیں اٹھنا چاہیے۔ مگر جب پیر کھڑا ہو جائے تو اس کی موافقت میں کھڑا ہونا ضروری ہے۔

مرید کو کوشش کرنا چاہیے کہ اپنا بار پیر پر نہ ڈالے

(۱۷۷) مرید کوشش کرے کہ اس کا بار پیر پر نہ پڑے بلکہ اس کا خیال رکھے کہ پیر کو اس کی طرف سے زیادہ فکر و تعلق نہ ہو۔ مرید کو سمجھنا چاہیے کہ جس طرح پیر کو دین میں اس کی ضرورت نہیں ہے اس طرح دنیا میں بھی

نہیں ہے۔ اگر مرید کو روپیہ پیسہ کی فراوانی ہے اور پیر کو نہیں تو اپنی اس مالی کشادگی کو پیر کا عطیہ سمجھے۔ اور پیر کی تنگ دستی کو اس کی اختیاری سمجھے یعنی اس نے خود اپنی خواہش سے یہ فقر اختیار کیا ہے اور اگر کبھی وہ اس تنگی کی شکایت کرے تو سمجھو یہ مصلحتاً ہے۔

مرید کو ستاروں اور جنات کی تسخیر سے احتیاط کرنی چاہیے

(۱۷۸) مرید کو ستاروں اور جنات کی تسخیر کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سب دنیا داروں کے کام ہیں۔ اور اس نے دنیا کو آخرت پر قربان کر دیا ہے۔ اور اس کے پاس جو کچھ وقت ہے وہ نقد اور قیمتی ہے۔

متفرق امور اور کھانے پینے میں مرید کے آداب

(۱۷۹) مرید کسی کی پیشوائی نہ کرے پیر کا نذرانہ نہیں قبول کرے۔ لیکن اگر پیر حکم دے تو اور بات ہے۔ مرید لینے دینے اور خرچ وغیرہ کے معاملے میں نہ پڑے مرید نہ روزانہ گوشت کھائے اور نہ بالکل ترک کر دے۔ حلوہ جات اور مٹھائی وغیرہ بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں۔ مرید محفل اور مجلس میں اپنے لیے مخصوص جگہ خود سے نہیں منتخب کرے۔ راستہ چلنے میں دائیں بائیں نہ دیکھے۔ مرید اگر کسی کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھے تو اس سے دل سے اختلاف کرنا کافی ہے ذالك اضعف الایمان کے یہی معنی ہیں مرید سے زیادہ کمزور اور مسکین اور کون ہے۔

مرید کو سماع سننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں

(۱۸۰) مرید کو سماع سننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ طالب مرید اور محب ہے۔

طالبوں کی کئی قسمیں ہیں ایک گروہ حکمت کے راستہ پر جاتا ہے اور دوسری جماعت عشق و محبت کے راستہ پر

(۱۸۱) طالبوں کی کئی قسمیں ہیں ایک طالب وہ ہے جو اپنی سمجھ اور عقل سے خدا کا طالب ہو اس واسطے کہ وہ سب سے زیادہ بلند، بزرگ، واجب ثابت عظیم اور قدیم ہے۔ جو آدمی حکمت اور عقل کے راستہ پر چل کر اللہ کا طالب ہے وہ عاشق نہیں ہے۔ عاشق اور محب وہ دوسرا والا ہے۔ اور یہ وہ کیفیت ہے جو صرف اللہ کی

طرف سے القا ہوتی ہے، احاطہ گفت وشنید سے باہر ہے۔ اور اس کا مزہ صرف وہ گرفتار محبت ہی جانتا ہے۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے: ؎

مرا بارے بحمد اللہ ز راہ ہمت وحکمت ۔۔۔ بر سوئے خطۂ وحدت برد عقل از خطا اشیا

اگر کسی عاشق سے کوئی پوچھے کہ فلاں شخص کو تو نے کیوں دل دیا تو وہ اگر عاشق ہے اور اس کا دل واقعی کسی نے چھین لیا ہے تو وہ کچھ جواب نہیں دے سکتا اور اگر جواب دے گا تو صرف اس قدر کہ نہیں جانتا وہ کون تھا جس نے میرا دل اچک لیا بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ کوئی چیز تھی جو کھو گئی۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جتنا پتا چلانا کوئی چاہے گا اتنا ہی دُور ہوتا جائے گا۔

مرید وسعت وقت اور تنگی وقت کے چکر میں نہ پڑے

(۱۸۱) مرید وسعت وقت اور تنگی وقت کے چکر میں نہ پڑے اگر وسعت ملتی ہے تو ممکن ہے یہ اس کے پراگندگی وقت کا سبب ہو اور تنگی میں ارادت کو نقصان پہنچتا ہے۔ مرید ہونے کا وقت ابتدائے بلوغ سے چالیس سال کی عمر تک ہے۔ ان ایام میں وہ ہر کام کے کرنے کے لیے اپنے ارادہ کا مالک ہوتا ہے۔ اگر ان ایام میں ریاضت اور مجاہدہ کرنے سے اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا تو اس میں ذرا شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصود کو بڑھاپے میں ضرور پالے گا۔ اگر بڑھاپے میں نہیں تو مرنے کے وقت یا اس کے بعد ضرور کامیاب ہوگا۔ یا پھر مرنے کے وقت خود اس سے سوال ہوگا کہ کون سی دولت تجھ کو دی جائے یا محشر میں یا بہشت میں جہاں پر وعدہ کی تکمیل ہوگی اس کو اپنی ریاضت اور مجاہدہ کا پھل ملے گا۔ وہاں اس کے سوز و درد کا تمام مومن مشاہدہ کریں گے۔ غرض میری یہ ہے کہ مندرجہ بالا ایام میں طلب چاہیے ایام طلب وہی ہے۔ بوڑھوں سے کیا کام ہوگا۔ مگر وہ بوڑھا جس نے جوانی اس کام میں گزاری ہے۔ اس کی بات ہی اور ہے۔

مرید کو کھانے پہننے کی ہوس نہیں ہونی چاہیے

(۱۸۲) مرید کو کھانے اور لباس کی ہوس نہیں کرنی چاہیے مرید اس ہوس کو ترک کر دے۔ استغفر اللہ اس ہوس کے پیچھے مذمت۔ ملامت اور مشقت کے ساتھ نفس کو بہت سے خطرات پیش آتے ہیں۔

مرید کو ہر دو جیسے نماز، روزہ، اور دو دُعا سے مقصود طلب کرنا چاہیے۔

(۱۸۳) مرید کو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص مجازی عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو کامیابی تک پہنچنے کے لیے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں اور کتنے منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ محبوب کے در پہ کبھی دھرنا دے کر بیٹھ جاتا ہے کبھی اس کی گلی کا طواف کرتا ہے۔ اس کے آدمیوں کو ملانے اور ہموار کرنے میں بے دریغ خرچ کرتا ہے اور جو کچھ پاس ہوتا ہے لٹا دیتا ہے۔ عاملوں کے ذریعہ سحر، جادو اور دعا تعویذ کراتا ہے۔ ماہر جادوگروں کی خوشامد کرتا ہے۔ اسی طرح مرید کے لیے بھی کچھ کرنا ضروری ہے۔ وہ محبوب حقیقی کا طلب گار ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ مسجد میں جا کر عبادت کرے، کبھی ویرانے اور گوشۂ تنہائی میں، کبھی مسجد سے باہر نظر آئے۔ اور کبھی زاہدوں، عابدوں اور صالحوں کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے منزل یار کا پتا پوچھے، ان سے وہاں تک پہنچنے کا طریقہ سیکھے اور جو کچھ موجود ہو اس راہ میں خرچ کرے نماز، روزہ، ورد اور دُعا مرید کے ضروری مشاغل میں ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نیکی کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی کھٹکھٹائے بغیر نہ چھوڑے۔ ہر راہ اور ہر در کی طرف دوڑے شاید کسی طرف سے اس کو مقصود و مطلوب کا جلوہ نظر آجائے۔ بعض مرید دائمی روزہ اختیار کر لیتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ افطار کے لیے کچھ کھانے پینے کی چیز رکھ لیتے ہیں۔ بعض مرید ایسے بھی ہیں جو روزہ تو نہیں رکھتے لیکن کھانے پینے کا سامان بھی نہیں رکھتے۔ اگر کچھ آگیا تو کھا لیا اور کبھی دن بھر کچھ نہ ملا تو فاقہ رہ گئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کم خوری کا ہمیشہ خیال رکھے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں میں صوم دوام زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ کوئی چیز کھانے کی مصلحتاً نہ رکھی جائے جس وقت کچھ مل جائے افطار کرے۔ ورنہ فاقہ کرے۔ اگر دفع تشویش وقت کے طور پر یا دو تین روزہ دار مہمان ہوں ان کی خاطر سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ لی جائیں تو مضائقہ نہیں۔

مُرید کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے پاس ہو راہ خدا میں سب دیدے

(۱۸۴) مرید کے پاس جو کچھ ہو راہ خدا میں دے دے۔ اور اس سے دست بردار ہو جائے یہاں تک کہ اگر بادشاہی ہو تو اس سے بھی۔ سلطان ابراہیم قدس اللہ سرہٗ کا قصہ تم نے سُنا ہوگا۔

اضطراری کیفیت میں مرید کو سوال کرنا جائز ہے

(۱۸۵) مرید اضطراری کیفیت میں سوال کر کے کھا سکتا ہے اور اگر میزبانی کی جگہ پیر ہے تو مستدعی کے خبر کا دخل ہے صاحب خانہ کو اس کا بوجھ نہیں ہے شاید چلا جائے اور اس مجلس میں اپنی تشویش دُور کرے۔

مُرید کو ہمیشہ موت کا منتظر رہنا چاہیے

(۱۸۶) مرید ہمیشہ اپنے کو موت کے دروازہ پر بیٹھا ہوا دیکھے۔ وہ کبھی دل میں یہ نہ خیال کرے کہ وہ دوسرے گھنٹہ تک زندہ رہ کر کچھ کام کرے گا۔

مرید کو چاہیے کہ ان اشغال و اذکار کو دوسروں سے پوشیدہ رکھے جن کو اس کے پیر نے پوشیدہ رکھنا چاہا ہے۔

(۱۸۷) کسی شغل اور کام کو مرید نے اگر پیر سے سیکھا ہے اور پیر نے اس کو پوشیدہ رکھا ہو تو مرید کو نہیں چاہیے کہ اس کو ظاہر کرے۔ مرید پیر سے راز نہیں معلوم کرے اگر کرتا ہے تو خطرناک ہے۔ اگر اس کے مزاج کے موافق ہوا تو خیر ورنہ مصیبت ہی مصیبت ہے اگر مرید کسی بزرگ یا پیر کی زیارت کو جائے تو ان سے کچھ نہ مانگے اور اگر مانگتا ہے تو پیر بزرگ و صالح سے طلب کرے کہ وہ لوگ سمجھیں کہ اس کا پیر اس پر شفقت کی نظر رکھتا تھا۔ اور اگر مرید کسی بزرگ یا پیر کے مرشد کی قبر سے کچھ مدد طلب کرے تو کہے اللہ علیکم۔ یہ کہ میرے پیر میری طرف اشارہ فرمائیں۔ اور میرا ذکر ان کے سامنے نیکی سے کیا جائے اور ان کو اس طرف متوجہ کیا جائے کہ وہ مجھ پر شفقت کی نظر رکھیں۔

مُرید پیر کو صاف شیشہ کی طرح تصوّر کرے

(۱۸۸) مرید پیر کو صاف و شفاف شیشہ کی مانند سمجھے جس کے پیچھے انوار قدس اس طرح ضو فشاں ہوں جیسے کسی شیشہ کے اندر سے روشنی ظاہر ہوتی ہے جتنی بار مرید پیر کو دیکھے وہ سمجھے کہ نور قدسی اس پر تجلی فرما ہے اور یہ اسی کا عکس ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔

مرید پیر کے حکم کو ہر حال میں بجالانے کا تہیہ کرے اگرچہ وہ امر محال ہی نظر آئے

(۱۸۹) پیر جس طرح

کا حکم دے چاہے وہ امر محال ہی نظر آئے لیکن مرید اس کو بجا لانے کی پوری کوشش کرے۔ مثال کے طور پر اگر وہ کہے کہ اونٹ کا ہاتھ پیر باندھ کر بالاخانہ پہ لے آؤ تو اگرچہ یہ کام بہت سخت اور تقریبًا محال عادی ہے لیکن پھر بھی مرید اس کے لیے ہاتھ پیر مارے۔

(۱۹۰) مرید جو کچھ خواب، مراقبہ اور واقعہ میں دیکھے

مُرید جو کچھ خواب میں دیکھے پیر کے سامنے عرض کرے

پیر کے سامنے عرض کرے تاکہ وہ تعبیر اس کی کرے۔ اور اس معاملہ پر کچھ روشنی ڈالے۔ مثال کے طور پر واقعہ یا خواب میں مرید بکری کے بچہ کو دیکھتا ہے کہ اس کی طرف وہ بہت مائل ہے بلکہ قابو میں کر لیا ہے۔ یا اسی طرح کی کوئی چیز دیکھتا ہے۔ پیر اس کی تعبیر شہوت سے کرتا ہے اور اس خواب کے مطابق اس کے دفع کرنے کی ترکیب کرتا ہے اسی طرح ہر جانور اور پرندہ کسی نہ کسی فعل اور صفت کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے کتا اور چیونٹی، بخل کے ساتھ خچر اور گدھا کھانے پینے کے ساتھ، سانپ اور بچھو اور اس طرح کے اور موذی جانور ایذا رسانی کے ساتھ شیر، بھیڑیا اور چیتا غصہ کے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں اور پیر کے پاس ان کے دفع کرنے کی تدابیر بھی ہیں۔ اگر روشنی کو ہر جنس میں مرید دیکھتا ہے تو اس کی بھی خاص تعبیر ہے جو پیر جانتا ہے۔

(۱۹۱) اگر مرید کے ساتھ ایسا اتفاق ہو کہ ایک مجلس میں چند بزرگ جیسے خضر علیہ السلام اور

مرید کو اگر ایسا اتفاق ہو کہ ایک ہی مجلس میں پیر اور اس کے ساتھ دوسرے اکابر بھی موجود ہوں تو مرید کو چاہیے کہ سب کو چھوڑ کر پیر کے پاس جا بیٹھے۔

دوسرے ابدال و اوتاد جمع ہوں تو مرید سب کو چھوڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو جائے اگر کوئی چیز تلاش کرنی یا مانگنی ہو تو اسی سے مانگے۔ اگر کسی پیغمبر کو پیر کی صورت میں دیکھے تو اس سے یہ اشارہ سمجھے کہ پیر کی پیروی پیغمبر کی پیروی ہے۔ اور اس سے یہ بھی مراد لے کر پیر کی موافقت اتباع نبی ہے۔ اور پیر پیغمبر کی جگہ پر ہے ان دونوں کے درمیان بیگانگی نہیں ہے۔ اس طرح کے اتفاق کو خواب اور واقعہ کہتے ہیں میرے اور تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے جب تک غیب سے نہ ظاہر ہو۔

مرید اگر پیر کو خواب میں دیکھے

(۱۹۲) اگر ایسا اتفاق ہو کہ مرید پیر کو خواب میں دیکھے اور اسے وہ اللہ جیسا معلوم ہو تو اس کی یہ تعبیر نکلتی ہے کہ پیر اللہ کا مظہر ہے اور مختلف تقلبات میں اللہ نے اس کو کچھ کام سپرد کیا ہے کہ افعل ماشیئت کے معنی یہی ہیں کہ کوئی شخص باری تعالےٰ کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائے اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو بھی اسی کی مرضی کے مطابق کر۔ اور بعض لوگوں نے افعل ماشیئت کے معنی بتائے ہیں کہ نیک و بد سے جو تجھ کو اچھا معلوم ہو کر۔ استغفر اللہ یہ محققوں کی بات نہیں ہے۔

مرید کا کوئی خواب یا خطرہ اگر واقعہ کے مطابق ہو تو اس کو کرامت نہیں شمار کرے۔

(۱۹۳) مرید اگر کوئی چیز خواب میں یا واقعہ میں دیکھے اور وہ اسی طرح ہو جائے تو اس کو کرامت اور خوارق میں نہیں شمار کرے۔ اس قسمت میں تمام لوگ مشترک ہیں۔ مرید کو خطرہ دل میں پیدا ہو اور اس کا اثر اسی وقت ظاہر ہو جائے یہ بھی اسی طرح کی بات ہے۔

اس کتاب خاتمہ کا سنہ تصنیف

(۱۹۴) آج دنیا کی عمر آٹھ سو سات سال ہو گئی ہے۔

اکل حلال میں احتیاط لازم ہے

مرید کو کھانے میں احتیاط کرنا چاہیے۔ جان بوجھ کر کسی کا حق نہ کھائے۔ چاہے بھوک سے مر جائے یا پھر غیب سے کھانا اس کو مل جائے۔ اگر تقلیل میں تکثیر کرے تو یہ بجائے مخمصہ ہوگا۔

صبح کی سنت کے بعد سے اشراق کی نماز کی ادائیگی تک اور عصر کے بعد سے اوّابین کی نماز تک کسی سے بات نہ کرے۔

(۱۹۵) مرید کوشش کرے کہ ان دو وقتوں میں، یعنی فجر کی نماز سنت کے بعد سے نماز اشراق کی ادائیگی تک اور نماز عصر کے بعد سے نماز اوّابین سے فراغت تک کسی سے بات نہ کرے مگر سخت ضرورت پڑنے پر۔ اور وہی ضرورت اس بے چارے مرید کے لیے بلا ہو جاتی ہے لیکن مشائخ اور مرشدان اس سے بے نیاز ہیں۔

مُرید اگر علم کیمیا یا سیمیا جانتا ہے تو اس پر عمل نہ کرے اگر ارادت اور طلب کے دوران یہ چیزیں پیش آجائیں تو ان سے قطعاً پرہیز کرے

(۱۹۶) اگر مرید عمل کیمیا یا سیمیا جانتا ہے تو ہرگز اس کا اظہار کسی سے نہ کرے۔ اور نہ دوسروں کو سکھائے۔ اس کا عمل نہ خود اپنے لیے کرے نہ خدا کے لیے۔ بھیک مانگ کر کھا لینا اس رنگ آمیزی سے بہتر ہے۔ اگر ارادت اور طلب کے دوران یہ چیزیں سامنے آئیں تو اللہ علیک ایہا المرید ان تلحظ الیہ۔ یعنی اللہ کی طرف سے مرید اس کو امتحان عظیم سمجھے ——— اور ہوشیار ہو جائے کہ کوئی زبردست بلا آنے والی ہے جو اس کو ایسا گرائے گی کہ ابلیس کی شاگردی کے لائق بھی نہیں رکھے گی۔ البتہ صادقوں کو یہ چیزیں پیش آئی ہیں لیکن وہ اس کے پھندے میں کب آنے والے تھے۔ اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ ایک شخص کو اضطرار ہوا۔ اس اضطرار میں اس نے صبر کیا۔ سوز دروں پر اس کو قرار آگیا۔ اللہ کی طرف سے اس کو فتح باب نصیب ہوا اور اگر فرض کرو نہ ہوا تو اس نے اپنی جان عزیز یار کے حوالہ کر دی۔ دوسرا ہے جس نے سیمیا، کیمیا پر عمل کر کے اپنا گذارا کیا۔ ان دونوں میں کون بہتر ہے وہ جس نے اپنی زندگی الٰہیت سے وابستہ کر لی۔ اور اپنے مطلوب کا دامن تھام لیا یا وہ جس نے دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹا۔ جو لوگ اس عمل کو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ سے منسوب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو کیمیا، سیمیا وغیرہ سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اس کو روح اللہ سے منسوب تصور کرنا چاہیے۔

نعمت کا حصول طلب سے دُرست ہے

(۱۹۷) مرید کو طلب دو ہی درست ہے یا تو عالم غیب سے جمال و امکان کا مشاہدہ ہو۔ اور اس جمال کا حصول اس کے لیے طلب و ارادت لائے یا اس کے دل میں اللہ کی طرف سے القا ہو کیونکہ بڑوں کو اس دنیا میں اس سے دولت دیدار بھی نصیب ہوتی ہے۔

پیروں کا مامون العاقبت ہونا

(۱۹۸) مرید کو جاننا چاہیے کہ پیران سلف اور خلف سے یہ محقق ہے کہ پیر مامون العاقبت کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ شجرہ لکھنا اور ہر ایک کا سند بہ سند رکھنا اور مرید کا پیر کی طرف حیات و ممات ہر حالت میں دائمی توجہ رکھنا دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ مامون العاقبت ہیں۔

ان لوگوں کے درمیان اگر کسی شخص میں خلل واقع ہو تو مرید کی توجہ اس کی طرف درست نہیں ہوگی۔ اور اس سے مرید کو کوئی فیض نہیں پہنچے گا۔ ذوالنون بصری رحمۃ اللہ کا قول بھی اس بارے میں گواہ ہے۔

مارجع من رجع الاعن الطریق ومن وصل لا یرجع ۔ البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے کشف حقیقت کے بعد بندہ کو اس کی حفاظت کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے وہ نیچے نہیں گرتا۔ اس کے لیے زیر و بالا یکساں ہوتا ہے صوفیا کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے۔

مرید ہر اُس لہو و طرب کو بھی جو حلال ہے اچھوڑ دے

(۱۹۹) ہر اس لہو و ہزل وطرب کو بھی جو سب کے لیے حلال ہے مرید اپنے اوپر حرام قرار دے۔ اس کو ایک طلب اور ایک کام کے سوا سب کچھ چھوڑ دینا ہے مثلاً لڑکے بالے جن سے خوش طبعی اور طیبت مباح ہے مرید کے لیے حرام ہے۔ کسی نے کتنی اچھی رباعی کہی ہے :-

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گو شو گو   وز دور زماں ہر چہ شود گو شو گو
مشغول بہ حق باش مبرا از دو کوں   وز سود و زیاں ہر چہ شود گو شو گو

ان احادیث و آثار کے صحت کی تحقیق میں جو عبادت اور طاعت کے سلسلے میں ہو مرید کو نہیں پڑنا چاہیے بلکہ ان پر عمل کرنا چاہیے لیکن ترخیص و تسہیل کی باتوں کی تحقیق کر لی جائے۔

(۲۰۰) عبادات و طاعات و مجاہدات و حکایات کے سلسلے میں جو احادیث و آثار مرید تک پہنچیں ان کی صحت کی تحقیق میں اس کو نہیں پڑنا چاہیے اس لیے یہ کار خیر ہے اور جو خیر ہی خیر ہو اس کے لیے سند کیا طلب کرتا ہے۔ البتہ اگر ترخیص و تسہیل کی باتیں نظر آئیں تو ان کی تصحیح کر دینی چاہیے اس لیے یہ ترخیص و تسہیل کے کرتوت زنادقہ سے منسوب ہیں۔

مرید اگر کوئی کاغذ راہ میں پڑا پائے جس میں مفید باتیں لکھی ہوں تو ان پر عمل کرے۔

(۲۰۱) مرید اگر کوئی کاغذ راہ میں پڑا پائے جس میں مفید باتیں سلوک سے متعلق لکھی ہوں تو ان

پر عمل کرنا واجب ہے ۔ مرید اس راہ اور عمل کا عاشق ہے جس کے ذریعہ اس کو گوہر مقصود ہاتھ آئے ۔ اس معاملہ میں مرید واہی تباہی بکنے والا بن جائے جیسے عاشق مجازی معشوق کو کبھی سرو سے نسبت دیتا ہے کبھی گل سے ، کبھی سانپ سے اور کبھی بچھو سے ۔

حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے مُرید کے پاس جو کچھ مال و دولت ہو سب خرچ کر دے ۔

(۲۰۲) حلقہ ارادت میں داخل ہونے سے پہلے جو کچھ مال و دولت مرید کی ملکیت میں ہو سب کا خرچ کر دینا ضروری ہے ۔ البتہ اگر اتنا ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتا ہو تو رکھ سکتا ہے ۔ یا پھر مرید اس طرح کرے جیسا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ما خلفت لعیالک فقال اللہ ورسولہ (یعنی آپ نے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا جواب دیا بس اللہ اور اس کے رسول کو) ورنہ عمر رضی اللہ عنہ والا معاملہ کرے ۔ بلغت تکفیھم یہ سب باتیں ان مریدوں کے لیے ہیں جو بال بچے والے ہیں ۔ ورنہ تنہا کے لیے تو رات کا کھانا بھی رکھنے کی ضرورت نہیں ۔

مُرید آج کا کام کل پر نہ ڈالے

(۲۰۳) مرید کو دل میں اس طرح نہیں سوچنا چاہیے کہ رات ہو گی تو یہ کروں گا اور رات گزرنے کے بعد دن ہو گا تو یہ کروں گا ۔ مرید کے سامنے جو کام آئے اسی وقت کر ڈالے ، تاخیر اور دیر کرنے کو حرماں نصیبی تصور کرے ۔

مرید کی نظر اگر اتفاق سے کسی خوبرو پر پڑے تو پھر ارادتاً دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھے ۔

(۲۰۴) مرید کی نظر اگر اچانک کسی خوبرو پر پڑ جائے تو وہ دوبارہ عمداً اس کی طرف نہ دیکھے اور کوئی آرزو اس سے وابستہ نہ کرے ۔ سر جھکا لے ، آنکھیں بند کر لے اور اپنے خیال میں مشغول ہو جائے ۔ یہ بہت نیک کام ہے ۔ اگر خواہشات سے مکمل طور پر برأت چاہتے ہو تو اس طریقہ کو اختیار کرو ۔ اور اس طرح کا اتفاق اس مرید کو ہی ہو سکتا ہے جس کو اپنے پیر کے تصور خیالی سے کوئی سروکار نہ ہو ۔

سوائے حبس نفس کے مرید کو جوگیوں کے تمام عمل سے پرہیز کرنا چاہیے

(۲۰۵) جوگیوں کے ہر طرح کے

عمل سے سوائے حبس نفس کے جوان کی خاص چیز ہے اور متنکا کے مرید کو پرہیز واجب ہے اور یہ دو باتیں جو جوگیوں کے بارے میں مَیں نے لکھی یہ صوفیا کے لیے بھی ضروری ہے۔

مُرید کو اگر کھانے پینے کی خواہش پیدا ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے

(۲۰۶) مرید کو اگر کھانے پینے کی خواہش پیدا ہو تو ان تین باتوں میں سے ایک کرے پہلے تو وہ کوشش کرے کہ وہ خطرہ اور ہوس دل سے نکل جائے۔ اور اگر کوشس کے بعد بھی نہ نکلے تو کتے کے سامنے ایک ہڈی پھینک دے اور خود فراغت سے اپنے کام میں لگ جائے۔ پھر ہوس اس کے دل میں نہیں رہے گی۔ اگر اس سے بھی اس کا کام نہ نکلے تو سخت قسم کا مجاہدہ اور ریاضت کرے پھر وہ ہوس ضرور نکل جائے گی۔ اور اگر مرید بال بچے والا ہو اور برابر اس کے دل میں ان سے ملنے کی کشش ہوتی ہو تو اس سودا کو زیادہ دیر تک دماغ میں نہیں پالنا چاہیے کہ آخر میں شہوت زور پکڑ لے۔ بلکہ اس تشویش اور کیفیت کو دور کر دینا چاہیے۔ ورنہ یہ بڑی حرماں نصیبی کا سبب بن جائے گا۔ اور دن بہ دن ذوق وشوق بڑھتا ہی جائے گا اور موج عشق اوج پر پہنچ جائے گا۔ اگر مرد صاحب تجلیات ہے تو تجلی جمال سے زیادہ ہوگی۔ اے عزیز یہ حکائت تجربہ کی بنا پر بیان کر رہا ہوں۔

خیال مقصود میں مرید اس طرح محو رہے کہ صحرا اور مکان کا گوشہ دونوں اس کو یکساں معلوم ہو۔

(۲۰۷) مرید کو صحرا اور حجرہ کا گوشہ، کوچہ و بازار اور محل سب ایک ہی جیسا معلوم ہونا چاہیے البتہ اس کا دل تصور یار، حضور مقصود اور ذکر خفی سے کسی لمحہ خالی نہ رہے۔ ذرا عاشقان مجازی سے پوچھ کر دیکھو کہ ان کا دل معشوق خیالی سے کسی وقت بھی خالی رہتا ہے۔ بس مرید کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔

مُرید اگر کسی کا غلام ہو تو اس کا عمل کیا ہوگا

(۲۰۸) اگر مرید کسی کا غلام ہے تو اس کے لیے سوائے پاکی نفس اور دل کو مکمل طور پر متوجہ رکھنے کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اس طرح کا آدمی اپنے وقت سے آزاد ہوتا ہے اور اس کے لیے بہت سی آسانیاں ہیں۔ اس کے اوپر سوائے پانچ وقت کی نماز کے اور کوئی امر ضروری نہیں ہے زکواۃ کے لیے مال چاہیے وہ اس

کے پاس نہیں۔ حج کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے مالک کی خدمت میں مشغول ہے۔ جہاد فرض ہوتا ہے جب اس کو اجازت اور فرصت ملے۔ اگر اس کے نفس پر کوئی کیفیت گزرتی ہے تو اس کی حد آزاد انسان کی حد سے آدھی ہے۔ روزہ اس کو صرف تیس روز ماہ رمضان کا رکھنا ہے۔ اور وہ بھی اگر مالک ظالم ہے اور وہ اس کو ان دنوں ایسا کام سپرد کردے۔ جس کے بعد کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا تو شرعاً وہ معذور سمجھا جائے گا۔ مقصد میرا یہ ہے کہ مرید طالب کے لیے یہی دو چیزیں جو میں نے ابھی اوپر بیان کیا تمام سعادتوں کی روح اور خمیر ہیں۔ تمام طاعت و عبادت ان دو چیزوں کے بغیر گھاس بھوسہ کے برابر ہیں۔

مرید کو اپنے نسب کی پستی کی طرف نظر نہیں کرنا چاہیے اور ہمت بلند رکھنا چاہیے۔

(۲۰۹) مرید کو اپنے نسب کی کوتاہی پر نظر نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے طلب میں سستی اور شوق میں کمی آتی ہے ساتھ ہی حرماں نصیبی اور ذلت کا بھی احساس ہوتا ہے:۔ بیت

اینجا ہمہ ژندہ و دل پارہ خرند   بازارچہ قصب فروشاں دگراست

مرید کے لیے یہ عمل مبارک ہے کہ اس کا دل تمام طالبوں سے زیادہ مشتاق، تمام سوختہ دلوں سے زیادہ روشن، تمام راستہ چلنے والوں سے زیادہ تیز اور تمام بلند ہمتوں سے زیادہ بلند ہے ظاہری طور پر اگرچہ نسب کی زبونی اور خبیث و خسیس نفس کی تنکشگی کے باعث وہ کمتر معلوم ہوتا ہے لیکن اس طرح کا مرید صحرا کو طے اور پہاڑوں کو روند ڈالتا ہے آگ کا دریا تیر کر پار کرتا ہے اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے کہ تمام طالبان اور محبان کے لیے رشک کا باعث بن جائے۔ مرید کو غور کرنا چاہیے کہ سرور فقہا اور پیشوائے علما نے کیا فرمایا ہے۔ علمنا ھذا لا یصلح الا لمن ضرب دکانہ وفرق اخوانہ وطلق نسوانہ۔ یہ حال تو علم ظاہر کا ہے اور علم باطن کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔

مرید کو خانقاہ اور لنگر میں صرف اپنی روزی کے لیے نہیں ٹھہرنا چاہیے

(۲۱۰) مرید کسی خانقاہ اور لنگر خانہ میں اپنی روزی کے لیے نہیں پڑا رہے۔ اور نہ وہاں کے ملازمین اور صاحب خرچ کی ذلت برداشت کرے۔ اگر سخت ضرورت کے تحت دفع تشویش کے لیے اس کو کسی خانقاہ یا سرائے میں ٹھہرنا پڑے تو اس کو چاہیے کہ وہ دن رات روٹی کے ٹکڑے

کے لیے ان لوگوں کے درمیان گھسا نہ رہے بلکہ تنہائی اختیار کرے اور اس خانقاہ کے ایک کونے میں رہ کر یادالٰہی میں مشغول رہے اور سوائے فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے باہر نہ نکلے۔ یا دن ہوتے ہی قبرستان اور صحرا کی طرف نکل جائے۔ پھر رات کو خانقاہ میں آئے۔

مرید کو سوائے فرض ادا کرنے اور سنجیدہ رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے

(۲۱۱) مرید کو سوائے فرض ادا کرنے اور سنجیدہ رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں اس لیے اس کو تنہا ہی رہنا ہے۔

مرید ترشی اور میٹھا زیادہ نہ کھائے

(۲۱۲) مرید ترشی زیادہ نہ کھائے اور اسی طرح میٹھا زیادہ نہ کھائے۔

مرید کو اگر حرام پر احتلام ہو جائے تو اس کو اپنی توبہ پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۱۳) مرید کو اگر حرام پر احتلام ہو جائے تو اس کو اپنی توبہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ احتلام عارفوں کے لیے اللہ کی نعمت ہے، وہ اور بات ہے۔

مرید کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے دوسروں کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

(۲۱۴) مرید کو اس بنا پر کہ اس کام کے کرنے سے مسلمانوں کی مدد ہوگی / یا اس کام سے مسلمانوں کی قلبی تفریح ہوگی یا اس کام سے کسی مومن کی تکلیف دور ہوگی وقت کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ وہ درجہ اور ثواب کے چکر میں نہ پڑے۔ یہ سب بے شک نیک کام ہیں۔ بھلائی کے دروازے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ یہ بڑے کام ہیں۔ لیکن مرید کی راہ بالکل جدا ہے جو ان کاموں سے گڈ مڈ ہو کر خراب ہو جائے گی تم کہوگے کہ پھر کانٹا اور پتھر راہ میں پڑا رہنے دیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح باب نصیب کرے تو بہت اچھی بات ہے۔ ان کاموں کی برکت سے ضرور فتح باب حاصل ہوگا انشاء اللہ لیکن جو کام مرید طالب رکھتا ہے وہ کنجی کی طرح ہے جو ہاتھ میں لے کر تالا کھولنے کے لیے گھماتا رہے۔ پھر گھماتے رہنے سے فتوحات ظاہر ہوں گے۔ اس کام میں اور اس کام میں خاصا فرق ہے۔ سوچو، دیکھو بے شک اس کام سے فتح کا امکان ہے اور بعض مواقع میں ہو بھی جاتا ہے۔ کیونکہ بھلائی اور نیکی کرنے سے ثواب ہی کی امید

ہوتی ہے۔ لیکن اس میں پراگندگی اور پریشانی ہے جمیعت خاطر نصیب نہیں ہوتی۔ اور اُس کام میں محبوب کی یاد دل میں رہتی ہے، اور اس سے محبوب کا راستہ نزدیک تر ہو جاتا ہے، جہاں دوڑ کر پہنچنا اور محبوب کے دروازہ پر پہنچ کر اس کے در پر سر پٹکنا اور اور گھسنا ہے فشتّاں بینھما۔

راہ دو ہے ایک طالبان خدا کی راہ اور دُوسرے نیک مردوں کی راہ۔

راستے دو ہیں ایک طالبان خدا کے اور دوسرے نیک مردوں کے۔ جس میں ثواب زیادہ اور بہشت ملنے کی اور دوزخ سے نجات پانے کی امید وافر ہے وہ نیک مردوں کی راہ ہے۔ اور دوسری راہ طالبان خدا کی ہے جس میں نیک مردوں کی تمام عبادات کے ساتھ ساتھ طالبان خدا کا دل ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے دل میں آتی ہی نہیں ہے اور ان تمام عبادات سے سوائے مقصود کے پالینے کے اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ طالب خدا کے کام میں جو وزن اور وقار ہے کسی کے کام میں نہیں۔ جو حضوری طالب خدا کو حاصل ہے وہ نیک مردوں کو نہیں۔ بہت سے لوگ سالہا سال تک نماز پڑھتے اور شب بیداری کرتے ہیں۔ دن رات ختم قرآن کرتے ہیں لیکن ان کو طالب خدا کی راہ کی بو بھی نہیں ملتی۔ جیسے اس کے کام سے ان کو کوئی خبر ہی نہیں۔ غرض یہ بڑی طویل بحث ہے۔ اور یہاں اس کی گنجائش نہیں۔

مرید کو جاننا چاہیے کہ کشف غیوب اور دل کا حال جان لینا بلائے عظیم ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲۱۵) مرید کو جاننا چاہیے کہ غیب کا کشف ہونا اور دوسروں کے دل کا حال معلوم ہونا بلا میں مبتلا ہونا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہو غیب کی بات ہمیشہ غیب ہی کی بات ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کل کیا ظاہر ہونے والا ہے آدمی کو اپنے نقد وقت میں خوش رہنا چاہیے۔ آج اگر کوئی جان لیتا ہے کہ کل اس پر یہ مصیبت آئے گی تو وہ صاحب کرامت کیسا مغموم اور پریشان ہو گا۔ جو ہونے والا ہے وہ تو ہو گا ہی لیکن یہ غم اس پر مزید اضافہ ہو گا۔ سرپوش سے ڈھکے ہوئے دیگ اُبلتے رہتے ہیں لیکن کسی کو نہیں معلوم کہ اس میں کیا چیز ہے۔ یہی حال دلوں کا ہے اللہ

تے دلوں میں درد، سوز، مکر، فریب، غداری مختلف چیزیں رکھ دی ہیں۔ صاحب کرامت کو معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں کے دل میں فلاں بات ہے کیسا بے موقع معلوم ہوتا ہے جب وہ اس کو ظاہر کردے۔ جس کے دل میں جو بات ہے وہ تو اس سے باز آئے گا نہیں بہت سے لوگوں نے ظاہر کر دینے کا انجام شوخی، دلیری وغیرہ دیکھا ہے۔ اور اگر وہ صاحب کرامت ظاہر نہیں کرتا ہے لیکن دل میں اس کے یہ بات رہتی ہے کہ وہ آئندہ میرے ساتھ نہیں رہے گا یا اس کے دل میں یہ یہ باتیں ہیں۔ اس سے نہ صرف اس کا وقت ناخوشی میں گزرتا ہے بلکہ اپنے خیال میں یہ رکھ کر کہ فلاں شخص میرا دوست اور وفادار ہے جو اس کو مسرت حاصل تھی غیب کی بات جاننے سے وہ بھی ختم ہوجاتی ہے۔ صاحب کرامت آدمی جس کو کشف غیب حاصل ہے اور پوشیدہ اور پردے کی باتوں کو بھی جانتا ہے، کے بارے میں لوگ تو بڑی اچھی رائے رکھتے ہیں کہ اس کے کیا کہنے ہیں لیکن وہ خود جانتا ہے کہ اس پر کیا گزر رہی ہے اس غریب کی بیوی، ماں، بہن، کنیز اور بیٹا بیٹی سب ہی ایں کام کا کرنے والا خدا ہے۔ سب کام اس کے کارخانہ میں ہوتا ہے جو کام غیب میں ہے یہ آدمی اس سے بھی واقف ہوجاتا ہے۔ اب بتاؤ وہ کیا کرے۔ آیا خاموش رہے اور ہاں میں ہاں ملاتا رہے جو آدمی چاہے جو کام کرے وہ بیٹھا دیکھتا رہے یا اپنے علم کے مطابق ان لوگوں کو کام کرنے کی ہدایت کرے۔ اس وقت اس کے گھر ہی والے اس کو دیوانہ کہیں گے، یا کہیں گے کہ عقل خراب ہوگئی ہے، مسخرگی اور مذاق کر رہا ہے۔ تم تم ہی بتاؤ وہ کیا کرے۔ یقین مانو کشف غیوب سخت بلا ہے۔ بہت سی قوموں نے اس سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ مانگی ہے۔

مرید کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی خاص نام سے اپنے کو مشہور کرے

(۲۱۶) کسی خاص نام سے اپنے کو مشہور کرنا مرید کے لیے مناسب نہیں جیسا کہ کسی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے کو حافی (برہنہ پا) کہتے ہیں کوئی دہنکرہ پوش، اور چرم پوش کے نام سے پکارے جاتے ہیں مرید طالب کا کام گوشہ نشینی اور فنا و نیستی کی طرف جانا ہے۔ ننگے پیر آدمی ضرورت کے تحت ہوتا ہے دہنکرہ اور چرم تکلیف سے بچنے کے لیے پہنتا ہے۔ پھر اس نام سے پکارے جانے کے کیا معنی۔ اس طرح کا کام ہرگز نہ کرو۔

مرید جب نیند سے آنکھ کھولے تو خیال کرے کہ آنکھ کھلتے ہی اس کے دل میں کیا بات آئی تھی۔

(۲۱۷) مرید کو چاہیے کہ نیند سے جیسے ہی اس کی آنکھ کھلے خیال کرے کہ اس کے دل میں سب سے پہلے کیا بات آئی تھی۔ اسی سے اس کو پتا چل جائے گا کہ واقعی وہ کس چیز کا طالب ہے۔ اگر مقصود اور مطلوب کے خیال کے علاوہ کوئی بات اس کے دل میں آئے تو سمجھ لے کہ وہ مرید خدا، طالب خدا اور طالب حق نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دماغ میں ہوس ہی ہوس ہے۔ چونکہ اس نے لوگوں سے سُن لیا ہے کہ طالب حق کی راہ سے اچھی اور کوئی راہ نہیں ہے اور اس سے اچھا اور پیارا دوسرا نام نہیں اس لیے اس نے اپنا نام مرید طالب رکھ لیا ہے۔

مُرید نماز میں پیر کا مراقبہ کرے

(۲۱۸) مرید نماز میں پیر کا مراقبہ کرے۔ دائیں بائیں ہر طرف اسی کا تصور رکھے۔ پیر اس کے دونوں طرف موجود ہے۔ یا اس کو امام تصور کرے اور اپنے کو اس کے ہاتھوں کے درمیان جانے۔ یا سجدہ کرنے کی جگہ پر پیر کا تصور کرے اور اس کو موجود پائے۔ پیر کا تصور کرنے کے وقت اس کو بہترین صورت و شکل میں، جو اس نے پہلے دیکھا ہے، اس کا تخیل کرے۔

مرید جس جگہ ہو جماعت کی نماز نہیں چھوڑے

(۲۱۹) مرید جنگل، شہر جہاں کہیں اور جس جگہ ہو فرض نماز با جماعت فوت نہ کرے۔ اور جن بزرگوں کے بارے میں تم نے سنا ہے کہ اپنی بڑی عمر جنگل میں انہوں نے گزاردی ہے تو ان کے ساتھ با جماعت نماز پڑھنے کے لیے برگزیدہ روحیں، فرشتے اور مردان غیب آتے تھے۔ اور ان کی جماعت فوت نہ ہوتی تھی۔ اور کبھی ایسا موقع آجائے کہ مرید بالکل تنہا ہو اور وہاں دوسرے آدمی کے آنے کی کوئی صورت نہیں ہو تو اس جگہ حفظہ کا تصور کرے کہ اس کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے تو پھر وہ امامت کرے اور فرشتے اقتدا کریں لیکن یہ سب خاص فضل خداوندی ہے۔ یہ باتیں جو میں نے لکھیں سنت جماعت کے مطابق نہیں ہیں۔ کیونکہ سنت جماعت کے نزدیک لوگوں کا ہونا ضروری ہے۔ مردان غیب اور صلحانے دوستی کر لی ہے۔ وہ ایسی جماعت ہے جہاں برگزیدہ روحوں اور فرشتوں کا دخل نہیں ہے۔

مرید کبھی گمان نہ کرے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے پیر سے زیادہ اچھا ہے خواہ وہ کوئی ہو

(۲۲۰) مرید ہرگز گمان نہ کرے کہ جنیدؒ، شبلیؒ اور بایزید بسطامیؒ وغیرہ کوئی بھی اس کے پیر سے بہتر ہیں یا پیر کے معاصرین میں کوئی اس جیسا ہے۔ خواہ تحقیق سے دیکھنے کے بعد ان میں سے ہر ایک اس کے پیر سے بہتر ثابت ہوں لیکن وہ اپنے ہاتھ سے پیر کا دامن نہ چھوڑے۔ باپ ہی بیٹے کو پالتا ہے، کوئی اجنبی آدمی خواہ کتنا ہی رحمدل اور مہربان ہو وہ اس کے ساتھ کیا مہربانی دکھلا سکتا ہے۔ لڑکے کی پرورش باپ کے اوپر فرض اللہ نے اسی کے حوالہ کیا ہے۔ اسی طرح مرید بھی پیر کا ولد معنوی ہے۔

مرید دیو پری کو مسخر کرنے کے عمل میں نہ مشغول ہو

(۲۲۱) مرید دیو و پری اور ڈائن کی تسخیر کے عملیات میں نہ پڑے اگر جانتا ہو تب بھی یہ کام نہ کرے۔

پانی کا برتن مرید ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے

(۲۲۲) مرید پانی کا برتن ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے خاص کر جب شہر سے باہر یا زیارت کرنے کے لیے کسی جگہ جا رہا ہو۔

مرید کو دریا کا سفر یا کوئی سفر جب تک دینی مقصد نہ ہو نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۲۳) مرید کو دریا کا سفر نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے وقت کی پراگندگی اور تشویش خاطر پیدا ہوتی ہے۔ کعبہ معظمہ، حرم مدینہ یا کسی بزرگ کی زیارت کرنے کے خیال سے سفر کرے ورنہ دینی مقصد کے بغیر سفر ہوس پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔

مُرید ہر جگہ دعوت میں نہ جائے

(۲۲۴) جا و بے جا ہر جگہ اگر مرید کو کھانے اور سماع کے لیے مدعو کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے کیونکہ اس سے ڈر ہے کہ نفاق اور کھانا پینا اور موج کرنا اس کے وقت کا ماحصل ہو کر رہ جائے گا۔ جیسا کہ مصاحب اور شعرا مجلس میں ہوتے ہیں۔ مرید کو ظریف اور بذلہ گو نہیں ہونا چاہیے۔

مُرید سوائے سخت ضرورت کے بازار نہ جائے

(۲۲۵) مرید خرید و فروخت کرنے کے

یے خود بازار نہ جائے مگر جب سخت ضرورت پڑ جائے اور کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجبوری ہے لیکن اس وقت بھی یہ خیال رکھے کہ عام لوگوں کی طرح مول تول اور کمی بیشی سودا میں نہ کرے جو کہے اسی پر سودا کرلے۔ تم کہو گے اس میں گھاٹا اور نقصان ہوگا۔ میں کب کہتا ہوں کہ نہیں ہوگا۔ لیکن مرید وہی ہے جو اس طرح کی باتوں کی پروا نہ کرے۔ اگر کسی کو مرید بازار سودا لانے کے لیے بھیجے تو اس سے حساب کتاب سختی سے نہ مانگے۔ اگر یہ کہا جائے کہ صفائی اور حق ظاہر کرنے کے لیے ضروری ہے تاکہ لانے والے اور بھیجنے والے کسی کے ذمہ کچھ باقی نہ رہ جائے اس کے لیے ہو سکتا ہے لیکن کیا حرج ہے اگر مرید اپنا حق بخش دے۔ یعنی لانے والے کے ذمہ جو نکلتا ہو نہیں لے۔ آس پاس اور سابق حق کے پورا کرنے کے چکر میں نہ پڑے۔ یہ دونوں کی مرضی پر منحصر ہے۔

مرید طہارت اور پاکیزگی کا اتنا ہی خیال رکھے جتنا کہ فقہا نے فرمایا ہے۔

(۲۲۶) مرید طہارت اور پاکیزگی میں اتنا غلو نہ کرے کہ ضروری کاموں کی انجام دہی میں نقصان واقع ہو۔ صفائی اور پاکی اتنا ہی بہتر ہے جتنا فقہا نے بتایا ہے اس سے فاضل زیادتی ہے۔ احمق آدمی جس حد تک اختیار کرے وہ خواری ہے۔ ایک حد ہونا چاہیے۔ جتنا خدا نے حکم دیا ہے اور علماء نے اجتہاد کر کے بتایا ہے وہ کافی ہے عارف کہتا ہے کہ در اصل چیزوں میں طہارت ہے لیکن اس کے تشخیص اور تعین میں گڑبڑ ہوتی ہے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

مرید کو قلندروں، میخواروں اور نظر باز صوفیوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲۲۷) مرید کو قلندروں کی صحبت میں ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں بیٹھنا چاہیے اور نہ مست و مے خوار کی مجلس میں جانا چاہیے۔ کم سے کم نقصان اس کا کاہلی اور خوشامد ہے نظر باز صوفیا کے ساتھ لحاظ کرنا مرید کا شیوہ نہیں ان سے نظر چرا کر نکل جانا چاہیے۔ ان باتوں سے احتیاط نہ کرنے سے ڈر ہے کہ مرید حقیقت سے محروم ہو جائے اور قدم آگے کی طرف نہ بڑھے۔ میں نے دنیا میں بہتوں کو ایسا ہی دیکھا ہے۔ مرید پر اگر کوئی شکل و صورت کی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح کی صورت اس کے سامنے آجائے تو اس کی طرف غور سے دیکھنا اس کے پیچھے دوڑنا اور اس کو دوست بنانا نہیں

چاہیے۔ ورنہ دوسرے غیوبات کے مشاہدہ سے محروم ہو جائے گا۔

صفائی اور پاکیزگی کے خیال سے مرید کا دو تین کپڑا رکھنا جائز ہے

(۲۲۸) مرید اگر دو تین کپڑا صفائی اور پاکیزگی کے خیال سے رکھے تو جائز ہے لیکن جب کوئی مانگے اس کو دینے میں ذرا تامل نہ کرے۔ جاڑے کا کپڑا اسنبھال کر رکھنا کہ آئندہ سال کام دے گا مرید کے لیے مناسب نہیں۔ لیکن اگر کسی سبب سے خرقہ کو حفاظت سے رکھے تاکہ فراغت سے یادِ الٰہی میں مشغول رہ سکے اور تعلق خاطر اور تشویش نہ ہو جائز ہے۔ کیونکہ درویشوں کی روش ہے کہ وہ سی سی کر اور پیوند لگا کر اس کو کرخت اور سخت بنا دیتے ہیں اور اس کو جاڑے گرمی میں استعمال کے لیے سالہا سال تک رکھتے ہیں اور یہ مستحسن ہے بلکہ اس کو ورثہ میں چھوڑ دے تو اور اچھا ہے۔

مرید کو اگر اضطرار میں گدائی کرنی پڑے تو یہ کام اس کو کس طرح کرنا چاہیے۔

(۲۲۹) اگر کسی مرید کو گدائی کرنی پڑے اور وہ رات کو منہ چھپا کر چند دروازوں پر گھوم کر زندگی قائم رکھنے کی حد تک چند لقمے مانگ کر اپنی بھوک دور کرنے تو یہ زیادتی اور بُرا نہ ہو گا۔ وہ اگر کسی شخص سے سوال کرے تو عزت اور پرہیزگاری کا خیال رکھتے ہوئے کرے۔ مثلاً وہ اس طرح مانگے " درویش پر بُرا وقت ہے سعادت ہو گی اگر کچھ مدد کرو۔" یا اسی طرح کے جملے۔

مُرید کسی کو بُرے اور مکروہ لقب سے نہ یاد کرے

(۲۳۰) مرید کو کسی شخص کو مکروہ اور برے لقب سے نہیں یاد کرنا چاہیے۔

مرید کو مراقبہ اور ذکر زیادہ کرنا چاہیے

(۲۳۱) مرید کو مراقبہ اور ذکر زیادہ کرنا چاہیے مرید مراقبہ کا کوئی وقت مقرر نہ کرے بلکہ ذکر کے لیے بھی یہی بات ملحوظ خاطر رکھے۔ لیکن اس ضرورت کی رعایت تعلق سے خالی نہیں ہے۔ لیکن مراقبہ مخصوص ہے۔

مرید بھوک، پیاس، تنہائی اور شب بیداری کو دوست رکھے

مرید بھوک پیاس، تنہائی اور شب بیداری ان تین چیزوں کو دوست رکھے۔

پیر کے لیے جو چیز مخصوص ہو اس کی ہوس مرید کو نہیں کرنا چاہیے

(۲۳۳) مرید کے لیے یہ زیبا نہیں کہ پیر کے لیے جو چیز مخصوص ہو اس کی طرف نگاہ کرے۔ اور اس کے لینے کا ارادہ کرے پیر کی بیوی اور کنیز کا احترام ازواج مطہرات کی طرح کرے۔ اور اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشش اور فرمان کو پیش نظر رکھے بلکہ اس سے بھی زیادہ خیال رکھے۔ اس لیے کہ نبی صاحب شریعت ہوتے ہیں اکثر معاملات میں ان کے ساتھ نرمی ہے لیکن مرید نے رخصت کی راہ سے عزیمت کی طرف قدم بڑھایا ہے۔

جب تک مرید کو پیر کے احوال و حقائق کا علم نہ ہو جائے اس کو پیر سے دُور نہیں رہنا چاہیے

جب تک مُرید کو پیر کے احوال اور حقائق کا اچھی طرح علم نہ ہو جائے اس کو پیر کی صحبت سے دُور نہیں رہنا چاہیے تاکہ اس کے عقیدہ میں خلل نہ واقع ہو۔

مُرید کو اگر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہو تو تعلیم دینی حاصل کرے

اگر مرید کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہو یا پیر نے اس کو اس کی ہدایت کی ہو یا وہ خود سمجھے کہ بغیر تعلیم حاصل کیے کام اس کا نہیں چلے گا تو پھر اس کو دینی علوم سیکھنا چاہیے۔ علم نجوم، طب اور معقولات وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہیے، حدیث، تفسیر، مسائل فقہی اور سلوک بھی حدیث وتفسیر ہی میں داخل ہے مرید کو اس میں مشغول رہنا بھی قال اللہ و قال رسول اللہ ہی کی طرح ہے۔

مرید کو چغل خوری اور غیبت سے مکمل طور پر بچنا چاہیے اور غلاموں اور کنیزوں پر سختی نہیں کرنی چاہیے

(۲۳۴) مرید کو چغل خور اور غیبت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔ مرید کسی کے عیب کی طرف نظر نہ کرے اور نہ کسی کی عیب جوئی کرے۔ مرید غلاموں اور کنیزوں پر حد سے زیادہ غصہ اور مارپیٹ نہ کرے۔ مرید جہاز پر بے ضرورت سفر نہ کرے۔ اور نہ قصداً

خوف وہلاکت کی جگہ میں اپنے کو لے جائے۔ وہ ہمسایہ، عزیز و اقربا، دوست آشنا کسی پر بوجھ نہ بنے۔ بلکہ ہلکا پھلکا رہے۔ اس کے اندر کاہلی وغیرہ جیسی صفت کا ہونا اچھا نہیں۔ اس کو عورتوں کے پاس زیادہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ خواہ اس کی ماں اور بہن ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو اگر کسی کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اس کا خیال رکھے کہ وہ اس سے زیادہ مجتہد اور متشقق ہو۔ مرید سوئی تاگا برابر اپنے ساتھ رکھے۔

لوگوں کی زیادہ آمدورفت کو مُرید اپنے لیے مصیبت سمجھے

(۲۳۵) اگر کسی مرید کے یہاں خلق اللہ کی آمدورفت زیادہ ہو جائے تو اسے اپنے لیے قابل تعریف بات نہ سمجھے اور نہ یہ گمان کرے کہ عوام میں مقبولیت اللہ کی نظر میں پسندیدگی کی علامت ہے بلکہ اس کو مصیبت اور آزمائش جانے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر مقرر کر دیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اذا احب اللہ عبداً مال الیہ الخلق۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس پر مصیبت اور آزمائش بھیج دیتا ہے۔

مرید نہ دوزخ کا خوف رکھے اور نہ جنت کی تمنا۔ دولوں سے مبّرا ہو

(۲۳۶) مرید نہ دوزخ سے ڈرے نہ جنت کی آرزو رکھے۔ اور نہ وہ درجہ اور مقام کا طلبگار ہو۔ وہ جب مسجد یا خانقاہ میں داخل ہو تو دل کو بیدار کرے۔ درود شریف پڑھے، خدا سے افزونی کی دعا مانگے، پہلے دایاں قدم رکھے۔ اور اگر بایاں قدم پڑ جائے تو درویش لوگ اس سے واردات اور شکرانہ طلب کرتے ہیں۔ صوفیا کے یہاں ماجرا اور واردات جو چلتا ہے اس پر عمل پیرا اور معتقد رہے مجلس میں مرید کو جہاں پر جگہ مل جائے بیٹھ جائے۔

طلب حق کی عمر ابتدائے بلوغ سے چالیس اور مزید کئی سال تک ہے

(۲۳۷) آغاز بلوغ یعنی چودہ پندرہ سال سے کئی سال زیادہ تک سلوک کے لیے موزوں وقت سمجھا جاتا ہے۔ ان ایام کے دوران اگر سلوک کی راہ کسی نے اختیار نہ کی ہو تو اس کے بعد سلوک کی خواہش کرنا زیادتی ہے۔ جو واردات کہ اس گروہ پر ہوتے ہیں وہ یقینی اس کے بعد اس کو حاصل نہیں ہوں گے چالیس سال کے بعد زندگی کا سرجوش اور اصل ختم ہو جاتا ہے اور گاد رہ جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے گاد میں دُرد میں پوری صفائی نہیں ہوسکتی۔

(۲۳۸) مرید سارے جہاں سے صلح صفائی سے رہے۔

مرید دوسرے کے حقوق کو جو اس کے ذمہ ہوں ادا کرے اور ساری دنیا سے صلح اور آشتی سے رہے۔

مرید کا خدا سے وعدہ ہے کہ جس جگہ اس کا حق ہو گا وہ ادا کرے گا اور حقدار کو دے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص کا حق تجھ پر ہے تو تو اس کو ادا کرنے کا پابند ہے اسی طرح اگر تیرا حق کسی پر ہے تو وہ ادا کرنے کا پابند ہے۔ تمام اور ہر طرح کے حقوق کی ادائیگی سے فارغ ہو جانا چاہیے۔

(۲۳۹) مرید کو سماع ضرور سننا چاہیے

مرید کو سماع سننا چاہیے اور اگر وہ اس کا ذوق اپنے دل میں نہیں پائے تو سمجھے کہ محبت کا بیج اس کے دل میں نہیں بویا گیا ہے۔

اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر وہ اس کا ذوق اپنے دل میں محسوس نہ کرے تو اس کو اپنے روزگار پر مصیبت تصور کرے۔ اس بات کا بھی خوف ہے کہ اس کی زمین دل میں محبت کا بیج بویا ہی نہ گیا ہو۔

(۲۴۰) مرید تماشا دیکھنے کے لیے کسی جگہ نہ

مرید کو لہو لعب دیکھنے کے لیے کسی جگہ نہیں کھڑا ہونا چاہیے

کھڑا ہو۔ اور نہ بازی گروں کا کھیل دیکھے۔ بادشاہ کی سواری گزرتے یا اور اسی طرح کا جلوس نہ دیکھے۔ یہ سب لہو و لعب اور کھیل تماشے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اپنے ہم خرقہ دوستوں کے ساتھ خوش وقتی کے طور پر اگر کچھ دیر آپس میں طیبت کر لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر وہ لوگ ہنسی مذاق کو شیوہ بنالیں تو پرہیز کرنا چاہیے۔ فالاجتناب والاجتناب۔

(۲۴۱) پہلی ہی منزل میں حلقۂ ارادت میں قدم رکھنے سے پہلے مرید کو اپنے مال و

حلقۂ ارادت میں قدم رکھنے سے پہلے اگر مرید صاحب دولت ہو تو اس کے بعد نہیں رہنا چاہیے۔

دولت اور جاہ و منصب کو سلوک کی راہ میں قربان کر دینا بہتر ہو گا۔ اس کے گوشہ نشین ہونے اور عبادت کرنے کی وجہ سے لوگ اس کے بارے میں بڑی اچھی رائے رکھیں گے اور اگر

سمجھیں گے۔ اس پر درہم و دینار نچھاور کریں گے۔ مرید اس کو ہرگز اللہ کی طرف سے مقبولیت نہیں جانے۔ کیونکہ یہ بات تو مانی ہوئی ہے کہ کمینے اور نیچ طبقے کے زبوں حال لوگ اس کو اس کی عبادت اور ریاضت کے باعث خاص لوگوں میں تصور کریں گے، اس پر اعتقاد کریں گے اس کے ہاتھ پیر چومیں گے اور جو توفیق ہوگی نذرانہ پیش کریں گے۔ مرید بھی اگر کمینہ صفت اور زبوں حال طبقہ کا ہوگا تو اس کو اللہ کی طرف سے قبولیت سمجھے گا اور کیوں نہ ایسا سمجھے اس نے بچپن میں اپنے ماں باپ اور دادا کو رئیس، سپاہی اور کوتوال شہر سے ڈنڈا کھاتے دیکھا ہے آج رئیس، کوتوال شہر بلکہ وزیر وزرا اس کی قدم بوسی کر رہے ہیں پھر وہ کیوں نہیں اپنے کو مقبول الٰہی سمجھے۔ البتہ جو لوگ باعزت ہیں اور آبا و اجداد سے باعزت اور باوقار رہے ہیں اگر ان کے ساتھ یہ باتیں ہوتی ہیں تو ان کا نفس اس کو اچھا نہیں سمجھتا بلکہ بلا اور مصیبت جانتا ہے۔ وہ دل میں سوچتے ہیں کہ میں اس مال و دولت اور جاہ و منصب کو چھوڑ کر تو ادھر آیا ہوں اور مال و دولت کے بدلے فقر، جاہ و منصب کے عوض ذلت اور مسکنت کو قبول کیا ہے۔ پھر وہی چیز سامنے آ رہی ہے۔

(۲۴۲) مرید کو دولت مندوں کی صحبت نہیں اختیار کرنا

دولت مندوں کی صحبت سے مرید کو پرہیز کرنا چاہیے

چاہیے مبادا اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے۔ اور اپنی تنگدستی اور دوسرے کی خوشحالی کو دیکھ کر وہ خود اپنے کو شکستہ حال اور ذلیل سمجھنے لگے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کے دل میں لالچ اور طمع پیدا ہو جائے، ایک دوسری خرابی یہ بھی ہے کہ مرید جس نے فقر اختیار کیا ہے دولت مند کی صحبت میں جب بیٹھے گا تو دولت مند اس کی محتاجی اور فقر سے ضرور واقف ہوگا اور مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ دولت مندوں کی محبت اور بھی کئی دوسری بدبختیوں کا پیش خیمہ ہے لیکن اس وقت اسی قدر لکھنا کافی ہے۔

(۲۴۳) مرید کیلئے یہ صفت ضروری ہے کہ کتنا ہی لوگ اس کو دیں وہ اس کی وجہ سے آپے سے باہر نہ ہو۔ خودداری نہ کھوئے

مرید میں یہ صفت ہونا ضروری ہے کہ کچھ بھی لوگ اس کو دیں لیکن اس کا سر نہ جھکے۔

جیسا کہ میرے خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز میرے آغاز ارادت کے دوران فرماتے تھے کہ اگر تجھ کو آدم علیہ السلام کی صفوت، ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خلت، موسیٰ علیہ السلام

کا کلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت عطا ہو اور تو اس پہ اپنا سر جھکا دے اور خودداری قربان کر دے تو تو صادق نہیں۔ اور اگر مرید میں یہ صفت پیدا ہو جائے کہ جو کچھ بھی اس کو دیا جائے لیکن وہ اپنا سر نہیں جھکائے اور اپنی خودداری کو نہیں کھوئے تو پھر اس کو پیر کی حاجت نہیں رہے اس لیے کہ پیر کا کام یہی ہے کہ مرید کو کسی کے قید و بند میں نہ جانے دے اور جو کچھ اس کے سامنے آنے والا ہے اس سے پہلے ہی آگاہ کر دے اور اس سے دور کر دے۔

مرید ملامتیوں کی صورت نہیں اختیار کرے

(۲۴۴) ملامتیوں کی صورت مرید کو نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ اس کی ملامت بس یہی کافی ہے کہ اپنے کارناموں کا کسی کے سامنے اظہار نہ کرے۔ اور اگر بے اختیاری میں کبھی کوئی فعل ظاہر ہو جائے تو اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دے۔

مرید اگر تمام رات جاگا ہو تو اس کو آفتاب طلوع ہونے سے پہلے تھوڑی دیر آنکھ جھپکا لینا چاہیے۔

(۲۴۵) مرید اگر تمام رات جاگا ہو اور تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ لیٹا ہو اور نہ بیٹھے بیٹھے اونگھ لیا ہو تو صبح کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے ایک جھپک ضرور لے لے تاکہ دوسرے وظائف کے ادا کرنے میں دل پر گرانی نہ رہے۔ مرید کو اگر اپنے اوراد و وظائف سے کچھ وقت بچے تو مراقبہ میں مشغول ہو جائے کہ یہ بہترین کاموں میں سے ایک ہے۔ اور اگر مراقبہ کا موقع نہ ملے تو یہ بھی نہ چاہیے کہ نفس پر بھروسا کر کے ملال بڑھائے اور نفس کی سرکشی کے باعث قصہ گوئی، پڑھنے لکھنے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو جائے اور ساتھ ساتھ خیال حضور سے بھی چپکا رہے۔ گرے اور پھر اٹھے۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ایک نفس استوار بھی باقی نہیں رہے گا۔

اپنے ایک کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول ہو جانا مرید کو نہیں چاہیے۔

ایک کام کو چھوڑنا اور دوسرے کام میں مشغول ہو جانا اچھی بات نہیں ہے کھلی ہوئی غداری اور حرماں نصیبی ہو گی۔ یہ تو ایک مقام سے واپس آنا اور پیچھے رہ جانا ہے ہرگز اس گرداب سے باہر نہیں نکلو گے۔ اگر اللہ موقع دے دے تو سبحان اللہ ورنہ سارے مجاہدہ اور ثواب کی جزا اور بدلہ دکھ اٹھانا ہو گا۔ میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ اس کام کے پاس نہ جاؤ۔

مُرید کے لیے راستہ چلنے کے آداب

(۲۴۶) مرید جب راستہ چلے تو جامہ سر پر رکھ لے تا کہ چاروں طرف دیکھنے میں رکاوٹ ہو۔ راستہ میں جو چیز سامنے آئے اسی پر اکتفا کرے۔ چاروں طرف کی صورت شکل اس کے خیال کی پراگندگی کا سبب ہوگا۔ اگر مرید کے پاس جامہ نہ ہو تو اس کے بدلے پیل گوش استعمال کرے۔ صوفیا سے میں نے سنا ہے کہ مرید یار فروش ہوتا ہے اور اس کی دستار پیل گوش۔

مرید کا دل اگر مراقبہ اور شغل و وظائف میں نہ لگے تو اس کو کیا کرنا چاہیے۔

اگر ایسا اتفاق ہو کہ مرید کا دل مراقبہ سے متنفر ہو جائے اور امکان صورت حاضر نہ ہو تو غزل، محبت اور عشقیہ قصے کہانیوں میں دل لگائے اور اگر اس میں بھی اس کو ذوق نہ ملے تو پھر صحرا کی طرف نکل جائے تازہ وضو کرے گرے اور اُٹھے اور کئی رکعت نماز ادا کرے۔ نماز کار حسنہ ہے۔ جزا اور ثواب سے خالی نہ ہوگا۔ صحرا میں جب جا کر نماز پڑھے تو خدا سے سوائے اس کے اور کوئی دعا نہ مانگے کہ اس کا دل حاضر ہو۔

حضور دل تمام سعادتوں کا خمیر ہے

اے عزیز دل کی حضوری تمام سعادتوں کی روح اور خمیر ہے۔

مُرید اگر کوئی افسوں جانتا ہو جس میں شیاطین کا نام نہ ہو تو اس پر وہ عمل کرے چونکہ اس سے مسلمانوں کا فائدہ ہوگا جیسے سانپ بچھو کی جھاڑ وغیرہ

(۲۴۷) مرید اگر کوئی افسوں جیسے سانپ بچھو کی جھاڑ جانتا ہو اور اس میں اثر ہو تو اس پر عمل کرے مرید اگر اہل دل سے ہے اور اس افسوں میں شیاطین کا نام نہ ہو ساتھ ہی نفع بخش اور پر اثر بھی ہو تو اس کے عمل سے دریغ نہ کرے کیونکہ اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔

اگر کوئی مرید جذام یا برص میں مبتلا ہو تو وہ وقت کو غنیمت سمجھے۔

(۲۴۸) اگر کوئی مرید جذام اور برص میں مبتلا ہو تو وہ اپنے وقت کو غنیمت شمار کرے اور شکر ادا کرے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس سے سب کا دل متنفر کر دیا۔ اور اس کو فارغ اور بے تعلق کر دیا۔ سب کا دل اس سے پھیر دیا اور اس

کا دل سب سے پھیر دیا۔ اب موقع اسی کا ہے کہ وہ اپنا تمام وقت اللہ کے حوالہ کر دے اور اسی کا ہو کر رہ جائے۔ کلیب اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں کا قصہ تو نے سُنا ہوگا۔

مرید سے اگر ارادت کے دوران کوئی لغزش ہو جائے تو وہ ارادت سے باز نہ آئے۔

(۲۴۹) مرید سے اگر ارادت کے دوران کوئی لغزش ہو جائے تو وہ ارادت سے باز نہ آئے۔ اس بدبختی کی وجہ سے دوسری نیکیوں سے محروم نہ ہو۔ وہی ارادت اس کی تلافی کرے گی اور اپنی طرف کھینچے گی اور اگر ناامیدی اور قنوطیت اس پر طاری ہوگی تو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس کا دامن پکڑے گی۔ بارگاہ باری میں کبھی بندہ شرمسار و شرمندہ جاتا ہے کبھی طالب بن کر، کبھی برگزیدہ رسیدہ اور منتخب کی حیثیت سے بھی۔ اگرچہ ہر ایک اپنی منزل اور مقام رکھتا ہے لیکن اللہ کی نظر میں سب ایک جگہ شامل ہیں۔ میں تجھے پھر کہتا ہوں واپس آنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ جو آگیا آگیا اور اس کے دربار میں آگیا۔

مرید کو اسرار و واقعات کے بیان کرنے میں بخیل ہونا چاہیے اور معنی سمجھنے میں حریص۔

(۲۵۰) مرید پر جو اسرار و انوار و واقعات و حالات گزریں ان کے بیان کرنے میں بخل سے کام لینا چاہیے۔ اور پوشیدہ رکھنا چاہیے مرید کو ادراک معنی میں حریص ہونا چاہیے اس سے وہ کبھی سیر نہ ہو۔ جتنا زیادہ اس کو دیا جائے اتنا ہی زیادہ وہ طلب کرے۔ مرید کمتر اور ذلیل اشخاص کے ساتھ بھی اپنے نفس و روح کی بخشش کرے۔ راہ طلب میں کسی کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز نہ برتے۔ سب کے ساتھ فیاضی، بخشش اور ایثار سے کام لے۔

جو ہونا ہے ہو جائے لیکن مرید راہ ارادت سے پیچھے نہ ہٹے

مرید کی مثال راہ سلوک میں اس مسافر کی جیسی ہے جس کا خرقہ راستہ چلنے میں کانٹے سے اُلجھ گیا ہو اب اس کے سامنے دو ہی تدبیریں ہیں یا تو وہ کھڑا ہو کر خرقہ کا دامن کانٹے سے چھڑائے یا دوسری تدبیر یہ ہے کہ خرقہ کانٹے سے چپک گیا ہے تو چپکا رہے۔ خرقہ پھٹتا ہے تو پھٹے، جو ہونا ہے ہو جائے لیکن وہ اپنی رفتار نہیں روکے گا وہ چلتا ہی رہے گا، نہ کھڑا ہوگا نہ واپس ہوگا اب ظاہر ہے کانٹے

سے خرقہ کو آزاد کرانے میں کچھ دیر تو لگے گی ہی۔ جب تک کانٹے سے خرقہ کو علیحدہ کیا جائے اس کے ساتھی کافی آگے نکل چکے ہوں گے۔ وہ مسافران سے پیچھے رہ جائے گا۔ یہ بھی اپنی معمولی رفتار سے جائیں گے پھر بھی ان دونوں میں خاصہ فاصلہ باقی رہے گا اس لیے ان لوگوں کا ساتھ پکڑنے کے لیے اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ پوری قوت سے دوڑ خواہ اس میں اس کو کتنی ہی تکلیف ہو، سانس پھول جائے یا جوڑوں میں درد ہوجائے غرض اسی طرح وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ تو جائے گا لیکن بُرے حال احوال میں۔ اور وہ مسافر جو خرقہ کے برباد ہونے پھٹنے کی پرواہ نہیں کرتا وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے نہیں رہے گا اور نہ دُور ہوگا۔ مرید کو اسی طرح سوچنا چاہیے۔ جو ہو سو ہو لیکن قدم ارادت سے پیچھے نہ ہٹے۔

(۲۵۱) مرید خواہش اور ارادہ کا پکا ہو — مرید کو پیر کے در پر اس کے لوگوں کا ظلم وجور سہنا ضروری ہے

اس کی خواہش اتنی زبردست ہو کہ سارا زمانہ بھی مل کر اس کو اس کی خواہش سے نہ روک سکے۔ اگر وہ رکے تو خود سے ضرورتاً۔ حادثہ، رنج والم، دردمندی تمام دنیا سے علیحدہ ہو کر بھی اس کو کسی حالت میں قرار نہیں۔ سانس پھولنا، آہیں بھرنا اور وحشت اس کی زندگی کا ماحصل ہے۔ مرید کو خوب گریہ وزاری کرنے والا گدا ہونا چاہیے۔ ایک گھڑی ایک لمحہ کے لیے بھی اپنا سر اپنے مالک، بخشش کرنے والے اگداپرور اور صدقہ دینے والے کے در سے نہیں اٹھائے اگرچہ وہاں اس کو کتنی ہی ذلت اور خواری اٹھانی پڑے لیکن وہ اس کے در پر سر جھکا کر الحاح وزاری کرتا رہے اور اپنے کام سے باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ اس کا مخدوم، بخشش کرنے والا دولت مند مالک، صدقہ دینے والا اس کی منت سماجت گریہ وزاری سے تنگ آکر اپنے ملازمین اور خدام سے کہے گا کہ اس بے شرم گریہ وزاری کرنے والے گدا کی مانگ پوری کردو، جو مانگتا ہے اس کے دامن میں ڈے دو کہ اس نے مجھے تھکا دیا ہے۔ یہی معاملہ مرید کا پیر کے در کے ساتھ ہے۔ اس کو پیر کے لوگوں کی جفا برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور یہی صورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی بھی ہو سکتی ہے شاید خداوند سبحانہٗ تعالیٰ اپنے بعض مقربان سے فرمائے کہ وہ فلاں بے شرم کو دیکھو گناہ بھی کرتا ہے اور ہم سے نعمت بھی طلب کرتا ہے وہ چیز مانگتا ہے جس کا

وہ مستحق نہیں - لیکن کیا کیا جائے آخر ہے تو وہ میرا ہی بندہ اور میرے ہی در کا بھکاری - اس کا دامن مراد سے بھر کر اس کا سر میرے آستانہ سے اٹھالو - اس کو ہٹادو وہ آنے والوں کا راستہ روکے ہوئے ہے -

مرید کو رشک کرنے والا ہونا چاہیے

(۲۵۲) مرید کو حسد کرنے والا ہونا چاہیے وہ حسد جس کو محدثین اور مفسرین نے عنطبہ یعنی رشک لکھا ہے - عنطبہ یہ ہے کہ کوئی شخص دولت مند کو دیکھے تو خود بھی ان صفتوں سے موصوف ، نعمتوں سے بہرہ ور اور اس جیسا ہونا چاہیے لیکن حاسد وہ ہے جو محسود کے نعمت کا زوال چاہتا ہے - مرید یہ نہیں چاہتا - بلکہ وہ اپنے ساتھیوں سے بڑھ جانے کا خواہش مند ہے - مردوں کی غیرت درکار ہونے کی صورت میں اس بارے میں مزید کہنا دشوار ہے -

الکسل ام السعادت کا معنی و مفہوم

(۲۵۳) مرید کو کاہلی سے بھی کچھ حصہ ملتا ہے وہ سر جھکائے ایک گوشہ میں بیٹھا رہتا ہے آنکھ بند اور حبس نفس کیے رہتا ہے - اور نہیں چاہتا کہ اس جگہ سے اٹھے - یہ بھی تو کاہلی ہے لیکن بری اور مذموم نہیں - اسی لیے الکسل ام السعادت یعنی نکماپن اور کاہلی سعادت کی ماں ہے کہنا بجا ہے -

وہ پیشے اور حرفت جو مرید طالب کے مناسب حال ہیں

(۲۵۴) چند پیشے مرید کے موافق ہیں - بوجھ اٹھانے کی مزدوری لیکن فاصلہ ایک کوس سے زیادہ نہ ہو - فاصلہ کی قید میں نے اس لیے لگائی ہے کہ جسم اور نفس کو کوئی آزار نہ پہنچے یعنی اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو - دوسرا پیشہ درزی اور پیوند لگانے کا کام ہے - یہ ایسا کام ہے کہ کام میں مشغول رہتے ہوئے بھی وہ دل اور زبان سے یاد الٰہی کر سکتا ہے - کپڑا بننے کا کام بھی درزی ہی کے کام کی طرح ہے لیکن پارچہ بافی میں بہت سامان کی ضرورت ہوتی ہے اور آدمیوں کے مدد کی بھی - ایک اور پیشہ جو مرید کے موافق حال ہے وہ خراسان کے خچر اور گدھے ہنکانا اور بکریاں چرانا ہے بکری چرانا خود بہت ہی لطیف کام ہے جس کو نبیوں نے کیا ہے - کوئی پیغمبر تم ایسا نہیں بتا سکتے ہو جس نے بکری نہیں چرائی ہو - دیکھو نا ، کتنا اچھا کام ہے - تمام دن صحرا اور

جنگل میں تنہا رہنا شام کی نماز کے بعد تکان دور کرنے کے لیے اور انسان سے موانست کی خاطر گھر آنا۔ یہ عارفانہ زندگی ہی تو ہے جس کی وجہ سے اپنے تمام نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے نوازا۔ اسی طرح ہر وہ پیشہ اور کام جس کی بجا آوری کے دوران خدا کی یاد کی جاسکتی ہے مرید کے لائق ہے۔

مرید عوام کے رسم و رواج سے دُور رہے

(۲۵۵) شادی کی ضیافت اور غمی کی ضیافت میں لوگوں کے درمیان جو رسم و عادت مروج ہے مرید اس سے دور رہے۔ مرید عوام کے رسم میں نہ شریک ہو۔ صلہ رحم کی خاطر مرید اتنا زیادہ نہ بڑھ جائے کہ اپنے اصل کام اور مقصد سے پیچھے رہ جائے۔ مرید کے لیے غربت موافق اور اچھی چیز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غربت کی ذلت اور تکلیف کا وہ متحمل ہو اور اپنے کو آسودگی اور توجہ سے بلند و برتر نہ دکھلائے۔ غریبوں کا جو طریقہ ہے اسی کے مطابق منکسر اور متواضع رہے۔

مرید کو پیر کا ادب ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور اس کی زندگی میں سجادہ نشین نہیں ہونا چاہیے۔

(۲۵۶) مرید کو پیر کی زندگی میں سجادہ نشین اور شالچہ نشین نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو پیر کی موجودگی میں دستک دینا، ناک صاف کرنا اور پیش خدمت رکھنا نہیں چاہیے۔ وہ داد و ستد میں پیر کی روش کا خیال رکھے کہ اس میں پیر کے رشک و غیرت کا سوال ہے۔ مجلس سماع میں سرداری نہ کرے۔ سماع میں جتنی بار بھی جنبش کرے جب واپس آئے تو اپنے مصلا پر کھڑا ہو کہ یہ مشائخ کی وضع ہے۔ مرید کو پیر کا ادب ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اگر مرید خانقاہ یا صوفیا کے مجمع میں ہو تو ذکر و مراقبہ سے فارغ ہونے کے لیے کوئی گوشہ اختیار کرے۔ مرید جب پیر کے سامنے آئے تو بدن پر جامہ رکھ لے ہونق کی طرح نہ آئے اس لیے کہ اس سے پیر کی جانب اس کی بے التفاتی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ نماز میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ ظاہری مسائل کو پیر کے معاملات میں نہ داخل کرے اگر پیر پیر ہے اور واقعی وہ ایسا شخص ہے جس کی شان میں الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ کہا جاسکتا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ جس طرح نبی پر اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے خود سے نہیں کرتا ہے اسی طرح پیر بھی، پیر پر اللہ کی طرف سے

بہت سے ایسے مخصوص کام کی فرمائش ہوتی ہے جس کو نبی نے نہیں وضع کیا ہے۔

مرید کو پیر کے خدام کے ساتھ رعایت اچھی طرح کرنی چاہیے مرید نہیں چاہے کہ کسی جگہ اس کا ذکر خیر ہو سوائے پیر کے سامنے کے اور نہ کسی جگہ اپنے بارے میں برا کہنے سے ڈرے سوائے پیر کے

مرید کو پیر کے گھر والے/خادم/سقا/خاکروب اور جو لوگ خانقاہ سے متعلق ہوں اُ کے ساتھ رعایت واجب سمجھے۔ مرید کسی جگہ سوائے اپنے پیر کے روبرو اپنے بارے میں ذکر خیر کا خواہش مند نہ ہو اور نہ وہ کسی جگہ اپنے بارے میں بدگوئی سے ڈرے سوائے پیر کے سامنے کے۔

مرید اگر اچھی صورت نہیں رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے اچھا ہے

(۲۵۷) اگر مرید کی صورت دلکش/دل کو موہ لینے والی اور نفس کو لبھانے والی نہیں ہے تو اس کے لیے اچھا ہے زمانے کے مناسب ہے ورنہ اس کی تشویش کا باعث ہوتی۔ یوسف و زلیخا کا قصہ تو تم نے سنا ہی ہوگا۔

مرید کو بیماری کی حالت میں سخت مضطر اور مضطرب نہیں ہونا چاہیے

مرید طالب اگر بیمار ہو جائے تو شکوہ اور نالہ نہیں کرے نہ اپنی تکلیف سے عاجز آکر سخت مضطر و مضطرب ہو نہ اپنی بیوی بچوں کا غم کھائے۔ اگر نالہ کرے بھی تو تکلیف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا نالہ و فریاد اس لیے ہو کہ کہیں اس کے مقصود تک پہنچے بغیر موت نہ آجائے اور وہ اس دنیا سے چلا جائے دوسرے وہ اس لیے روئے کہ اس کی زندگی طلب میں گزری لیکن مقصود اور مطلوب ہاتھ نہ آیا۔ اس کی شکایت بیماری کی سختی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اوراد وظائف میں خلل پڑنے کی وجہ سے ہو۔ کیونکہ بیماری میں اگرچہ اوراد وظائف کی بجا آوری ہو جاتی ہے لیکن تکلیف کی وجہ سے تشویش اور دقت ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی مرض ہو جاتا ہے کہ جیسا چاہیے طہارت نہیں ہو پاتی، اور یہ مرید کے غم والم کی بات ہو سکتی ہے۔

مُرید کو اللہ سے اپنی درازی عمر و ترقی درجات کے لیے دعا مانگنی چاہیے

مرید طالب اللہ سے اپنی زندگی

دنیا کا تماشا دیکھنے یا خواہشات کو پورا کرنے کے لیے نہیں مانگے۔ اگر وہ شاد کام اور بامراد ہے تو پھل کھائے اور دنیا سے چلا جائے اور اگر کامیاب نہیں ہے تو عبادت درد وسوز اور طلب کی لذت وجدان اور وصل کی لذت سے کم نہیں ہے۔ عاشقوں نے تو یہی کہا ہے :-

ہجراں خواہم صنما وصل نہ خواہم   من تجربہ کردہ ام کہ ہجراں خوشتر

فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے :

کفر کافر را دین دیندار را   ذرۂ دردت دل عطار را

ہجراں حقیقت ہے اور وصل وہم وخیال سچی بات یہ ہے کہ ہجراں حقیقت ہے اور وصال وہم وخیال۔

مرید کو مرض کی حالت میں کیا اور کس طرح کرنا چاہیے (۲۵۸) مرید کسی بیماری یا تکلیف میں اپنے اوراد ناغہ نہ کرے۔ اس کا موقع بھی ہوتا ہے کیونکہ مرید کو بیماری میں کھانا پانی چھوڑنے، لوگوں سے نہ ملنے جلنے کا بہانہ مل جاتا ہے۔ اگر بخار ہوا تو طبیعت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے آنکھیں بند رہتی ہیں، دل مراقبہ کی طرف مائل ہوتا ہے جس میں ذوق اور فتوحات حاصل ہوتے ہیں یہاں تک بعض لوگوں نے مرض تپ کو پسند کیا ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تپ کو حمی لیلۃ کفارت سنۃ فرمایا ہے۔ ایک رات کی تپ سے جو فکر و اندیشہ کے ساتھ ہو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ہر طرح کی کدورت اور تاریکی جو دل پر طاری ہو ایک رات کی تپ سے جو تفکر اور حضوری کے ساتھ ہو ڈھل جاتا ہے۔ بیماری کے دوران مرید کو قادر مطلق کی قدرت کی طرف دھیان دینا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اتنی طاقت اور قوت کے باوجود جو وہ رکھتا تھا یک بہ یک چند گھنٹوں میں کیسا سست مجہول اور بے دست و پا ہوگیا۔ اس کو اس کا بھی یقین ہونا چاہیے کہ اس کا ازالہ اللہ کی مہربانی اور رحم وکرم کے بغیر قطعی نہیں ہو سکتا۔ مرید بیماری میں خلوت اختیار کرے لیکن تنہا نہیں رہے ایک دو آدمی ضرور اس کے ساتھ رہیں جو اس کو بات قصے میں لگائے رکھیں۔ اس سے دل تکلیف کم محسوس کرتا ہے۔ خلوت میں اگر وہ اللہ تعالیٰ اپنے مطلوب حقیقی سے دل لگائے رکھے تو کیا کہنے۔ سبحان اللہ مرید کو بیماری اور تکلیف میں شکایت نہیں بلکہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے اس کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ درد کی نعمت سے سرفراز

فرمایا۔ یہ قصہ طالبوں اور عاشقوں کا ہے کہ اگر وہ صحت مند ہے تو آرام و عافیت کا اور بیمار ہے تو ذکر الٰہی میں مشغولیت کا شکر ادا کرتا رہے۔ اور اپنے دل میں کہے کہ بار الٰہا تو نے درد میں مبتلا کر کے ایک ایسی نعمت سے مجھ کو نوازا کہ میرا دل اور نفس تیری حمایت اور پناہ کے علاوہ اور کسی سے پناہ کی التجا نہیں کرتا۔ مریض کی زبان سے بے اختیار برابر اللہ اللہ نکلتا رہے۔ یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے تمام راستے اور دروازے بند کر کے صرف ایک راستہ کھلا رکھا ہے اور وہ ہے دوست تک پہنچنے کا۔ کیا یہ اس کی بڑی نعمت نہیں ہے کہ اس نے تمام پریشانیاں اور تفکرات ختم کر کے صرف اپنی یاد اور تصور میں اپنے بندے کو لگا دیا۔ ہر طرح کے خوف، دکھ درد میں تسلی یاد محبوب سے ملتی ہے۔ اور اسی کے واسطہ سے دل کی صفائی ہوتی ہے۔ مجازی عشق کے قصّے میں تم نے سنا ہوگا کہ اگر معشوق عاشق کو مارتا، گالی دیتا اور اذیت پہنچاتا ہے تو عاشق اس میں اپنی مسرت اور سرفرازی محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کے توجہ کے لائق تو ہوا۔ بیمار مرید کا دل تمام خواہشات سے متنفر ہو جاتا ہے اور اپنے مطلوب حقیقی کو کھو کر ہر وقت اس کو اپنے روبرو پاتا ہے اور پھر سارے جہاں سے بے پروا اور فارغ ہو جاتا ہے۔

مرید بیماری میں بیوی بچے اور اہل و عیال کا غم نہ کھائے اور ہمیشہ اللہ سے اپنی عاقبت کی خیر مانگے

خاتمہ کی خیریت مرید کے حال اور روزگار کے مطابق ہوتی ہے اور خاتمہ کی خیریت اس میں ہے کہ مرنے کے وقت تجلی باری تعالیٰ رضا و ظہور جمال و حسن کے مطابق ہو۔

اور اس کی عاقبت کی خیر اس کے حال اور روزگار کے مطابق یہ ہے کہ مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی رضا و ظہور جمال و حسن کے مطابق اس کو نصیب ہو۔

عارفوں کے نزدیک عاقبت کا خوف تجلی باری تعالیٰ میں مضمر

خوف عاقبت کا مفہوم عرفا کے نزدیک یہ ہے

ہے جو آخرت میں باہمہ قہر و جلال نمایاں ہوگا۔ جیسا کہ اس نے کلام پاک میں خود فرمایا ہے۔ کما تموتون تبعثون۔ یعنی جیسے تم مرے ہو اسی طرح اٹھائے جاؤ گے۔ تو جب دوبارہ اسی طرح اٹھائے جائیں گے تو پھر ٹھکانا بھی اسی طرح کا ہوگا۔

بہشت دار الامان ہے لیکن اس میں جانے والوں کو پھر بھی خوف ہے جلنے کا خوف نہیں بلکہ تجلی جلال کا خوف ہے

یہ تو معلوم ہے کہ بہشت دار الامان ہے لیکن اس میں جانے والوں کو پھر بھی خوف طاری ہے۔ یہ خوف جہنم کی آگ سے جلنے کا نہیں ہے بلکہ تجلی جلال کا خوف ہے۔ جو شخص بادشاہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہے اور بادشاہ اپنے جاہ وجلال کے ساتھ جب اس کے سامنے ہوتا ہے اس وقت اس پر کیا گزرتی ہے اور اس کا دل کیسے اضطراب کا آماجگاہ ہوتا ہے اس کو وہی جانتا ہے جس پر یہ گذری ہو۔ حنظل کا مزا وہی بتا سکتا ہے جس نے اس کو چکھا ہو۔ مرید طالب بیماری میں جو کراہتا ہے وہ درد والم کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لذت کی وجہ سے جو اس میں ملتی ہے۔ لیلیٰ سے مجنوں کا پیالہ ٹوٹنے کا قصہ تو تم نے سُنا ہی ہوگا مرید طالب کو بیماری میں دلیری دکھلانا چاہیے۔ اگر عاجزی اور مسکینی ظاہر کرے تو انکسار اور طبیعت کے باز آجانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی مسکینیت اور بندگی کو ظاہر کرنے کے لیے۔ ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اگر مالک نے کسی بندہ صورت مسکیں کو مار پیٹ کیا یا گالی گلوچ دی اور اس نے دلیری دکھائی اور عاجزی اور مسکینی کا مظاہرہ کیا شاید جوش غضب کے باعث ایسا ہوا۔ پھر فوراً ہی بعد اس کا اظہار عجز و درماندگی کرنا مزید لطف وکرم کا باعث ہو سکتا ہے۔ صبر قابل تعریف چیز ہے اس لیے کہ اس میں شکایت نہیں کی جاتی۔ تذلل اور تواضع بھی قابل تعریف ہے اس لیے کہ اس میں آدمی اپنے کو اپنے مرتبہ پر رکھتا ہے۔ بندہ بندہ ہی رہے گا۔ عاجزی، ذلت اور مسکینیت بندگی کا لازمہ ہے۔ جلالت وکبریائی عظمت وبزرگی اور مدح وثنا اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ مرید بیماری کے دوران اپنا دل اللہ کی طرف متوجہ رکھے۔ اس کے سوا کسی چیز کی تمنا اس میں نہ آنے دے اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ بندہ جب مضطر اور مضطرب ہوتا ہے تو وہ اس پر رحمت کرتا ہے اور ہر شخص کے اوپر رحمت اس کی خواہش کے مطابق ہوتی ہے۔ طالب مرید اگر کشف وتجلی کا خواستگار ہے تو اللہ کی رحمت اس کے اوپر اسی کے مطابق ہوگی۔ بعض مرید بیماری کے بھی خواستگار ہوتے ہیں۔ اور اس میں ان کی مصلحت یہ ہے کہ درد والم کے واسطہ سے جو بیماری میں پیدا ہوتا ہے تمام نفسانی کدورات دھل جاتے ہیں اور سب چیزوں سے امید منقطع کر کے دل موت کے دروازہ بیٹھ جاتا ہے۔ بعض اللہ کے عشاق نے ایسا بھی کیا ہے کہ وہ شیر کی کچھار میں جا کر بیٹھ گئے ہیں اور اس سے ان کی

غرض یہ رہی ہے کہ شیر جنگل سے جب کچھار میں آئے تو ان کا دل سیدھے خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس طرح ان کو حضوری حاصل ہو بعض عشاق نے اپنے کو زمین کے نیچے دفن کر دیا ہے اس میں ان کی یہ غرض تھی کہ جب آخر وقت پہنچے اور اُمید نہ رہے تو دل براہ راست خدا کی طرف متوجہ ہو اور اسی کے حضور ہو۔ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اور حریری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حرکت کی تھی۔ عشاق کے درمیان بعض موت کی بھی تمنا کرتے ہیں۔ اس سے وہ اُمید رکھتے ہیں کہ روح نکلنے کے وقت اپنی ساری امیدیں مالک حقیقی کے دامن سے وابستہ کر دیں گے۔ اور اسی طرح قبر میں اتارے جانے کے وقت اور اسی طرح منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت۔ اس بارے میں بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عرصہ تک درد و سوز، غم و اندوہ میں جلتے رہے کوئی فائدہ نہ ہوا اس لیے اب مر کر اس مصیبت سے نجات حاصل کریں۔ اسی مقصد سے بعض زیر زمیں زندہ اپنے کو دفن کر لیتے ہیں بعض شیر کے کچھار میں جا بیٹھتے ہیں اور بعض سانپ بچھو کے بل میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ ناظم مقالی نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

اجل کجا است بیا کو چو یار با ما نیست — کہ در فراق ازیں بیش زندہ نتواں بود

مرید طالب کو بیماری میں افسوس بہت ہوتا ہے وہ سوچتا ہے اور غم کھاتا ہے کہ اس نے زندگی کی قدر نہ کی۔ اوراد و اذکار میں وقت کتنا اچھا گزرتا تھا اس وقت بجا آوری میں وقت اور دشواری محسوس ہو رہی ہے اور وہ لذت بھی نہیں ملتی۔ طالب کو مرض میں خاموش رہنا چاہیے وہ زیادہ باتیں نہ کرے اور نہ مرض کا گلہ کرے۔ اگر آہ و فریاد کرے بھی تو اس طرح جیسے ایک عاشق معشوق کے ناخن اور دانت سے زخمی ہونے کے بعد کرتا ہے۔ اگر زیادہ سمجھنا ہو تو کسی ہوس پرست عاشق سے پوچھ لو۔

بیمار مرید کو طبیب کے حکم کے مطابق پرہیز کرنا چاہیے

اگر مریض مرید کو حکیم کے حکم سے پرہیز کے لیے کہا جائے تو اس کو بیماری میں پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ جو کچھ خدا کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس لیے کیا ضرورت ہے۔ ہاں صحیح ہے میں مانتا ہوں کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے اپنی مرضی کے مطابق پرہیز کرنا اور بدپرہیزی کرنا ایک فعل ہے اور تمام فعل خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ بدپرہیزی کرنا نفس کی شرارت ہے۔ تاکہ بیماری میں مضر چیزوں سے پرہیز نہ کر کے نفس کو تمام للتزامات اور تفریحات کا موقع ملتا رہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل خیال ہے

کہ پرہیز کرنا اور دوا کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور اگر مرض سخت قسم کا ہو اور طالب مرید جان لے کہ اب صحت کی امید نہیں ہے اس لیے تمام چیزوں سے ایک مرتبہ دل بھرلیا جائے اور کوئی لذیذ اور محبوب چیز نہ چھوڑی جائے تو پھر اللہ کی حضوری سے بڑھ کر کوئی چیز اس کو غالباً محبوب نہ ہوگی اس لیے اسی کو خرقہ سے باندھ لے اور مکمل طور پر اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرے ۔ مرید طالب اپنی صحت کے لیے عجز و زاری نہ کرے نہ طبیب کے سامنے نہ دعا تعویذ کرنے والے کے سامنے۔ اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ محبوب کے دکھ دینے پر کوئی نالہ و فریاد کرے۔ جیسا کہ تم نے سُنا ہے کہ لوگ بیماری میں آہ آہ کرتے ہیں تو یہ درد اور تکلیف کی وجہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس لذت کی وجہ سے کرتے ہیں جو اس درد و تکلیف میں ان کو ملتا ہے۔ اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو کسی شہوت پرست عاشق سے جاکر پوچھو کہ لذت میں وہ کیسے نالہ کرتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں پُرآب رہتی ہیں۔

مرید طالب کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی مراد اور محبوب کے وصال میں منہمک رہے

(۲۵۹) مرید طالب کو ہمیشہ مراد اور مطلوب کے وصل کا خواہاں رہنا چاہیے اگر وہ مراد تک پہنچ جائے تو بلاشبہ یہ اس کی کامیابی ہے لیکن یہ اصل نہیں ہے اس کو بلاشبہ فقدان و وجدان، وصل و ہجر کے درمیان متردد رہنا چاہیے تاکہ وصال کا ذوق و لذت قائم رہے۔ کیونکہ یہ دونوں مطلوب کلی ہیں۔

عشق میں دو آفتیں سامنے آتی ہیں ایک شروع میں اور دُوسری آخر میں۔

(۲۶۰) ہر چیز میں کوئی نہ کوئی آفت ضرور ہوتی ہے۔ عشق میں دو آفتیں آتی ہیں۔ ایک شروع میں اور دوسری آخر میں۔ شروع کی آفت تو یہ ہے کہ عاشق بہت جدوجہد کرتا ہے لیکن مطلوب کو نہیں دیکھتا یہاں تک کہ اس کا حصول بہت مشکل بلکہ محال سمجھ لیتا ہے اور پھر اس پر ایسی مکمل ناامیدی طاری ہوتی ہے کہ اس کے حصول سے ہی دست بردار ہو جاتا ہے اور ہجر ہی پر اپنے کو راضی کر لیتا ہے۔ حرماں نصیبی اس کے ذوقِ طلب کو کم کر دیتی ہے۔ شادمانی، فرحت اضطراب و اضطرار سب ہی غائب ہو جاتے ہیں اور انسان بالکل فارغ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ دوسری آخر کی آفت یہ ہے کہ محبوب کا وصل نصیب ہو جاتا ہے وہ فارغ ہو جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے اب کیا کرنا ہے جو میں چاہتا تھا پالیا۔ یہاں تک کہ لذت

وصال اور وجدان اس سے مکمل طور پر رخصت ہو جاتا ہے۔ اور وہ فارغ ہو کر بیٹھ جاتا ہے یہی اس کی مکمل حرماں نصیبی اور زیاں ہے۔ اور اگر وہ فقدان و وجدان یعنی وصل و ہجر کے درمیان متردد ہے تو دونوں جہاں سے درد و درماں کا حصہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرتا رہے گا۔ اور جب آدمی درد کا خوگر ہو جاتا ہے تو وہی درد و درماں ہو جاتا ہے جو عاشق معشوق کے حاصل کر لینے کے بعد وصل سے ہم کنار ہو جاتا ہے اس کے فارغ ہو جانے میں زیادہ شبہ نہیں رہتا۔ مگر وہ سوختہ دل جو حصول مطلوب کے بعد بھی کہتا ہے "میں نے پا تو لیا لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ غایت اور مراد کو نہیں پہنچا۔ ایک دوسرا شوریدہ سر وہ ہے جو سوز و طلب اور ارادت کا سودا اتنا ہی سر میں رکھتا ہے جتنا اس کے دامن مراد میں سما سکے اور وہ کبھی سیر اور آسودہ نہیں ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے: ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست ۔۔۔ عجب ایں است کہ من واصل و سرگردانم

مرید طالب کو روزی کا غم نہیں کھانا چاہیے

(۲۶۱) مرید طالب اپنی روزی کی فکر نہ کرے اگر بھوک کا غلبہ ہو تو تھوڑا کھالے۔

لوگوں نے جو کہا ہے کہ کوئی پیشہ اہل طلب کے لیے منع نہیں ہے اور ایسا سوال جو بغیر منت وسماجت کے ہو دفع تشویش کے لیے جائز ہے وہ صحیح بات ہے لیکن سوختہ دلوں کا معاملہ کچھ اور ہے۔

مرید طالب کے لیے یہ کہنا کہ فلاں شخص میرا دوست ہے اور فلاں دشمن غلط ہے۔

(۲۶۲) مرید طالب یہ نہ کہے کہ فلاں شخص میرا دشمن ہے یا دوست، جو کہ اس کا ذکر برائی سے کرتا ہے، غیبت کرتا ہے اور عیب بیان کرتا ہے اس کو دشمن صرف اس وجہ سے سمجھنا کہ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ مرید طالب کے معتقد ہوں اور اس کو اچھا کہیں اچھا سمجھیں، مرید کو زیب نہیں دیتا۔ اسی طرح اس شخص کو دوست سمجھنا جو کہ لوگوں کے سامنے اس کی خوبی بیان کرتا ہے اور لوگوں کو اس کا معتقد بنانے کی کوشش کرتا ہے مرید کا کام نہیں ہے۔ تم ہی سوچو کیا اس میں جاہ طلبی، نیک نامی اور شہرت کی خواہش نہیں پوشیدہ ہے۔ اور مرید کو دونوں چیز سے بیگانہ اور بے نیاز ہونا چاہیے۔ بلکہ درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے جو اس کی برائی بیان کرتا ہے اور خلق اللہ کو اس سے دور رکھنے کی اور بھگانے کی کوشش کرتا ہے وہی اس کا دوست ہے۔ اور اس دوسرے کو جو خلق اللہ

کو اس کا معتقد بنانا چاہتا ہے اور اس کی خوب بھلائی بیان کرتا ہے اس کو دشمن سمجھنا چاہیے۔ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ یا تو میرے ذاتی تجربات پر مبنی ہے یا ماقبل کے بزرگوں کے معاملات اور حکایات سے لیے گئے ہیں۔

خرید و فروخت اور قرض لینے کے بارے میں مرید کے معاملات

(۲۶۳) مرید طالب خرید و فروخت کے لیے بازار میں نہ جائے۔ اور اگر جائے تو پھر دوکان دار جو قیمت چیز کی اس سے مانگے دے دے دلال کے قبضہ میں نہ جائے۔ ریزگاری پوری دے۔ اگر کسی شخص سے قرض لے تو ادائیگی کے وقت کا تعین نہ کرے۔ زمانہ حادثات کا خالق ہے پتا نہیں کل کیا سامنے آئے۔ لیکن کوشش بلیغ اس بات کی کرے کہ قرض جلد ادا ہو جائے۔ قرض ایسے شخص سے لے جو زیادہ تنگ دل نہ ہو۔ اور بہت پابندیاں نہ عاید کرتا ہو۔ بلکہ ایسا شخص ہو جو اس کو قرض اپنے دل میں بخشش اور ہبہ سمجھ کر دے اور جب وہ قرض اس کو واپس کرے تو عطیہ سمجھ کر لے لے۔ قرض صرف اس وقت لے جب بہت سخت ضرورت ہو یا کوئی مہمان آیا ہو یا صلہ رحم کا حق ادا کرنا ہو۔ اپنی بھوک مٹانے کے لیے بھی قرض لینے کی اجازت ہے لیکن اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ طالب کے لیے بھوک اور فاقہ نعمت ہے۔ اس کو وہ غنیمت سمجھے اس لیے کہ اس سے اللہ کی اور اس کے طریقوں کی قربت اور کشف غیب اور تجلی باری اور بہت سی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ زیادہ تر انبیاء اور اولیا اسی سیرت اور طریقے کے تھے۔

مرید طالب شیخ الغیب کی ملاقات کا خواہش مند نہ ہو

(۲۶۴) مرید طالب کے دل میں شیخ الغیب سے ملاقات کی خواہش نہیں ہونی چاہیے۔ وہ طالب خدا ہے اور مرید حق ہے اس کو ابدال و اوتاد اور خضر سے کیا کام۔ اگر اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ بزرگان اس کی مدد اور رہنمائی کریں گے اور ان لوگوں کے ذریعہ سے کام نکلے گا تو وہ واسطہ بھی اسی وقت ملتا ہے جب اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اللہ کے دربار میں قبولیت اور رسائی واسطہ سے اور بغیر واسطہ کے دونوں طرح سے ہوتی ہے۔ اس لیے بلا وجہ اللہ کی مرضی کے بغیر طالب کا کسی طرف رخ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور اگر ازل سے تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ اس کو اس گروہ کی ملاقات کا واسطہ نصیب ہو تو اس کو وہ بہت اہم نہ سمجھے اگرچہ امید اس سے رکھے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھے کہ مطلوب

غیور ہے۔ دوسری مراد ان لوگوں سے نہ مانگے۔ اگرچہ وہ لوگ کہیں بھی لیکن مرید طالب نہ ان سے اُمید رکھے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہو۔

اگر کوئی مرید مرجوعۂ خلائق ہو جائے تو اس کو اس بلا سے محفوظ رہنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

(۲۶۵) اگر مرید کو اتفاق سے کسی زمانے میں عوام میں مقبولیت ہو جائے۔ اور لوگ اس کے یہاں کثرت سے آنے جانے لگیں اور دست و پابوسی شروع کر دیں اور اس کے پاس اس سے بچنے کا کوئی چارہ بھی نہ رہے تو وہ اس بلا کو دور کرنے کا کوئی غلط اور ناپسندیدہ طریقہ نہیں اختیار کرے۔ اپنے کو اس کا عادی بنائے۔ اور اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دے اور یقین کرے کہ یہ ایک مصیبت ہے جو خدا نے اس پر نازل فرمائی ہے۔ اعوذ باللہ پڑھے اور خلوت میں بیٹھ کر عجز و انکساری سے اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے۔ اور پیر کی پناہ لے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور ہرگز یہ نہ سمجھے کہ عوام میں مقبول ہونا اللہ کے حضور مقبولیت کی دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو خدا قبول کرتا ہے اس کو عوام نہیں پسند کرتے۔ لیکن اُس آدمی کو پتا چل جاتا ہے کہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے۔ مکاشفہ، مسامرہ، محاکاتے، مجالسہ اس جگہ غلط ہے۔ یہ کام باطن کا ہے آدمی اپنے کو خود جانتا ہے کہ وہ کس گہرائی میں ہے اور کس فضا اور کس ہوا میں پرواز کر رہا ہے کیا خوب! تجھ پر بلا بھیجی جائے اور تو اس کو نعمت سمجھ کر شکر ادا کرے اور اپنے کو ولی اللہ تصور کرے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں انی اُریدُ اقبال الخلق الی اللّٰہ۔ مجھے نہیں معلوم اس کا کہنے والا مجتہدوں میں سے ہے یا واصلوں اور محققوں میں سے۔ اگر مرید طالب کو اس طرح کا واقعہ پیش آجائے تو وہ شیوخ جیسا رویہ نہیں رکھے۔ اپنے کو مرشد اور منتہی نہیں ظاہر کرے۔ بلکہ مریدوں اور طالبوں جیسا رویہ رکھے۔ شیوخت کی عزت عظمت اور مکرمت کے مسند پر بیٹھ کر اپنے کو اسی طرح دکھلانا اور اسی طرح کی گفتگو کرنا خدا سے پناہ مانگنے کی بات ہے۔ یہ سب وسوسہ اور دھوکا ہے۔ اس کو وہی کام کرنا چاہیے جس کے وہ لائق ہو۔ لوگوں کے ساتھ اچھے معاملات رکھے اور نیکی سے پیش آئے۔ یہ بھی نہ کرے کہ ہر ایک سے کہتا پھرے میں کچھ نہیں ہوں، میں کچھ نہیں رکھتا ہوں۔ میں حقیر ہوں وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب بھی جذب نفس کے اسباب ہیں۔ یہ شعر تم نے سنا ہوگا:

خود را بہ زباں خود ستودن ، رسوائی رسوائی است

خود را بہ زباں خود شکستن ، رعنائی رعنائی است

مرید کو چاہیے کہ اگر کسی مجلس میں جائے تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔

(۲۶۶) مرید طالب جس مجلس یا محفل میں شریک ہو جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے۔ اونچ نیچ اچھوٹے بڑے کا خیال نہ کرے۔ اور جس جگہ لوگ بٹھا دیں بیٹھ جائے۔ اگر مجلس کے آخر میں وہ بیٹھا ہوا ہو تو صدر میں آنے کی کوشش نہ کرے۔ جہاں لے جائیں چلا جائے کہ یہ بھی ایک قسم کی خود نمائی ہے۔

مرید کو اگر کوئی شخص کبھی دو وقت کھانا کھلا دے تو اس کی صحبت ترک کر دینا چاہیے

(۲۶۷) مرید طالب کو اگر کوئی شخص دو مرتبہ کھانا کھلا دے تو اس کو اس کی صحبت ترک کر دینا چاہیے۔ بلا شبہ فاقہ کو غنیمت جانے اس لیے کہ فاقہ سے اس میں نفس کی شکستگی اور خودی کی تباہی زیادہ ہے۔

مُرید کو بات چننے والے اور چغل خور سے بچنا چاہیے

(۲۶۸) مرید میں بات چننے کی عادت نہیں ہونی چاہیے۔ ایک سے دوسرے تک بات پہنچانا خاص کر ایسی بات جو دل آزاری کا باعث ہو ہرگز نہیں چاہیے۔ اگر تجھ کو کسی ایک آدمی سے دوستی ہے تو شرط دوستی یہاں تک تو صحیح ہے کہ تو اپنے دوست کو دشمن سے آگاہ کر دے لیکن یہ معاملہ اہل دل کی طرح ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس سے کج دل بھی سیدھے راستہ پر آجاتے ہیں۔ مرید کا کام بھلائی اور اصلاح ہے۔ العیاذ باللہ فساد سے اس کو کیا نسبت چغل خوری سے بہت سی خرابیوں کی بنیاد پڑتی ہے اور فساد برپا ہوتا ہے۔ دوسرے مرید طالب کے دل میں سوائے یاد الٰہی کے اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اس کا کون کام ہوا کہ ایک جگہ سے بات چن کر دوسری جگہ پہنچا دیا۔ اس کو ان باتوں سے کیا غرض۔ اور جو اس طرح کا کام کرتا ہے وہ مرید طالب نہیں ہے۔

مرید اپنے شرف نسب اور آباؤ اجداد کے مال و جاہ پر اپنے کو فضیلت نہ دے۔

(۲۶۹) شرف نسب، اور آباؤ اجداد کے مال و جاہ پر مرید اپنے کو دوسروں پر فضیلت نہ دے اور نہ ڈینگ مارے کہ یہ بھی ایک دنیاوی نمائش اور خود ستائی ہے۔ موالی کی طلب کی طرف نگاہ رکھے۔

مُرید کو مردِ واصل اور منتہی کی صحبت سے تعلیم اور تلقین کا فائدہ ہوتا ہے بس۔

(۲۷۰) مرید طالب کو مردِ واصل منتہی کی صحبت سے تعلیم اور تلقین کا فائدہ ہوتا ہے لیکن اگر مرید خود اپنے احوال اور معارف کے قصے سناتا ہے تو اس کو نقصان ہوگا۔ اور مرید کے لیے رغبت اور خوف دلانے والے معاملے کے علاوہ دوسری طرح کی باتیں کرنا جیسے انوار و اسرار سے متعلق جو وہ مردِ واصل سے سنے منع ہے۔ لیکن رغبت اور خوف دلانے والے معاملات کا ذکر منع نہیں ہے۔ مرید اگر مقام دعوت و ارشاد پر ہو تو پھر اول و دوم دونوں قسم کی باتیں کرنا منع نہیں ہے۔

مرید اگر شیخ کو خواب میں دیکھتا ہے کہ لوگ اس کو کہہ رہے ہیں کہ یہ خدا ہے تو اس کی کیا تعبیر کرنی چاہیے

(۲۷۱) اگر مرید خواب یا واقعہ یا یادِ الٰہی کے دوران طاری ہونے والی کیفیت یعنی "وقت" میں دیکھے کہ لوگ اس کو کہہ رہے ہیں کہ تیرا پیر خدا ہے یا پیر بیٹھا ہوا ہو اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے ہوں کہ یہ خدا ہے تو اس کی صحیح تعبیر یہ کرے کہ اس کا پیر ایسا شخص ہے جس کے آئینہ دل پر انوارِ الٰہی کا عکس پڑ رہا ہے اور وہ عکس اس سے ظاہر ہو رہا ہے اسی مناسبت سے لوگ اس کو اس نام سے پکار رہے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پیر جو کچھ کہتا ہے خدا کی طرف سے کہتا ہے اور اسی کے کان سے سنتا ہے، خدا کے ساتھ رہتا ہے، خدا سے واصل ہو گیا ہے تو صحیح ہوگا۔

مُرید کو نہیں چاہیے کہ پیر سے اجازت ملتے ہی مُرید کرنا شروع کر دے۔

(۲۷۲) اگر مرید کو پیر شیوخت کی اجازت دیدے تو اجازت ملتے ہی وہ اپنے کو شیخ اور خدا رسیدہ نہ سمجھ لے۔ بلکہ رکا ہوا اور متامل رہے اور اگر شیوخت کرے بھی تو اس عقیدہ کے ساتھ کہ میں ایک معمولی انسان ہوں: پیر نے عاریتہً یہ کام میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھے ان کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔ پھر پیر کی رضامندی کا اس بارے میں پوری طرح احساس کر لینا چاہیے۔ مُرید طالب کے معنی ایمان دار اور مردِ مومن کے ہیں۔ اور ایمان کے دو رکن ہیں۔ اقراری اور تصدیقی۔ اقراری تو اس پر ایمان رکھنا ہے کہ جو اللہ کو ڈھونڈے گا وہ پائے گا اور وہ ذات موصوف بہ صفات کمال ہے۔ اور تصدیقی اس امر کی تصدیق کرنا ہے کہ جس نے اللہ کو تلاش کیا اور پیر نے رہبری کی وہ خدا تک ضرور

پہنچا ہے، اس کو دیکھا ہے اور پہچانا ہے۔ بعض فقہا اس سے انکار کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ علمائے ظاہر کو باطن کی خبر نہیں ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ بہترین نعمتوں میں سے ہے۔ اور بہترین نعمتوں کے بہت کم امکان ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بصر یعنی دیکھنے کے لیے مسافت کی قید ہے کہ وہ نہ دور سے دور تر اور نہ قریب سے قریب تر ہو۔ اور یہ ذات باری میں متصور نہیں انہ منزہ عن کل جہۃ وسمۃ وفوق وتحت ومقابلۃ و محاذاۃ۔ بالکل صحیح ہے بجا ہے۔ لیکن اگر باصرہ دیکھے کہ ہم اور تم دونوں دار پر کھڑے ہیں تو کیا اس کے لیے بھی مسافت چاہیے اور مکاں کے بارے میں جو فقہا فرماتے ہیں تو مکاں نہ دیکھنے والے کے لیے متصور ہے اور نہ دیکھے جانے والے کے لیے۔ دونوں ایک ہیں۔ ان کے درمیان نہ مسافت ہے نہ مکاں، نہ نزدیکی ہے نہ دوری۔ نہ قرب قریب ہے نہ بعد لبعید۔ اس حالت میں وہ دیکھنے والا اس دیکھے جانے والے کو دیکھتا ہے اور دونوں ایک ہیں۔ اس مرید طالب کے حصّے میں جمال اور نظارہ وجہ اس طرح ہے کہ اس یگانگی میں بیگانہ کا عکس اور پرتو نصیب ہوتا ہے۔ اے مرد فقیہ! اے خواجہ دانش مند! اے شیخ زاہد و متقدا! اے مولانا مجتہد و مفتی اگر اس کام سے تعلق رکھتے ہو تو پھر صورت حال یہی ہے جو میں نے کہا: ؎

نہ ہم رہی تو مرا راہ خویش گیر و برو — ترا سعادت باد امرا نگونساری

لیکن مشکل یہ ہے کہ مرد دانش مند کو واقعہ حال کی خبر نہیں ہوتی۔ اور وہ طالبوں کی راہ میں رکاوٹ ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں استغفر اللہ الطریق مسدودٌ والوصول الی اللہ غیر موجود والسوال عنہ مردودٌ والقائل بہ مذموم غیر ممدوح۔ اب تم سمجھتے ہو تلک امۃٌ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم۔ لیکن یہ سب باتیں راہرو کے لیے راہزن ثابت ہوتی ہیں۔ اگر مرید طالب کو تمام دوست ایک ساتھ مل کر بھی آگے بڑھنے سے روکنا چاہیں تو وہ شہباز اپنا پائے طلب اتنا مضبوطی سے جمائے کھڑا ہے کہ ہرگز واپس نہیں ہوگا۔ اس قوم یعنی عشاق الٰہی کے لیے بس دو ہی صورت ہے یا تو محبوب قبضہ اور دام میں آجائے یا پھر اس کوشش میں سر قربان ہو جائے:۔ ؎

یا دراندازیم سر راہ یا بہ دست آریم سر — یا بکام دشمناں گردیم یا سلطان شویم

(۲۷۳) طالب مرید کو حقائق

مرید طالب کے لیے کتب حقائق و معارف جیسے فصوص و تمہیدات وغیرہ کا مطالعہ کرنا مصلحت نہیں ہے اس کو سلوک کی کتب جیسے کشف المحجوب و منہاج العابدین کا مطالعہ مفید ہوگا

ومعارف پر مشائخ کی لکھی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے - اس میں اس کے لیے بھلائی اور مصلحت نہیں ہے کیونکہ یہ کتابیں طالب کو طلب سے روکتی ہیں - اور مطلوب تک پہنچنے نہیں دیتیں حقائق اور معارف کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابیں جو لوگوں میں بہت مشہور ہیں ان میں فصوص اور محی الدین ابن عربی کی دوسری تصنیفات اور قاضی عین القضاۃ کی تمہیدات خاص طور پر قابل ذکر ہیں - طالب مرید کے مطالعہ کے لیے کشف المحجوب، منہاج العابدین، ترجمہ الاحیا اور اس طرح کی کتابیں زیادہ مفید ہیں - مرصاد اگرچہ رمز وغمزہ میں حقائق ومعارف سے خالی نہیں ہے لیکن اس میں ارادت بھی شامل ہے مرید طالب چاہے تو مطالعہ کر سکتا ہے -

(۲۷۴) مرید طالب جو مشائخ اور عارفوں کے مقصد تحقیق تک

جو مرید کہ مقصد عارفاں کے پایہ تحقیق تک ابھی نہ پہنچا ہو اس کو سلوک کے اوپر کتاب تصنیف نہیں کرنا چاہیے -

ابھی نہیں پہنچا ہو اس کو سلوک پر کوئی تصنیف یا مکتوب نہیں لکھنا چاہیے - کیونکہ وہ ابھی راستہ نہیں جانتا، کام کی نوعیت کو نہیں پہچانتا - اپنے وہم سے وہ ناچیز کو چیز اور نامفہوم کو مفہوم سمجھ لے گا اور تصور کر لے گا - اور اس میں بڑی گمراہی ہے -

(۲۷۵) مرید بزرگ ناصح بن کر لوگوں کو ہر وقت نصیحت نہیں

مرید کو بزرگ ناصح نہیں بن جانا چاہیے ہر وقت وہ لوگوں کو نصیحت نہیں کرتا ہے یہ کام خدا رسیدگان اور واصلان کا ہے -

کرتا ہے - یہ کام خدا رسیدگان اور واصلان کا ہے - اور ان لوگوں کا ہے جو تمام مطالب اور مقاصد سے فارغ ہو چکے ہیں یعنی انتہائے کام کو پہنچ چکے ہیں اور ہر چیز کو جیسی وہ ہے، پہچانتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی ناصح نہیں بننا چاہیے - مرید طالب کو علم اور تعلیم سے خالی نہیں ہونا چاہیے - اس نے کسی چیز کو سمجھا ہے اور وہ چیز ہے بھی اسی طرح جیسا اس نے سمجھا ہے اور اگر اسنے اس راز کو جیسا اس نے سمجھا ہے اظہار وبیان کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ لوگ اس کو زندیق اور ملحد کہیں یا مباح کہیں یا وہ مردود مردم ہو یا سنگسار ہو - لیکن اگر علم اور تعلیم خاص کر نحو، معانی، بیان، معقولات اور احادیث کا اس کو ہوگا تو پھر وہ اس طرح ان کو حقیقت کا لباس پہنائے گا کہ وہ حقیقت معلوم ہوگا -

الکبریاء ردائی کا کیا مفہوم ہے

تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ الکبریاء ردائی فرماتا ہے۔ اور لوگوں کا اس سے باز رہنا ان لوگوں کے وہم وظن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور اس کو خداوند سبحانہ تعالےٰ نے کبریا سے منسوب کیا۔ یعنی کبریا نے ان لوگوں کو وہم وظن میں ڈالا کہ وہ لوگ اس کو نہ دیکھیں نہ سمجھیں۔ یہ بات تجھ کو ایک مثال سے زیادہ واضح ہو جائے گی۔ ایک وسیع مملکت والا بادشاہ ایک تاریک رات میں فقیروں جیسی ذلیل شکل بنا کر، ایک شکستہ پیالہ اور ٹیڑھی بانکرڑی چھڑی ہاتھ میں لے کر لوگوں کے دروازے دروازے ایک لقمہ کھانے کی صدا لگاتا ہے کسی دروازے پر اس کو مل جاتا ہے اور کہیں سے اس کو نہیں ملتا بلکہ وہ دھتکار کر نکال دیا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے بارے میں کون گمان کر سکتا ہے کہ یہ بھکاری، بادشاہ ہفت اقلیم ہے اس کے بعد لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو بادشاہ سلامت ہیں۔ سب لوگوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ گوشت کے ٹکڑے سے جو دو شانوں کے درمیان ہے بادشاہ کی بزرگی اور جلالت کا کیا پتا چل سکتا ہے لوگ نہیں جانتے کہ بادشاہ دروازوں پر گھومتا ہے۔ مرید طالب، عوام وخواص، علماء ومشائخ اور اہل دنیا میں سے تجار اور امراء جیسے لوگوں کو نصیحت نہ کرے۔ مگر اس شخص کو نصیحت کر سکتا ہے جس کے اندرونی حالات سے واقف ہو۔

مرید کو نہیں چاہیے کہ جس مقام پر ہے اس کے بارے میں کچھ قصہ بیان کرے۔

(۲۷۶) مرید جس مقام پر ہے اس کے بارے میں اس کو کچھ بیان نہیں کرنا چاہیے اور اگر ایسا اتفاق آ جائے کہ اس کو بیان کرنا ہی پڑے تو وہ گزشتہ باتوں کے بارے میں کچھ کہے۔ آئندہ کے بارے میں کچھ بتانے سے بہ طریق احسن ٹال جائے۔ آئندہ کی بات بتانا پیچھے رہ جانے کا سبب ہے۔

پیر اگر مرید کی طرف خود توجہ فرمائے تو یہ دولت عظیم ہے

(۲۷۷) پیر اگر مرید کی طرف خود توجہ فرمائے تو یہ عظیم دولت ہے، جو کہ اس کے دامن میں آ پڑی ہے۔ لیکن مرید کو یہ نہیں چاہیے کہ پیر کو خدا مان لے۔ اگر اس کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ بھی دیکھ لے پھر بھی بندگی اور عبودیت اپنی جگہ پر ہے۔

مرید کو پیر کے سامنے بیٹھ کر ورد کرنا یا مراقبہ میں جانا نہیں چاہیے اس کو بس پیر کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

(۲۷۸) مرید کو پیر کے سامنے بیٹھ کر ورد کرنا یا مراقبہ میں جانا نہیں چاہیے۔ پیر کے سامنے بس پیر کی طرف نظر رکھنی چاہیے۔ اگر سماع ہو رہا ہے اور قوال کوئی چیز گا رہا ہے تو مرید اس شعر کو سن کر پیر کے سامنے نہ تو گریہ کرے نہ حال لائے اگر کوئی شعر پیر کو پسند آ جائے تو اس شعر کی پسندیدگی میں مرید بھی نہ شریک ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ پیر کے حضور صرف پیر کی طرف نظر رکھے۔ جو شخص کہ پیر کا مرتبہ رکھتا ہے یا اس کے پیر کا ہم مرتبہ ہے اس کے روبرو بھی اضطراب اور اظہار حال نہیں کرنا چاہیے اکثر آداب جو وہ اپنے پیر کے لیے ملحوظ رکھتا ہے اس کے لیے بھی رکھے۔

مُرید کو ہمیشہ مضطرب رہنا چاہیے

(۲۷۹) مرید ہمیشہ مجتہد اور مضطرب رہے۔ اور اگر کبھی اس کو سکون اور قرار آئے بھی تو وہ سکون و قرار کمال غم اور افراط اندوہ کے باعث ہو۔

مرید کو زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے اور اکثر حال میں خاموش رہنا چاہیے

(۲۸۰) مرید کو زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ اکثر حالتوں میں سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ مرید لوگوں کے غم میں کئی روز تک مصیبت زدگان کی طرح ساتھ نہ دے۔ اور اسی طرح خوشی اور شادی میں بھی خیال رکھے۔ مرید بے ہودہ گو اور بکواس کرنے والا نہ ہو۔ تلاوت کلام پاک میں اتنا زیادہ مشغول نہ ہو کہ حضور اور مراقبہ ختم ہو جائے۔ اگر تلاوت مراقبہ کے ساتھ ہو تو اگرچہ اس میں سستی آتی ہے لیکن بہت سے دوسرے کام اور علیحدہ اثرات بھی اس سے مترتب ہوتے ہیں۔

مراقبہ کے ساتھ ذکر کرنا عظیم شغل ہے

ذکر کو مراقبہ کے ساتھ جمع کرنا یعنی مراقبہ اور ذکر ایک ساتھ کرنا بہت بڑا شغل ہے۔ ذکر بغیر سوز کے اور سوز بغیر حضور اور طلب کے کام نہیں آتا۔ جو تعلق اور دل بستگی کہ مرید دل سے رکھتا ہے وہی غم و اندوہ سے رکھے۔ اور اس کو دل پر ایسا مارے جیسے کسی بندھی ہوئی چیز کو اس رابطہ کے زور پر کھولنا چاہتا ہو۔

مُریدوں کی تربیت جو ابدال کرتے ہیں

(۲۸۱) مرید اگر ابدال کی تربیت میں پڑتا ہے تو یہ لوگ خاص طرح کی تربیت دیتے ہیں۔ مشائخ کی تربیت کے علاوہ یہ لوگ مرید کو کوئی مشروب پلاتے ہیں اور اس مشروب میں تھوڑا نشہ اور سرور ہوتا ہے۔ اور وہ سکر اور سرور سوائے حضوری اور ذوق وطلب کے اور کسی میں نہیں ہوتا۔ وہ مشروب کسی سے بنایا نہیں جاتا، بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کوہ قاف کے پیچھے کچھ ایسے درخت ہیں جن سے حاصل ہوتا ہے اور وہ درخت سال میں کئی مرتبہ ہوتے ہیں۔ ہر درخت میں سات آٹھ قسم کے پھل ہوتے ہیں اور وہ درخت بھی چھ سات سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اس کی شکل قمرک کی جیسی ہوتی ہے۔ لیکن قمرک میں گوشے ہوتے ہیں اور وہ برابر اور ہموار ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض پھل کا شیرا لال رنگ کا ہوتا ہے، بعض کا سفید رنگ کا۔ بعض کا پیلے رنگ کا، بعض کا بادنجانی اور بعض کا زعفرانی رنگ کا۔ جو زعفرانی ہے اس کو کُمنہ کہتے ہیں۔ جس کو یہ دیتے ہیں اس کے دل میں کوئی برائی، دغا، حسد، حرص اور شہوت وغیرہ قسم کی نہیں رہتی۔ غرض ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اثر ہوتا ہے۔ جس پر وہ ابدال مہربان ہوتے ہیں اُس کو کھلاتے ہیں اور پھر وہ جو کچھ سوائے نامشروع کے اس سے کہتے ہیں وہ کرتا ہے۔ یہ ابدال ایسا بھی کرتے ہیں کہ اپنے مسترشد یعنی مرید کو لنگوٹہ بندھوا دیتے ہیں۔ ہم مرتبہ کرنے کے بعد اس کو ذلیل صورت اور خراب حال میں بھیک مانگنے کے لیے باہر بھیج دیتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ چہرے پر سیاہی مل کر، شراب کا گھڑا سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اسی حالت میں ہر طرف گلی گلی پھرے۔ کبھی شراب کو ہونٹ، داڑھی اور پیٹھ پر مل دیتے ہیں تاکہ مکھیاں بھنکتی رہیں۔ مرید طالب اس طرح کی حرکت قبول نہ کرے اور اگر اس کے انکار کرنے پر ابدال اظہار رنجش کریں تو اس کی مطلق پروا نہ کرے اور نہ غم کھائے۔ وہ لوگ اپنے شاگردوں سے قسم بھی کھلاتے ہیں جس نے قسم کھا لیا وہ کسی طرح بھی ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

مرید کو چاہیے کہ کسی کے اڑنے اور سیر وغیرہ پر مرعوب نہ ہو

(۲۸۲) مرید طالب سیر و طیر یعنی ہوا میں اڑنے اور پانی میں چلنے یا الوپ ہو جانے، یا کسی چیز کو حاضر کر دینے یا غائب کر دینے جیسے خرق عادات سے مرعوب نہ ہو۔ اسی کے بارے میں لوگوں نے کہا ہے کہ اگر دریا کی سطح پر چلتے ہو تو تنکا ہو اور ہوا میں اڑتے ہو تو مکھی ہو۔ اگر آدمی ہو تو دل ہاتھ میں لو۔ دل ہاتھ میں لینا دو معنی رکھتا

ہے ایک تو یہ کہ کسی کی خواہش اور مراد برآری کے لیے کوئی کام کر دے اور کچھ چیز عطا کر کے خوش کر دے۔ دوسرے یہ کہ اپنے دل کی حالت کا صحیح طور پر اندازہ لگائے اور اس پر قابو حاصل کرے کہ درحقیقت انسان کا تحفہ یہی ہے جیسا کہ اویس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ علیک بحفظ القلب یعنی دل کی حفاظت کرو۔ یہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی دل کی پوری حفاظت کرو کہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو۔ ایک اور معنی بھی اس کے لیے جا سکتے ہیں یعنی جو کچھ دل کہے وہ کرو یعنی اس کی فرمائش پوری کرو۔ پہلا کام مبتدی کا ہے دوسرا کام مرد خدا رسیدہ کا ہے جس نے دل پر قابو پا لیا ہو۔

سماع کے دوران مرید مجتہد و مضطرب کی کیفیت

(۲۸۳) مرید مجتہد و مضطرب سماع سننے میں محمول نہ کرے۔ وہ کوئی چیز اپنے دل میں رکھ لیتا ہے اور جو نغمہ سنتا ہے اس کو بہانہ بنا لیتا ہے۔ سننا اس کا وہ ہوتا ہے اور از خود رفتہ ہونا وہ۔ اگر گانے کو محمول کر لیتا ہے تو وہ عاشق طالب نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے اپنے فکر و اندیشہ سے بہترین کام اختیار کیا ہے جو شعر یا بات سنے اس کو سوچ سمجھ کر صحیح طور پر محمول کرے اور اس پر گریہ کرے۔ ایک عورت جس کا لڑکا اور شوہر مر گیا ہے وہ ماتم اور نوحہ کرتی ہے لیکن اس کو نوحہ سے غرض نہیں ہے وہ سنتے ہی جگر لخت لخت کر لیتی ہے۔

مرید اپنی زیبائش میں نہ رہے لباس محقورہ و مشہورہ بھی نہ پہنے

(۲۸۴) مرید اپنی زینت اور زیبائش پر زیادہ دھیان نہ دے۔ وہ لباس محقورہ و مشہورہ نہ پہنے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ایاك واللباس المحقورة والمشهورة۔ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو نہ پھٹا پرانا لباس پہننا چاہیے نہ قیمتی اور بھڑکیلا۔ کیونکہ اگر مشہور آدمی حقیر پھٹا پرانا کپڑا پہنتا ہے تو اس کی زیادہ شہرت ہوتی ہے اور اگر معمولی آدمی قیمتی اور اچھے کپڑے پہنتا ہے تو اس کی بھی شہرت ہوتی ہے اور اس طرح دونوں شہرت ہی حاصل کرنے کے خیال سے ایسا کرتے ہیں اور یہ مناسب نہیں۔

مرید دن رات فاقہ اور گرسنگی میں گذارنے کو غنیمت شمار کرے اضطراری فاقہ اختیاری فاقہ سے افضل ہے

(۲۸۵) مرید رات میں فاقہ اور دن میں گرسنگی کو غنیمت شمار کرے فاقہ اور گرسنگی ضروری اور اختیاری

دونوں ہی صفائی قلب، تزکیہ نفس اور تجلی دل کا سبب ہیں لیکن ضروری اور اضطراری فاقہ میں نفس کی مکمل شکستگی پوشیدہ ہے اور فاقہ اختیاری میں رعونت اور خود بینی کا امکان ہے میرے خواجہ قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ اختیاری فاقہ ضروری فاقہ سے بہتر ہوتا ہے یہ کہنا ویسا ہی ہوگا کہ ہم کہیں کہ انسان کی عبادت ملائکہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس لیے کہ ملائکہ کو عبادت کرنا ضروری ہے لیکن انسان کے عبادت کرنے میں نفس کے اوپر تکلیف اور ماندگی ہوتی ہے۔ پس یہ اختیاری عبادت اس ضروری عبادت سے زیادہ بہتر ہوگی۔ خواجہ کے غلام نے عرض کیا کہ بات تو یہی ہے جو حضور نے فرمایا لیکن غلام کے دل میں کچھ چیز آتی ہے اگر حکم ہو تو بیان کرے۔ ہمارے خواجہ نے اجازت دی تو میں نے کہا حضرت خواجہ کا قول ہے کہ شکستگی و بے چارگی اور درماندگی راہ طلب اور تصوف میں پورا اثر رکھتا ہے اور ضروری فاقہ اور گرسنگی میں یہی بات ہے حضرت خواجہ نے فرمایا تم نے صحیح کہا یہی بات ہے۔ مرید کو ضروری فاقہ اور بھوک میں سستی اور کمزوری آتی ہے لیکن وہ دل کو اس ضعف اور سستی کے حوالہ نہ کرے۔ دل کو مرنے دے۔ خود سے کہے کہ اے نفس اگر تو مرتا ہے تو مرا میں تجھے غذا نہیں دوں گا۔ جب تک کہ خدا نہ دے۔ اس غرض سے کسی کے گھر وہ مہمان بن کر نہ جائے اور نہ دوست یار کی ملاقات کو پیشہ بنائے تاکہ لوگ اس کے سامنے کھانا لائیں اور اصرار کر کے کھلائیں۔ چیز یا کپڑا وغیرہ بیچ کر یا گروی کر کے کھانا بھی کیا معنی رکھتا ہے اگرچہ صوفیا نے اس کی اجازت دی ہے لیکن میں عزم و جزم کشادہ رکھتا ہوں اس طرح کی بات اگر کسی شخص کے سامنے آئے تو اس کے ساتھ دو میں سے ایک بات ہوگی۔ ان مات فقد مات شہیدا۔ اس جگہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کو حجت نہ بنائے۔ بہت سی ہلاکتیں ہیں جن کو طالب مرید اختیار کرتا ہے اور اس میں تو مر جائے تو زہے قسمت اس وقت یہ شعر پڑھنا چاہیے: ؎

در رہ عشق ما اگر کشتہ شوی ، شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر کہا ہے اگر کوئی شخص جہاد اصغر میں مر جاتا ہے تو شہید ہوتا ہے تو پھر اس کے بارے میں کیا کہو گے جو جہاد اکبر میں جان دے دے۔ کیا وہ شہید نہ ہوگا۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ رخصت عام ہے عمل خاص نہیں۔ تم نے وہ حکایت سنی ہوگی کہ ایک آدمی پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑا ہوا تھا اس

نے کسی سے پوچھا اس آسماں کو کس نے بنایا۔ لوگوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے۔ پھر اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا لوگوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے۔ پھر اس نے پوچھا پہاڑوں کو کس نے بنایا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے۔ اس کے بعد اس نے کہا اللہ اللہ شانا عظیما صرف اللہ ہی کو شان عظیم زیب دیتی ہے۔ اس سے بڑا کون ہے اس خیال کے غلبہ پانے کے بعد اس نے اپنے کو پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ اس حکایت کو عوارف میں اس کے مصنف نے ان لوگوں کی تعریف کے سلسلے میں لکھا ہے جنھوں نے خود کو راہ خدا میں فدا کر دیا اور جان دے دی یہ خاص محبت سے۔

مرید کو ہمیشہ خلوت جُو اور تنہائی پسند ہونا چاہیے

(۲۸۶) مرید کو ہمیشہ خلوت گزیں اور تنہائی پسند ہونا چاہیے۔ طالب مرید کو بس دو ہی سے غرض ہے دوست سے یا یاد دوست سے۔ اور اس کے علاوہ جو ہے وہ اچھا نہیں ہے۔ زیادہ ملنے جلنے سے نہ تو یاد الٰہی مکمل طور پر کر سکتا ہے اور نہ اپنے دوست سے مراد حاصل کر سکتا ہے۔

جو شخص کسی کا غلام ہو تو اس کا طریقہ عمل کیا ہو

(۲۸۷) اگر طالب کسی کا غلام ہے تو اس کے لیے یہ تدبیر اچھی رہے گی کہ وہ اپنے دل کو اپنے مطلوب کے تصور میں لگائے رکھے۔ رات کو اس کا آقا کام نہیں لے گا۔ اس لیے تمام رات اس کا وقت ہے۔ اور صوفیا کا کام زیادہ تر رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں۔ رات سکون وقرار اور آرام کا وقت ہے۔ اس وقت جو کام اس سے ہو جائے گا وہ کام ہوگا۔ ذکر و مراقبہ کا خاص وقت رات ہی ہے جب کہ زیادہ تر لوگ سوئے ہوئے ہوں غلام کو اس وقت بہت کم کام ہے۔ کل دن کو اس کے لیے دنیا کا جھنجھٹ نہیں ہے۔ روٹی پکی ہوئی ملتی ہے۔ کپڑا سیا ہوا بدن کو مل جاتا ہے اس پر نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ حج نہ اس پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے نہ جمعہ کی نماز پڑھنا۔ حدود اور قصاص میں بھی اس کے لیے کمی ہے۔ کل روز محشر میں بہت سے غلام ایسے ہوں گے جن کی نجات زیادہ تر مالک کی نجات پر منحصر ہوگی۔

اگر آقا کوئی ایسے کام کے لیے کہے جس کے کرنے سے فرض

غلام مرید کو اگر آقا سے کوئی ایسا کام کرنے کا حکم ہو جس کے کرنے سے فرض الٰہی کی ادائیگی میں خلل پڑتا ہو تو ہرگز قبول نہ کرے

الٰہی، جس کی طرف وہ متوجہ ہے۔ ادا کرنے میں خلل پڑتا ہو تو اس کام کو غلام ہرگز نہ کرے اگر اس پر آقا ظلم کرے تو بیع و شرا کے لیے کھڑا ہو جائے۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اسی طرح اگر آقا خلاف شرع کام کے لیے حکم دے اور نامشروع کام کی دعوت دے جیسے شراب لانے یا ساقی بننے کے لیے یا اور اسی طرح کا کام جس کے ظاہر کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی کہے تو بندہ مرید ہرگز ان کاموں کے کرنے پر آمادہ نہ ہو یہ سب وہ چیزیں ہیں جو عوام پر ظاہر ہیں۔ میرا روئے سخن مرید طالب کی طرف ہے۔ اگر آقا چکی پیسنے کے لیے کہے تو غلام مرید دل لگا کر جس طرح آقا کہے چکی پیسنا شروع کرے اور اس دوران میں ذکر کرتا رہے اور کلمہ بھی زبان سے پڑھتا رہے۔ کنیزیں چکی پیسنے کے وقت کچھ بولتی اور گاتی جاتی ہیں۔ طالب اس سے کم تو نہیں ہے۔ اگر آقا غلام مرید کے سر پر بھاری بوجھ رکھ کر کہے کہ فلاں جگہ یا منزل پر پہنچا دے تو وہ چلنے میں ہر قدم پر اللہ کہے اس سے بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور دل بھی ذکر الٰہی میں مشغول رہے گا۔ بوجھ کی تکلیف زیادہ نہیں معلوم ہو گی۔ ایسی حالت میں ذکر زیادہ مفید ہوتا ہے اس لیے کہ دل گرم ہوتا ہے اور گرمی کی حالت میں ذکر کا اثر پورا ہوتا ہے۔

(۲۸۸) ہمارے صوفیا کہتے ہیں کہ جب ذکر کرنے سے دل گرم ہو گیا ہو

ذکر کرنے یا سماع سننے کے بعد جب کہ دل گرم ہو مراقبہ میں جانا دل کے دروازہ کو کھول دیتا ہے اور بہت فائدہ ہوتا ہے

اسی وقت حبس حواس کرے دل مراقبہ کی طرف لے جائے۔ اس کے بہت اچھے اثرات ہوں گے اور جب سماع سے فارغ ہو اور سماع خوب طاقت سے سنا ہو تو اسی وقت آنکھیں جھکا کر سانس کو روک دے، باہر نہیں آنے دے۔ اور دل کو حضوری میں لگا دے اس سے بہت آرام ملے گا۔ معلوم نہیں کبھی تم نے ایسا کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو جانتے ہو گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس سے سب سے کمتر راحت یہ ملتی ہے کہ دل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اس دروازہ کے کھلنے سے راحت اور لذت ملتی ہے اور یہ بڑا اثر رکھتا ہے۔ اگر تم نے دیکھا ہو گا تو جانتے ہو گے، چکھا ہو گا تو پہچانتے ہو گے۔

(۲۸۹) مرید اگر نیلا

کپڑا دھونے سے فراغت ملنے کی وجہ سے اگر مرید نیلا یا سیاہ کپڑا پہنے تو جائز ہے

یا سیاہ کپڑا دھونے کی محنت سے بچنے کے لیے پہنے تو جائز ہے۔ اگر زیادہ محنت نہ ہو لیکن دھونے دھانے میں مشغول رہنے سے وقت زیادہ صرف ہوتا ہو پھر بھی درست ہے تاکہ وہ قصہ نہ ہو جو بیان کیا گیا ہے کہ ایک صوفی میلا اور گندہ کپڑا پہنے ہوئے تھا دوسرے صوفی نے اس سے پوچھا کپڑا کیوں نہیں دھوتے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ دھونے کی فرصت نہیں میرے بھائی۔ پوچھنے والا کہتا ہے ذرا اس صوفی کی بات سنو۔ ہمارے دل میں تو ہمیشہ ذوق ہوتا ہے۔

مرید طالب کو دیوار یا درخت سے تکیہ لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیئے

(۲۹۰) مرید طالب کو دیوار سے یا درخت سے تکیہ لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیے البتہ متکا بنا کر بیٹھے کہ یہ آسان ہوتا ہے۔ لیکن انسانی طبیعت کے مطابق چونکہ اس سے کاہلی، آسکت اور سستی پیدا ہونے لگتی ہے اس لیے اس کو بھی کاہلوں کی وضع کہا گیا ہے۔ یہ طریقہ جد وجہد کرنے والے اور مجتہدوں کا نہیں ہے۔

طالب کو خلوت میں خوب رونا چاہیے لیکن لوگوں کے درمیان حتی الامکان پرہیز کرے۔

(۲۹۱) طالب اپنی خلوت میں خوب روئے لیکن لوگوں کے درمیان سماع کے وقت حتی الامکان پرہیز کرے۔

طالب کو چاہیے کہ بیٹھا بیٹھا سو جائے

(۲۹۲) طالب کو اکثر بیٹھے بیٹھے سو جانا چاہیے مراقبہ کی وضع میں بیٹھ جائے اور دل مطلوب کی طرف متوجہ کر دے۔ اس حالت میں جو نیند آتی ہے وہ دل کے عمل میں داخل ہوتی ہے اور اس سے حضوری ملتی ہے۔ بہت سے لوگ جو کہتے ہیں کہ معراج خواب میں ہوا تھا وہ خواب اسی طرح کا خواب تھا جیسا کہ میں نے کہا۔

مرید کو اگر غیب سے کھانا مل جائے تو وہ دو وقت کا کھانا ایک ہی وقت کھا لینے سے پرہیز کرے۔

(۲۹۳) اگر مرید کو غیب سے کھانا پہنچ جائے تو کہیں دو وقت کا کھانا ایک ہی وقت نہ کھائے۔ انسانی حاجت اور کھانے کی ضرورت اگرچہ ایسا تقاضا کرتی ہے لیکن اس سے بسیار خواری کی عادت ہو جانے کا احتمال ہے غیب سے لقمہ ملنے کے بعد اس خیال سے کہ پھر اگر نہ ملے تو کیا کرے گا ایک ہی وقت میں اگر وہ دو مرتبہ کھا لیتا ہے تو اس سے صحت اور جسم پہ اس کے

سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اہیضہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے بارے میں لوگوں نے کہا ہے کہ ایک مرد کو اس کی بیوی نے کہا کہ تو بڑا پیٹو اور بسیار خوار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر وہ بسیار خوار ہے تو اس کی عورت کو تین طلاق۔ اب بتا کیسے پتہ چلے کہ وہ بسیار خوار ہے ایک مرتبہ اس نے کھانا کھایا فوراً ہی دوسرے مرتبہ اس کے سامنے کھانا لایا گیا اس نے کھانا چاہا۔ لوگوں نے اس کو پیٹو اور بسیار خوار کا نام دے دیا۔

مرید کو چاہیے کہ جہاں اس کو جگہ ملے سکونت اختیار کرے

(۲۹۴) مرید کو بادشاہ وزیر اور بڑے لوگوں کے پڑوس میں سکونت نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ اور نہ وہ یہ ارادہ رکھے کہ ایسی جگہ جا کر بسا جائے جہاں اسے کوئی نہ پہچانتا ہو۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں لیکن ہم لوگوں کے درمیان یہ بھی منع ہے اس طرح کا خیال خود بینی اور خود نمائی پر دلالت کرتا ہے۔

مرید اپنے اوراد و وظائف کسی حال میں فوت نہ کرے خلوت اور محضرِ مردم دونوں اس کے لیے یکساں ہوں

(۲۹۵) عبادت اور تزکیۂ نفس کے لیے مرید خلوت اور آدمیوں کی موجودگی دونوں کو برابر سمجھے البتہ اپنے اوراد و وظائف کو کسی حالت میں فوت نہ ہونے دے۔

مرید کسی سے طمع نہ رکھے اور نہ دنیاداروں کے سامنے زانوے ادب تہہ کر کے بیٹھے اور نہ رعونت اور غرور سے پیش آئے۔

(۲۹۶) مرید کسی شخص کے سامنے طمع کا ہاتھ نہ پھیلائے نہ ہاتھ باندھے کھڑا رہے، نہ زانوے ادب تہہ کر کے بیٹھے اور نہ کسی کے پیچھے پیچھے چلے۔ ہر شخص کی اپنی ایک راہ اور کام ہوتا ہے اور اس کی راہ اور کام اس سے جدا ہے۔ یہ بھی مناسب نہیں کہ لوگوں کے ساتھ وہ خود نمائی کی شکل میں ملے۔ یا ثقہ اور معتبر لوگوں کے سامنے اکڑ کر اور سینہ تان کر چلے۔ یہ سب طالبوں کا شیوہ نہیں ہے۔ مرید عام لوگوں کی تذلیل اور عیب جوئی نہ کرے اور دل شکستگی کے معاملہ میں طالب ہر ایک سے زیادہ ہو یہاں تک کہ اس کے گھر میں جو کتا بلی ہو اس سے بھی۔

طالب کو نشہ آور چیزوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے

(۲۹۷) بعض طالب مرید نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ یکسوئی اور دل جمعی کا باعث ہوتا ہے۔ یہ بات صحیح ہے لیکن رفتہ رفتہ آدمی اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر پھر نہ وہ کوئی کام کر سکتا ہے نہ خوش وقت رہ سکتا ہے اور نہ اس کو حضوری نصیب ہوتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی شرابی ہے یا فلاں بھنگ کھاتا ہے۔ قلندروں کو تم نے دیکھا ہوگا ان کے درمیان تم نے کسی کو کار آمد پایا جو نشہ آور چیزوں میں مبتلا ہو۔

(۲۹۸) مرید کبھی کبھی قصہ لیلےٰ و مجنون اور دیوان

مرید کو کبھی کبھی قصہ لیلیٰ مجنوں اور دیوان شیخ سعدی جیسی کتابوں کے پڑھنے سے طلب اور عشق میں اضافہ ہوگا۔

شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ جیسی کتابیں اپنے پاس ضرور رکھے اور پڑھے ایک دو قصہ اس میں سے پڑھ لینے سے وقت خوش گزرے گا اور سر سے ملال دُور ہوگا۔ مرید چارپایہ یا پرند کسی کے جوڑے کو دیکھتا ہے ان کی محبت کیسی مستحکم ہے۔ محبت کی داستان پڑھنے سے درد و طلب اور اس کا عشق زیادہ ہوگا۔

(۲۹۹) مرید ہمیشہ نظریں نیچی رکھنے کی

مرید کو ہمیشہ نظریں نیچی رکھنے کی صفت سے متصف رہنا چاہیے

صفت سے متصف رہے۔ اور اگر اٹھائے تو سوائے آثار اور عبرت حاصل کرنے والی چیزوں کے اور کچھ نہ دیکھے۔

(۳۰۰) مرید کو جو واقعہ خواب یا بیداری میں پیش آتا ہے۔

مرید کو جو واقعہ خواب یا بیداری میں پیش آئے وہ اس سے زیادہ بہتر نہ ہوگا جو وہ پیغمبر یا پیر کی صورت میں دیکھے۔

پیغمبر یا پیر کو دیکھنے سے زیادہ بہتر نہیں ہوتا۔ اگرچہ کشف اور تجلی ہو پیغمبر اور پیر کی صورت میں جو بھی ہو قابل اعتبار ہے۔ طالب مرید احضار دل اور دل جمعی کے لیے ظاہری صورت کو دل کے سامنے رکھتا ہے۔ بہت دشواری سے دل حاضر ہوتا ہے۔ لیکن دل کی حضوری ہی اصل چیز ہے۔ جب دل حاضر ہوگا تو وہ صورت درمیان میں نہیں رہے گی۔ اور فرشتوں کا جلوہ، کشف و غیوبات اور ابا بہت جلد ہو جائے گا۔ تم نے یہ حدیث سنی ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ لولا الشیاطین یحومون الی قلوب بنی آدم لنظروا

الیٰ ملکوت السموات۔ حاجی بھکری خادم شیخ الاسلام ایک سیاح آدمی تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ دنیا میں میں نے ایک شیخ کو دیکھا جو ارشاد دیتے تھے اور مریدوں کی تربیت کرتے تھے۔ کئی مریدوں کو ایک جگہ پر بٹھا دیا تھا اور ایک خوبرو ملیح وصبیح لڑکے کو ان لوگوں کے سامنے بٹھا دیا تھا اور ہر ایک کو کہہ دیا تھا کہ اس کی طرف نظر رکھیں اور ایک آدمی کو محافظ کے طور پر متعین کر دیا تھا تاکہ خیانت اور بدنیتی کوئی نہ کرے۔ یہ کام کب تک چلے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہو ہو لیکن خواہش کے امتزاج سے باہر نہ ہو علما باللہ، راسخان علم، عارفان محقق اور مکشوفان حق الحقیقت کو حوط و اسلم سے خوشی نہیں ہوتی اور سوائے اس کے وصال کی صورت نہیں نکلتی۔

ایک ایسے طالب مرید کی تربیت جس نے ضعیفی کے زمانے میں ادھر توجہ کی ہو۔

(۳۰۱) میں نے پہلے بتایا ہے کہ طلب اور ارادت کا زمانہ، اول جوانی سے آخر بڑھاپے تک ہے۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ کوئی بہت بوڑھا آدمی جو ساٹھ ستر برس کے سن سے تجاوز کر چکا ہو بلکہ اسّی یا اس سے بھی گزر چکا ہو اس کے دل میں اللہ تعالےٰ اپنی طلب ڈال دے تو پھر اس کی کیا تدبیر ہوگی۔ روزہ وہ نہیں رکھ سکتا، کھانا وہ نہیں چھوڑ سکتا۔ فاقہ کا کیا سوال ہے اور اس ایام میں ان ہی دو چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر پیر اس پر شفقت فرمائے اور خاص توجہ دے تو اس کام سے زیادہ اچھا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ فرض نماز روایت اور سنت موکدہ کے ساتھ بجا لائے۔ اور پھر آنکھ اور ہونٹ بند کر کے ایک گوشہ میں تنہا پڑا رہے اور جس طرح توجہ اور تعلق کے لیے پیر نے فرمایا ہے اسی طرح دل کو مائل کرے۔ اگر پیر کی توجہ رہی اور درد طلب نے زور کیا تو تمام واردات اور نوازشیں جو صوفیا کو ہوتی ہیں اس سے یہ خالی نہ رہے گا۔ یہ اس کی نا اُمیدی کا زمانہ ہوتا ہے وہ اپنی زندگی ہی سے ہاتھ دھوئے ہوئے رہتا ہے۔ وقتاً فوقتاً اپنے کو درد آمیز حالت میں بیٹھا ہوا دیکھتا ہے اور اپنے کو جاہ و مال اور بیوی بچے سے مہجور اور اندوہگیں پاتا ہے یہ سب جانے والوں کے پیر کی زنجیریں ہیں جن سے وہ مکمل طور پر چھٹکارا حاصل کیے ہوئے ہوتا ہے سوائے اللہ تعالےٰ، موت اور قبر کے کوئی دوسری چیز اس کے دل میں نہیں آتی اور عاقبت کی فکر کے لیے جو تدبیر میں نے بتائی ہے بہت زیادہ کارگر اور بہتر ثابت ہوگی۔ اس سے

شہود حق حاضر تر اور خدا تک پہنچنا نزدیک تر ہو جائے گا۔ جوان طالب کیا کرے دل کو اگر زندگی سے علیحدہ اور غیر متعلق کرتا ہے اور موت کی طرف مائل ہوتا ہے تو پھر واپس آنا پڑتا ہے اس لیے کہ طبیعت کا میلان اس طرف نہیں ہے، لیکن اس بوڑھے طالب کے ساتھ دوسرا معاملہ ہے جوان طالب کے لیے جو کچھ دشواریاں اور دقتیں حائل نظر آتی ہیں وہ ان سے گزر چکا ہوتا ہے۔ جب کہ اس بوڑھے کا دل سست ہو چکا ہے گرمی اور تیزی اس میں نہیں رہی ہے ایسی حالت میں اس کے دل پر خشکی کس طرح آئے جس پر مراقبہ اور حضور کا نقش بٹھایا جا سکے۔ بہتے ہوئے پانی پر معمہ نویسی کے جو معنی ہیں وہی اس کے ہوں گے۔ اب جب کہ اس کا ہاتھ پیر زیادہ بے کار ہو چکا ہے۔ خود طبیعت میں سستی آ گئی ہے۔ دانت گر چکے ہیں ہاتھ ہلتے ہیں۔ آنکھیں بند رہتی ہیں۔ کان سے کم سنائی دیتا ہے۔ ایسی حالت میں اس نے دل شہود وجود کی طرف مائل کیا ہے۔ میں اس مراقبہ کی تلقین کے سلسلے میں اس جگہ کچھ لکھتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ لوگ بھی جن کو اس کام کی ذرا خبر نہیں اپنے کو مرشد نہ سمجھ لیں اس سے ان کا بڑا نقصان ہو گا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ دل میں سوائے اس کے اور کچھ نہ لائے۔ دل کو ایسا بنائے کہ تمام وسوسوں کے بدلے اللہ کا لفظ اس کے دل میں آتا رہے۔ صرف اللہ کے لفظ ہی کو دل میں رکھے اور حدیث نفس بھی اسی کو بنائے۔ ہر وقت اللہ اللہ کہتا رہے اور اماں میں رہے۔ واضح ہو کہ دل میں دو صفتیں ہیں۔ یہ حفاظ قرآن سے پوچھو۔ وہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن بے شبہ اگر دل زباں کے ساتھ یاری نہ دے تو وہ نہیں پڑھ سکتے۔ اور حدیث نفس اور وسوسے اس کے مزاحم ہوں گے وہ پڑھیں گے اور قصے کہانیاں ان کے دل میں آتی رہیں گی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ اللہ کہے اور دل میں وسوسے اور ادھر ادھر کے قصے آتے رہیں۔ پوری یکسوئی اور ہمہ تن دل جمعی کے ساتھ اللہ اللہ کرے۔ لوگ نماز سورہ فاتحہ اور دوسری صورتیں جیسا کہ چاہیے ملا کر پڑھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ حکایات اور ادھر ادھر کے فضول قصے دل میں آتے رہتے ہیں یہ بھی نہیں چاہیے۔ اگر کسی کے ضائع ہونے یا فوت ہونے سے کسی کا دل دردمند ہو گیا ہے اور اس غم کی وجہ سے جب وہ سماع یا نغمہ سنتا ہے، درد، درد کے ساتھ مل کر اضطراب اور غم و اندوہ میں اور اضافہ کر دیتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ کسی کو پھوڑا یا زخم ہو جاتا ہے۔ علاج کرنے والا جب اس کو

دابتا ہے تو اس کا درد زیادہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بہت زیادہ ہو جاتا ہے، بوڑھے آدمی کو اس طرح کے دنیاوی درد و غم بہت زیادہ پیش آئے ہیں اور چونکہ اس نے ...... بہت مصائب جھیلے ہیں اور بہت سے درد و غم کا مزا چکھا ہے اور آج اگرچہ اپنے نقد وقت کو وہ تمام جھمیلوں سے جدا اور دور پاتا ہے لیکن طبیعت درد مند ہے جب طلب اور عشق کا درد اس کے ساتھ ملتا ہے تو درد درد کے ساتھ مل کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس محاضرہ میں نار و نور اور کشف غیب کا انتظار نہیں کرتا ہے بلکہ اصل مقصود کو طلب کرتا ہے۔ اللہ جانتا ہے اس حال میں کس طرح کی چیز اسے پیش آئے۔ اگرچہ جانے والوں نے بہت محنت اور مشقت اٹھائی ہے لیکن جتنا کہ اس نے اٹھائی ہے ممکن ہے ان لوگوں نے اٹھائی ہو یا نہ اٹھائی ہو۔ اس ضعیف آدمی کو چاہیے کہ بوڑھوں کے رسم کار کے مطابق دنیا کے چھوٹنے اور بیوی بچوں کی جدائی کی وجہ سے اپنے بڑھاپے کے مطابق سرد آہیں نہ بھرے اور اپنے کو راہ مقصود پر فدا کر دے۔ وہ کون سا مقصود ہے جس پر فضل و شرف سب قربان کر دیے جائیں۔ آدمی کو نہ کسی کا احسان مند ہونا چاہیے نہ کسی کے سامنے سرنگوں بس دل اللہ کی طرف لگا دے، اور روح کو نکلتے، بستر مرگ پر دراز تمام دنیاوی تصرفات سے دست بردار ہوتے دیکھ کر خوش ہو۔ یہ ایسی حالت ہے کہ انیس بسوہ کشف حقیقت کے لیے اور ایک بسوہ اختیار کے لیے میں نے رکھا ہے۔ کیونکہ یہ امر قصدی نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے اگر وہ اختیار کرتا ہے تو ہو جاتا ہے۔ ورنہ بیس بسوہ میں کہوں گا۔ تجھے ان بوڑھوں میں سے نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ کہیں: ؎

اے شدہ پیر عاجز و فرتوت — ماندہ درکار خویشتن مبہوت،
متردد میاں جبر و قدر — غافل از عین عزت و جبروت

اور اپنے ساتھ یقین کی آنکھ لگائے اور دل کو یقین کیا ہوا جانے یہ وہ وقت ہے جب کہ محبوب حسن و جمال اور لطف و کرم کے ساتھ نمایاں اور ظاہر ہوتا ہے اس جگہ یہ بات ثابت ہو گئی اور اس شعر کو ذہن میں رکھنا چاہیے ؎

از بعد مکن شکایت اے خستہ جگر — کز غایت قرب می نہ بینی ما را

اے بوڑھے، جواں مرد بنو، طفل مزاج نہیں۔ اللہ کے سوا اور کسی پر راضی نہ ہو دل کسی دوسرے سے نہ لگاؤ۔ یہ میں نے تمہارے ہی لیے لکھا ہے اور امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ

تعالیٰ دل کی آنکھیں اس سے روشن ہوں گی۔ جب بوڑھا اپنے کو ضعیفی اور آخری عمر میں ہونے کی وجہ سے نیست و نابود دیکھتا ہے تو اس کو فنائیت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ فنا ایک تصور ہے اور یہ تصور منبع تحقیق سے ہے ایک فنا جس کا صوفیا ذکر کرتے ہیں یہی ہے اور اس کا حصول بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ باتیں تو بہت ساری ہیں جو کہی جا سکتی ہیں لیکن حمیت غیرت کو پیش نظر رکھتی۔ اللہ کے فضل سے سالک پر میں نے راہ بہت آسان کر دی ہے اور اس کی راہ نمائی بھی کر دی ہے :-

ع ورنہ کہ زد این درکہ برو نکشودند

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہرگز یہ در بند نہیں ہوا ہے بلکہ دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اندر آنے کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اس بوڑھے کا بھی عجب معاملہ ہے سالوں اس نے ہوا و ہوس میں گزارا۔ آخر زندگی میں صوفیا کے انتہائے کار اور انتہائے مقامات تک پہنچ گیا۔ عجب عجب کل العجب!

(۳۰۲) بوڑھے طالب کو عورتوں کی صحبت سے بہر حال پرہیز کرنا چاہیے۔

عمر رسیدہ طالب کو عورتوں کی صحبت اور تقرب سے بہ ہمہ وجوہ پرہیز کرنا چاہیے۔

یہ چیز طاقت ور جوانوں کو کمزور اور لاغر کر دیتی ہے۔ بوڑھا تو خود کمزور ہے اگر اس کام میں مشغول ہوا تو اپنے کو برباد اور ضائع کر دے گا۔ اور تمام کاموں میں ناکام رہے گا اور کسی حال اور مقام پر نہیں پہنچے گا۔ بوڑھے کو عہد کر لینا چاہیے کہ تمام مضر چیزوں سے جو ان ایام میں اس کو نقصان کرے گی محتاط رہے گا۔ اگر وہ تندرست نہیں ہے تو بڑھاپے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہ برباد ہو جائے گا بلکہ تصوف کا کام بھی کیا خاک کرے گا۔ اگر بوڑھے کی بیوی ہوئی تو اس کے لیے اعتزال یا اعتذار یا اختیار کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں لیکن یہ چاہیے کہ بیوی کو حظ پہنچا سکے یہ کام اس سے نہ ہوگا۔

(۳۰۳) بوڑھوں کے لیے ان دو صفتوں میں سے کوئی ایک صفت کا ہونا ضروری ہے

عمر رسیدہ طالب پر دو حالتوں میں سے کوئی ایک حالت طاری رہتی ہے یا اس پر نیند کا بہت غلبہ ہوتا ہے یا نیند بالکل نہیں آتی۔ ان دو حالتوں میں اس کو کیا کرنا چاہیے۔

یا تو ان پر نیند کا اتنا غلبہ ہونا کہ وہ دن رات سوئے رہتے ہیں۔ اور آدمیوں کے درمیان بھی اونگھتے رہتے ہیں۔ اس کا سبب دماغ کی خشکی اور معدہ کی رطوبت ہے جو ان کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے۔ یا کبھی نیند ان کی آنکھوں سے ایسا اڑتی ہے کہ ان کی آنکھیں منٹ دو منٹ کے لیے بھی نہیں جھپکتیں۔ یہ اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے نہیں ہے تو بہت اچھا ہے اس حیثیت سے کہ نیند میں لذت اور آرام پوشیدہ ہے۔ بےشک یہ ایک نعمت ہے ورنہ عاقبت اور حوادث الہیات کے خیال سے جو کچھ مترقب و منتظر ہے اس سے سماحت اور رنج دور ہو جاتا ہے بلکہ کارآمد ہوتا ہے۔ اور وہ بوڑھے جن پر نیند کا غلبہ رہتا ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ ابتدا سے ہی دل کو مراقبہ میں لگا دے۔ پھر وہ نیند جو ان کو آئے گی وہ نقصان دہ نہیں ہوگی۔ وہ مراقبہ کے حساب میں شامل رہے گی کیونکہ مراقبہ کرنے والے لوگ مراقبہ میں آرزو کرتے ہیں کہ ان پر نیند طاری رہے۔ اُمید ہے کہ جو کچھ وہ دیکھے گا صحیح دیکھے گا اور مراقبہ سے فراغت میں عجلت نہیں کرے گا اور کچھ دیر اپنے محبوب اور مقصود کے ساتھ رہے گا۔

بوڑھے طالب کو تنگ مزاج نہیں ہونا چاہیے

(۳۰۴) بوڑھے لوگ عام طور پر تنگ مزاج ہوتے ہیں لیکن یہ صفت بوڑھے طالب میں نہیں ہونی چاہیے۔ بوڑھے کو ہر دم نالہ وزاری کرنے اور فریاد و نوحہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ جوڑوں کے درد، بدن کے درد یا جسم کی سستی کی وجہ سے آہ و واویلا کرے۔ اگر کوئی ایسا بوڑھا ہے جو اول جوانی میں طلب صدق رکھتا تھا اور اس کو اس نے بڑھاپے تک نبھایا وہ بوڑھا سوختہ، افروختہ، ریختہ، بیختہ، دردمند اور فتح مند ہوگا۔ اور یہ بہت سے منتہیوں کی آرزو ہوتی ہے۔ اس بوڑھے کا نالہ بھی یہی ہوتا ہے کہ ساری زندگی گذر گئی لیکن گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا۔

درد درماں سے بہتر ہے

جو لوگ کہتے ہیں کہ درد درماں سے بہتر ہے تو ان کی مراد حرماں سے نہیں ہے بلکہ وجدان سے ہے۔ لیکن وجدان امن اور امان سے باہر ہے۔ اس طرح کا بوڑھا جس کو اس طرح کی سوختگی اور افروختگی حاصل ہے وہ شفا نہیں طلب کرتا، دوا نہیں چاہتا۔ وہ اس درد کو اس دوا کے ساتھ اور اس درماں

کو اس وجدان کے ساتھ ضم اور منتظم رکھتا ہے۔ اور اس کو نقصان اور خسارہ اٹھانے والا نہیں کہیں گے۔ وہ بہت اچھے سے جائے گا۔ اس پر انبیاء اور شہدا رشک کریں گے۔

پیر طالب کو اپنا وقت آرزو اور تمنا میں نہیں گزارنا چاہیے

بوڑھے طالب کو زیادہ آرزومند اور تمنا کرنے والا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ پناہ مانگنے کی بات ہے۔ اگر تمنائیں اس کے دماغ میں جاگزیں ہوگئیں تو اس سے بلائیں جنم لیں گی۔ اگر تمنا کا خطرہ پیدا ہوتا ہے تو بوڑھا پناہ مانگتا ہے کہ یہ محرومی تھکنے اور بچھڑ جانے کی علامت ہے۔ اس طرح کا آدمی منزل پر نہیں پہنچتا۔

ایک گھنٹہ کی دنیا کی زندگی چار ہزار گھنٹوں کی جنت کی زندگی سے بہتر ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

(۳۰۶) لوگوں نے جو کہا ہے کہ دنیا کی ایک گھنٹہ کی زندگی جنت کی چار ہزار گھنٹوں کی زندگی سے بہتر ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اس دنیا میں نقد جمع کرتے ہیں، ماحصل رکھتے ہیں جب اس دنیا سے اُس دنیا میں جاتے ہیں تو اس دنیا کا حاصل کردہ نقد اسی دنیا میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور یہ دوبارہ نہ واپس ہوتا ہے اور نہ دکھلائی دیتا ہے۔ انبیا اور اولیاء اللہ نے زندگی کو اس بنا پر دوست رکھا ہے۔ وہ دنیا ظاہر ہی ظاہر اور عریاں ہے وہاں کوئی پردہ درمیان میں نہیں ہے۔ عکس ہے سایہ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا ہی دوسری ہے۔ لیکن اس دنیا میں جمال محبوب کا دیدار پردہ سے ممکن ہے وہ نیلے برقعہ سے باہر نہیں ہوتا۔ ایک مثال سے میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجازی طور پر تم کسی سے محبت کرتے ہو۔ تمہاری تمنا ہوگی کہ اس کو بے پردہ دیکھیں عریاں دیکھیں۔ اس کو تم کپڑوں میں ملبوس بھی دیکھتے ہو۔ بلاشبہ لباس میں ملبوس اور پردۂ حجاب میں جو جمال محبوب سے ذوق اور لذت حاصل ہوتی ہے وہ کھلم کھلا اور ظاہر میں یعنی انکشاف اور انجلا میں نہیں ہوتی۔ کل یعنی دوسری دنیا میں صرف کشف ہی کشف ہے پردہ نہیں۔ وہاں پہنچ کر اس کی آرزو ہوگی کہ اپنے محبوب کو پردہ اور حجاب کے اندر دیکھے کیونکہ اس میں کچھ اور ہی حسن، نمک اور زیبائش تھی بہت سے لوگ وہاں تمنا کریں گے کہ کاش، یہ کشف حقیقت مجھ پر ظاہر نہ ہوتا، کیونکہ اُس پہننے، کھولنے اور نمائش میں کچھ اور ہی لذت تھی۔ شعوذہ گر رات کو تیز اور خوب

روشن چراغ جلا کر پردہ کھینچ لیتا ہے، اس پردہ کے پیچھے حسین وجمیل اور دلکش صورتیں دکھلاتا ہے۔ پھر اس پردہ کو ہٹا دیتا ہے اور چراغ کو اٹھا لیتا ہے۔ تماشا دیکھنے والا کہتا ہے اے کاش وہ پردہ دور نہ ہوتا اور ہمیشہ اس پردہ کے اندر سے وہ تماشا دیکھتا رہتا۔ کیونکہ اس حسن و لطافت کا نظارہ اس پردہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ کلیم اور حبیب مرنا نہیں چاہتے تھے۔ آدم کے مرنے کے وقت کا قصہ بھی تم نے سنا ہوگا۔

اگر محققان اور عارفوں نے ان ہی وجوہات کی بنا پر زندہ رہنے کی آرزو کی تو انہیں معذور سمجھا جائے زندگی لوگ اس وجہ سے بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کھیتی ہے۔ بیج بوتے ہیں تو ایک وقت میں پھل دیتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک دانہ سے سو دانہ حاصل کرتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے: فی کل سنبلۃٍ مائۃ حبّۃٍ ط واللہ یضعف لمن یشاءُ۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبوب کی مار پیٹ اور گالی گلوچ میں عاشق کو بڑی لذت ملتی ہے اور کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ معشوق اپنا چہرۂ زیبا عاشق سے چھپا لیتا ہے اور اس پردہ اور چلمن کے اندر سے اپنی جھلک دکھلا دکھلا کر غریب عاشق کو اور دیوانہ اور شیفتہ بناتا رہتا ہے۔ میں ان نکتوں اور لطافتوں کو جو طالب و مطلوب کے درمیان ہے لکھ رہا ہوں لیکن پتا نہیں کہ کون نیک بخت اس کو سمجھتا ہے اور کون نہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق معشوق سے قصداً جنگ کر لیتا ہے تاکہ وہ غصہ میں آکر باہر نکل آئے اور اسی کے مطابق وہ حرکت اور گفتگو کرتا ہے۔ یہ بات اس عاشق گرفتار سے جا کر پوچھو جس نے اس سے لذت اٹھائی ہو جسے اس کا ذوق حاصل رہا ہو اور جو دامِ محبت میں گرفتار ہو چکا ہو۔ اسی پر لوگوں نے کہا ہے:۔ ؎

ع خشم کناں بیا تا صلح کینم یک دگر

جو کچھ میں نے لکھا وہ سب بوڑھے طالب کے نقد وقت سے متعلق ہے۔ عام طور پر مرشد لوگ بوڑھوں کی بیعت نہیں لیتے اور ان کو ارشاد وغیرہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ بوڑھوں کے طلب کا سن گزر چکا ہوتا ہے۔ لیکن میں بوڑھوں کو پُر اُمید بنائے ہوئے ہوں اور ان کو ان احوال اور وجدان سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جہاں تک پہنچنے میں بہت سے طالبوں کا خون پانی ہو جائے گا اور پھر بھی انہیں کامیابی نہ ہوگی۔

اس بوڑھے کی تربیت کے بارے میں جو شیخ فانی ہو چکا ہو (۳۰۷) اگر کوئی بوڑھا

طالب اس مقام پر پہنچ جائے جہاں لوگ شیخ فانی کہلاتے ہیں یعنی اس سے کوئی کام نہیں ہوتا روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی۔ شرع نے اس کو افطار کی اجازت دے دی ہے۔ فرض نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی تدبیر میں نے چند سطروں میں اوپر بیان کی ہے۔ اس کا کام اسی طرح ہو گا۔ کاہلی اس میں اس طرح کی نہ ہونی چاہیے کہ اس کے ذریعہ واہیات باتیں اس کی طبیعت میں داخل ہو جائیں بلکہ سستی اور آسکت حقیقی معنی میں ہو۔

مقولہ ابناء ثمانین عتقاء اللہ کے کیا معنی ہیں ابناء ثمانین عتقاء اللہ۔ اس مقولہ کو بعض لوگوں نے حدیث بھی لکھا ہے۔ لیکن اس میں شک ہے۔ باری تعالےٰ کا طریقہ اس طرح جاری ہے کہ اپنے بندوں کے درمیان اس نے جن صفات کو مستحسن اور اچھا بتایا ہے وہ سب کے سب صفات اس ذات بے ہمتا میں موجود ہیں۔ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی خدمت میں بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس نے اپنی ساری زندگی اس کی خدمت گزاری کی ہے تو آقا کی شفقت دامن گیر ہو گی کہ اس کو اپنے یہاں سے نکال دے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ بھی جب دیکھتا ہے کہ اس کے بندے کی عمر اسی۸۰ برس تک پہنچ گئی تو اس کو اپنے رعب و دبدبہ سے آزاد کر دیتا ہے۔ شیخ لقمان سرخسی پرندہ کا قصہ بھی اسی معاملہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اور یہ میں نے کئی بار بتایا ہے۔ اس مقولہ کے دوسرے معنی ہیں کہ جب آدمی اسی۸۰ برس کی عمر میں پہنچتا ہے تو اس کو جوڑوں کا درد دل کی سستی اور طبیعت کا ضعف آگھیرتا ہے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ جس بندے کو درد اور تکلیف دیتے ہیں اس کے گناہوں کا کفارہ بھی اس تکلیف کے ذریعہ کرا دیتے ہیں۔ یہی فعل عتیق اللہ یا عتقاء اللہ ہوتا ہے۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آدمی اسی۸۰ برس کے سن کا ہونے کے بعد سخت قسم کے دکھ درد، بلا مصیبت اور تکالیف میں گھر جاتا ہے اور دن بدن وہ بڑھتا ہی جاتا ہے لیکن یہی درد و تکلیف اور مصیبت اس کے گناہوں کا کفارہ بھی بن جاتا ہے۔ ایک بات اور بھی ہے مرد مومن اسی۸۰ برس کی عمر تک پہنچنے کے دوران کسی مغفور کا چہرہ ضرور دیکھ لیتا ہے اور اس سے مصافحہ کا موقع اس کو ضرور مل جاتا ہے اور احادیث میں آیا ہے کہ جو مغفور (یعنی جس کی اللہ نے بخشش فرما دی) کے ساتھ بیٹھا یا اس سے مصافحہ کیا وہ بھی مغفور ہو گیا۔

طالبوں کے لیے پاکی نفس ضروری شرط ہے۔ طالبوں کے لیے نفس کی پاکی ضروری شرط

ہے۔ اور یہ بوڑھے طالب کے گناہوں کو اس سے دھو دیتی ہے۔ اس کو پاک صاف بنا دیتی ہے اور اس کے راستہ کو آسان تر کر دیتی ہے۔ میں نے بعض جوانوں کو جو میری تربیت میں رہے ہیں، دیکھا ہے کہ ان لوگوں کو گرچہ اتنا مجاہدہ، جو طالبوں کے لیے ضروری ہے جیسے دائمی روزہ، کم کھانا، مکمل فاقہ اور خلوت گزینی، نہ تھا لیکن نفس کی پاکی جیسی چاہیے ویسی ضرور رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بہت اچھی توجہ حاصل کی۔ اور کیا بتاؤں کہ ان کے کاموں کی انتہا کہاں پہنچی تم کو مجھ پر بھی اس انتہا کا گمان نہ ہوگا۔

بچوں اور نابالغوں کو توجہ اور تلقین نہیں کرنا چاہیے

(۳۰۸) کسی کمسن بچے یا نابالغ کو توجہ اور تلقین نہیں کرنی چاہیے۔ تعجب ہوگا اگر اس سے یہ کام ہو جائے بلکہ اسے نادرہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حوادث شہوات اور اقتضائے طبیعت جیسی پُرخار راہیں اس کے سامنے موجود ہیں۔ ایسے آتشیں پہاڑوں اور کانٹے بھرے خندقوں سے کون گزرتا ہے کارے دارد۔ اگر تم جنید وسری رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں کہو گے تو اسے نادرہ سمجھو۔

مرد طالب اگر کسی کے عشق میں گرفتار ہو جائے تو اس سے رہائی کی تدبیر

(۳۰۹) اگر مرید طالب کو کسی شخص سے عشق ہو جائے تو اس سے چھٹکارا کی کیا تدبیر ہوگی۔ اس کو بھی اپنی راہ پر لائے جو خیالات کہ اس آدمی کے دل میں گزرتے ہیں اس کی تدبیر سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جگہ چھوڑ دے اور سفر اختیار کرے۔ صبر بھی کر سکتا ہے لیکن اس میں اس کو بہت تکلیف ہوگی۔

بوڑھا طالب اگر اپنی عمر کی درازی کی دعا مانگتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے وقت کو وہ مجلسوں اور محفلوں میں جا کر برباد نہ کرے

(۳۱۰) بوڑھا طالب اگر ایک نفس کی بھی زندگی اللہ سے اس خیال کے تحت مانگتا ہے کہ چاہے مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو لیکن ذوق طلب میں لگا رہے گا تو اس معاملہ کی طرف کسی شاعر نے اشارہ کیا ہے کہ بوڑھا کمزور اور نحیف طالب مجلسوں اور محفلوں میں شریک نہ ہو اور مہمانی اور شادی میں بہت زیادہ نہ بیٹھے۔ اس کو سانس اور دن گن گن کر گزارنا چاہیے۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص دن گن

رہا ہے۔ تم ہی انصاف سے بتاؤ کہ اس طرح کی زندگی بھی برباد کی جا سکتی ہے۔

پیر طالب کے لیے سماع کے دو طریقے ہیں

(۳۱۱) بوڑھا طالب اگر سماع یا نغمہ میں شریک ہوتا ہے تو اس کے سننے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ گانے والے جیسے ہی گانا شروع کرے سننے والا مراقبہ میں جاکر روح کو نغمات کے سپرد کر دے۔ حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کرتے تھے۔ صرف کئی بار خاص حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس طرح سماع سننے پر یونانی حکما اور ہندی حکما جیسے جوگی، برہمن اور صوفیائے محقق نے اتفاق کیا ہے۔ اور بوڑھے طالب کے لیے یہی بہتر طریقہ ہے کیونکہ سب اسی پر متفق اور مجتمع ہیں۔ اور دوسرا طریقہ سماع کا وہ ہے جس میں رقص و گریہ کرتے نعرہ مارتے اور گھومتے ہوئے تم نے دیکھا ہوگا۔ اگر بوڑھے طالب کو یہ حالت پیش آ جائے اور روحانی قوت غالب آ جائے اور طبیعت اس کی اتنی مدد کر دے کہ جوانوں کی طرح وہ اُٹھ کر رقص کر سکتا ہے تو وہ ضرور کرے کیونکہ ایسے بہت سے بوڑھے اور تھکے ہوئے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے۔ لیکن گفتگو فالج زدہ لوگوں کے بارے میں ہے اگر یہ قوت اس میں نہ آئے تو ابیٹھنے اب بے ہوش ہو جانے اسینہ کوبی اور بے ہنجاری سے لوٹنے سے کیا ہوگا۔ اگر ابتدائے حال میں حضور، مراقبہ اور سیر روح کو نغمات کے سپرد کر دیا جائے تو یہ ایسی عادت ہوگی جس کا کرنے والا جنیدؒ سے کمتر نہ ہوگا۔ الا ماشاء ربک عطاءً غیر مجذوذٍ۔

ایسے دانشمند کی تربیت جو علمی بحث میں بوڑھا ہوا ہے

(۳۱۲) اگر کوئی بوڑھا دانشمند جو استدلال و اجتہاد میں انتہائی منزل طے کر چکا ہو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مہربانی سے اس کے مخصوص بندوں میں شامل ہو جائے اور اس کے دل میں ارادت اور طلب پیدا ہو تو یہ عجوبہ روزگار ہی ہوگا کیونکہ مرد مستدل اور مجتہد جہل مرکب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا اسے متنبہ کرنا نادرہ کار ہے۔ طلب الٰہی میں رہنا جو مقصود باری تعالیٰ، مقصود بعثت انبیاء اور مقصد زندگانی ہے اور اس کو میں نے جہل مرکب کہا آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ مجتہد اور دانش مند حقیقت کار کی تہہ تک نہیں پہنچتا ہے اور نہ وہ مقصود کو پہچانتا ہے وہ تمام عمر وسوسے، خطرات اور پراگندگی میں اپنے دل کو مبتلا رکھتا ہے اور اس کو بہت بڑا کام اور دین اسلام کی انتہا سمجھتا ہے ایسی حالت میں یکایک اس کا طلب اور ارادت

کی منزل میں قدم رکھ دینا محال عادی ہی ہے۔ بہرحال اس طرح کے آدمی کو جب طلب الٰہی کی تڑپ پیدا ہو تو اس کو چاہیے کہ جو کچھ اس نے اب تک پڑھا یاد کیا اور جانا ہے سب کو یکبارگی بھلا دے اور طوفان لوح میں غرقاب کر دے۔ اور اپنے کو تمام جاہلوں، عامیوں اور پس افتادگاں سے بدتر شمار کرے، وہ اپنے کو ایسا بنا دے جیسے ابھی اس کو گلے میں زنجیر باندھ کر دار الحرب سے لایا گیا ہو۔ اس حالت میں اپنے پیر کے سامنے حاضر ہو۔ اور جو کچھ وہ فرمائے اس کو تحقیق جانے۔ جیسا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچاتے تھے۔ اسی طرح پیر کا دل اللہ سے اس کے بندوں تک ہدایتیں پہنچاتا ہے۔ پیر کے بارے میں وہ یہ نہ سمجھے کہ ساختہ پرداختہ وہ کہہ رہا ہے۔ شبلیؒ اور ایک دانش مند کا قصہ جو ان سے ملا تھا، تم نے سُنا ہوگا۔ کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ جتنا بھی علمی وسوسے اس دانش مند مجتہد کے دل میں مزاحم ہوں۔ وہ نہ جانے کہ یہ قصہ تفسیر ہے۔ یہ حکایت حدیث ہے، یہ معانی کلام ہے، یہ کام ملحدوں کا ہے، یہ وہم و پراگندگی اور خویلات سے ہیں جو اس کے راہ میں رکاوٹ اور اس کے کام کے لیے حجاب ہے۔ دل کا کام ہی علیحدہ ہے۔ یہ ایسا ہے کہ اگر اس کے ہمسر اور ہم عصر لوگ اس سے پوچھیں کہ تم تو علم میں بہت بڑا مرتبہ اور درجہ رکھتے تھے۔ اس کو چھوڑ کر مقلد کیوں بن گئے، تم کو اس سے کیا حاصل ہوا۔ تو اگر اس دانش مند طالب کو اس طلب کا مزا مل گیا ہوگا اور اس کے کام و دہن اس سے لذت یاب ہو چکے ہوں گے تو وہ جواب دے گا کہ "ہاں اس سے کوئی اور فائدہ تو نہ ہوا بجز اس کے کہ میں مسلمان ہو گیا۔ پہلے میں اسلام کی صورت رکھتا تھا اب اس کے معنی تک پہنچ گیا۔ جو فرق مغز اور پوست کے اندر ہے وہی فرق علم ظاہر اور باطن کے درمیان ہے۔"

صہیب و سلمان و ہلال و بلال کا جو کہ حضرت ابوبکر، اور عمر رضی اللہ عنہما کے رفیق کار اور ساتھی تھے، قصہ میں نے بہت بار کہا ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ چاروں افضل صحابہ اور افضل اولیاء ہیں اس کے باوجود صہیبؓ سلمانؓ ہلال بلال رضی اللہ عنہم خبر دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اس جگہ مسلمان نہیں ملتے تھے۔ اس بارے میں اب زیادہ گمان کو وسعت نہ دو۔ صوفیا کا حال یہ ہے کہ ہر ایک کسی ایک چیز میں مخصوص ہے بقیہ اور دوسری چیزوں کی اسے خبر اور علم نہیں۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس مقام پر تھے جہاں تک صہیب و سلمان و ہلال و بلال رضی اللہ عنہم کی رسائی نہ تھی۔ اگر دانشمند طالب اپنے علم کو

بالکل فراموش کر دے تو وہ اپنی منزل پر پہنچے گا۔ حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ اور ایک دانش مند کا قصہ جو ان کے پاس ارشاد کے لیے آیا تھا کتابوں میں لکھا ہے۔ اگر دانش مند طالب کا دل مطالعہ کتب کی طرف رغبت کرے اور بغیر پڑھے اس کو تکلیف محسوس ہو تو حدیث و تفسیر کی کتابوں کو دیکھے۔ علوم نحو، نکات، معانی، بیان و دلائل معقولات سے کلیتہً پرہیز کرے۔ طالب کی حالت مچھلی کی طرح ہونی چاہیے کہ اگر مچھلی سے پوچھا جائے تو کہاں رہتی ہے؟ جواب دے گی پانی میں، کہاں سے نکل کر آئی ہے جواب دے گی پانی سے۔ تو کیا پیتی ہے؟ کہے گی پانی، کیا کھاتی ہے؟ جواب دے گی پانی۔ ایک لمحہ کے لیے بھی وہ پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور جب بغیر پانی کے ہوگی تو وہ نہ ہوگی۔ علم سلوک کی کتابوں میں بہت سے مغلق اور گنجلک مقامات ملتے ہیں اور طالبوں اور سالکوں میں سے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ زاہد ہیں کچھ عابد ہیں۔ اور کچھ اور اسی طرح لوگ ہیں۔ اگر طالب ان ہی واقعات کو اپنے کام کی کسوٹی بنالے تو وہ ابتر اور پریشان حال ہو جائے گا۔ اس کا دل مکدر ہو جائے گا اور کھوٹ و بد باطنی سے بھر جائے گا۔ اور اس کے لوح وجود پر حقیقت کا نقش نہیں مرتسم ہوگا۔ لوگوں نے کہا ہے:۔

چناں تنگ است راہ عشق بازی کہ جز معشوق تنہا در نہ گنجد

طالب کو جنگلوں میں رہنا بہت اچھا اور سازگار ہے اور جو کچھ اس کے سامنے آئے اس کو اہمیت نہ دے

(۳۱۳) طالب کو جنگلوں میں رہنا بہت مناسب ہے بشرطیکہ وہ بہادر ہو۔ اگر طالب کو اس کا موقع ملے اور اس میں یہ صفت ہو تو الہیات و کشوفات، مغائبات اور مشاہدات میں سے جو کچھ اس کے سامنے آئے اس کو خاطر میں نہ لائے نہ اسے اہمیت دے اور نہ اس پر قائم رہے۔ لیکن یہ سب اس شخص کے بارے میں ہے جس کو پیر کی حاجت نہ رہی ہو۔ اس لیے کہ طالب جب کشوفات کی حد پر پہنچ جاتا ہے تو پیر اس کو ان باتوں سے مزید واقف ہونے نہیں دیتا بلکہ وہ اس کے سامنے جو کچھ دیکھتا ہے اس کی اپنے علم یا طلب مقصود کے مطابق تحقیر کرتا ہے کیونکہ یہ طالب کا مقصود نہیں ہے کبھی اس کو ہمت دلاتا ہے کہ وہ اس سے ہٹ جائے۔

حالت کشوفات میں اگر مرید پر اباحت یا الحاد طاری ہو جائے تو اس کو اس سے نکالنا مشکل کام ہے

لیکن ایسی حالت میں جب کہ طالب پر وہم، اباحت اور الحاد کا غلبہ ہو تو اس کو اس سے نکالنا پیر کے لیے مشکل کام ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طالب کے سر میں یہ سودا سما جاتا ہے کہ وہ انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اور اسی لحاظ سے وہ اپنے کو اہمیت دینے لگتا ہے، اپنے کو بڑا دکھلاتا ہے اور سارے جہاں کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور ان کو کم فہم اور ناقص شمار کرتا ہے۔ نتیجہ میں وہ اپنے کو تمام مراد کا مستحق سمجھتا ہے اور اپنے نفس کو ہر طرح کی لذت اور راحت پہنچاتا ہے اور ذوق و خوشی کو چکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتا، شرم و حجاب کو دور پھینک دیتا ہے، کسی کا خوف اس کے دل میں نہیں رہتا۔ شوخی اور بے باکی کے اس کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے اسے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ مزید ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے وہم کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اور وہم کی طرف متوجہ ہونے کی جو خاصیت ہے اس لحاظ سے ساری چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں۔ اور یہی اس کے یقین و استواری کا سبب بن جاتا ہے۔ باتیں تو اس بارے میں بہت کچھ کہی جا سکتی ہیں لیکن مختصر ہی کو اس پر اختمال کیا جائے۔

مرید متعلم کی تربیت کے بارے میں

(۳۱۴) اگر متعلم کے دل میں طلب کی خواہش پیدا ہو اور وہ چاہتا ہو کہ تعلیم بھی حاصل کرتا رہے اور طالبوں کا کام بھی انجام دیتا رہے تو اس غریب کے دل میں دغدغہ پیدا ہوتا رہے اور وہ خطرات واندیشہ میں مبتلا رہے گا۔ خاص کہ اس لیے کہ وہ طالب ہے اور پیر نے اس کو تعلیم دی ہے کہ اس کا کام سوائے ارادت اور طلب کے اور کچھ نہ ہو لکھنا پڑھنا محض رسمی طور پر کرتا رہے یعنی استاد کے مکتب میں جائے کاغذ ہاتھ میں پکڑے رہے سامع یا قاری جو ہو جو کچھ وہاں کہا جائے کان لگا کر سنے۔ اس کے بعد کتاب کو طاق پر اور دل کو اللہ کے کام میں اور دماغ کو درستگی دل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت خیالی کے تصور میں متوجہ کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت خیالی کی طرف توجہ دینا

اے عزیز! یہ معمولی کام نہیں ہے جو میں

نے ابھی کہا۔ اے عزیز! جس نے اس توجہ کو لازم قرار دیا وہ بیشتر خطرات کی مزاحمت سے دور نکل گیا۔ پھر حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال شاید ہی کوئی ایسا روز ہوگا کہ وہ مشاہدہ نہ کرے گا۔ اس کے بعد ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ گھر آئے سبق کو یاد کرے اور دوسرے روز جو پڑھے گا اس کا رات کو مطالعہ کرے اور شرح دیکھے۔ یہ طالب مرید کا کام نہیں ہے۔ اور اگر یہ خواہش ہے کہ علم کی باریکیوں تک اس کا ذہن پہنچے تو اس کی فکر نہ کرے، اس کے پیچھے نہ پڑے۔ تصفیہ اور تزکیہ جو اس کو حاصل ہو اس کو فہم و صفائی میں لگائے پھر وہ لطافت اور باریکیوں کی اس منزل پر پہنچ جائے گا جہاں اس علم کے واصفان اور مجتہدین حیرت و حسرت کے ساتھ دانتوں کے نیچے انگلی دابیں گے۔ اور اگر اس کی توجہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صحیح اور دل سے ہوئی تو بغیر کسی واسطہ کے تمام علوم معارف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے گا اور جو کچھ سنے گا وہ ایسا مستحکم ہوگا کہ طوفان نوح بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بارہا میں نے کہا ہے کہ اگر اجتہاد سے الہام ہوتا تو کیا کہنے تھے۔ مجتہد خود کہتا ہے المجتہد یخطی و یصیب۔ مسئلہ دما و فروج و حقوق و مظالم کے بارے میں وہ یک طرفہ حکم لگاتا ہے مزا یہ ہے کہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ حکم لگاتا ہے اور پھر اس کو واپس لے لیتا ہے۔ اور مزید طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ واپسی بھی غلطیوں کے گڑھے اور بھنور میں جا گرتی ہے۔ بہت سے علما اہل سلوک صاحب کرامت اور ارباب الانوار ہوئے ہیں لیکن اس میں پھر بھی احتمال ہی ہے کہ کسی پر کشف حقیقت ہوا ہو۔ اگر ہوا ہو تو وہ نادرہ کار ہے اور اس وقت ہوا ہوگا جب کہ وہ سب علوم ظاہری کو بھول چکا ہوگا۔

متعلم طالب کو کتابت کتب نہیں کرنا چاہیے اور نہ وہ کتابوں کے حاصل کرنے اور جمع کرنے میں رہے ریاکار کی بحث میں نہ پڑے

متعلم طالب کو کتابوں کو نقل کرنے، اس کے نسخوں کو حاصل کرنے اور جمع کرنے میں نہیں لگا رہنا چاہیے۔ متعلم طالب کو ریاکار اور جھوٹی عبادت کرنے والوں کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیے۔ متعلم طالب ہرگز اپنی بات کو ثابت کرنے کے چکر میں نہ پڑے۔ اگر اگلے لوگوں نے کوئی معقول بات کہی ہو جس سے مرد متعلم کی تشفی ہو جائے تو وہ اس سے شرمندہ نہ ہو بلکہ قدماء کی عزت و احترام ملحوظ خاطر رکھے اور اعتراف کرے کہ اس

اس کو فائدہ ہوا اور عیاں طور پر اس بات کو قبول کرے کہ اس نے صحیح کہا۔ متعلم طالب کو اگر علم کے مباحثہ کا موقع آجائے تو اللہ سے پناہ مانگے تاکہ نفس کے کدورت کی بدبختی جوش میں نہ آئے۔ وہ اللہ سے دعا مانگے کہ صحیح بات مخالف کی زبان سے نکلے تاکہ اس کا نفس شکستہ اور ذلیل وخوار ہو۔ یہ نفس بڑا خود نما اور خود پرست ہے جتنا اس کو چور دگے اور شکستہ کروگے اتنا ہی تمہارے لیے مفید ہوگا اور جتنا اس کو سر چڑھاؤ گے نقصان رساں ہوگا خود نمائی اور خود کامی جو کہ علمی مباحث سے پیدا ہوتی ہیں خاص کر جب حریفوں کے درمیان اس کی بات صحیح ثابت ہو۔ طلب الہٰی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ متعلم طالب کسی مجلس میں سوال کی ابتدا نہ کرے۔ اگرچہ استفسار سے فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ تو دوسرے فائدہ کا طالب ہے اور سوال وجواب کام ہی دوسرا ہے۔ اگر وہ وہی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو وہ طالب حق نہیں ہے۔

طالب متعلم کے لیے صوم دوام ضروری ہے

(۳۱۵) متعلم طالب کے لیے دائمی روزہ ضروری ہے۔ اگر فاقہ نہ کر سکے تو دوسری بات ہے لیکن روزہ ضروری ہے۔ روزہ سے بہت سارے کام بنتے ہیں اس سے صفائی تزکیہ اور تجلیہ ہوتا ہے اور وہ ثواب بھی ملتا ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

صوم دوام کے فائدے

الصوم لی وانا اجزی بہ ای انا جزاؤہٗ۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ صبح سے شام تک کھانے پینے کے فکر وتردد سے فراغت رہتی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد اس کو کھانے پینے کی فکر ہوتی ہے۔ اور دوسرے نفس بھی باعزت رہتا ہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تم نے سنا ہوگا۔ روزہ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان بہت زیادہ خوش طبعی، مزاح، غیبت، فحش گوئی اور چغل خوری سے باز رہتا ہے۔ اور روزہ کے آخر وقت تو فضول گوئی بھی کم ہو جاتی ہے اگر نفس میں سستی آتی ہے تو وہ سستی ذہول، غفلت اور حضور کا سبب ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ حضوری بڑھتی جاتی ہے۔ روزہ سے شہوت کا تھوڑا زور بھی کم ہو جاتا ہے اور قوت شہوانی طالب کے لیے بہت ضرر رساں ہے۔ اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ الکلام فی منتھی النھایۃ۔ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ملازمین اور بیوی بچے بھی وہی کرتے ہیں جو گھر کا مورث کرتا ہے۔ جب وہ روزہ رکھے گا تو سب روزہ رکھیں گے۔ روزہ دار

کو رات میں نیند بھی کم آتی ہے خاص کر جب وہ رات کو کم کھائے پیے۔

طالب کے لیے علم نجوم پر عمل کرنا غلطی ہے

(۳۱۶) طالب کا علم نجوم پر عمل کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اگر تم سے کوئی کہے کہ فلاں بزرگ ہمیشہ اپنے سامنے جنتری رکھے رہتے تھے اور دیکھتے رہتے تھے۔ تو جواب دو کہ وہ علم نجوم کے جاننے والے تھے۔ صحیفہ دل اور فہم ربانی کے القا سے ان کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا اس کا نجوم سے مقابلہ کر کے دیکھتے تھے کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں نجوم میں بھی وہی ہے یا نہیں۔ امتحان لیتے ہیں کہ نجوم میں بھی وہی کچھ ہے جو ان کو علم الٰہی سے ملتا ہے۔ بعض بزرگ نجوم کی وجہ سے غلطی میں مبتلا رہے۔

اگر صوفی طالب اپنی صحت کی حفاظت کے لیے علم طب سے تعلّق رکھے تو صحیح ہے۔

(۳۱۷) صوفی طالب کو طب سے واقفیت رکھنا چاہیے۔ کیونکہ طالب صوفی کی جسمانی صحت ہی سب سے بڑی پونجی ہے۔ ہر طرح کا طبی پرہیز اور اصول طب کے مطابق زندگی گذارنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے جسمانی صحت ٹھیک رہے گی۔ اور اسی پر سب کام منحصر ہے۔ صوفی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر مرض کی مجبوری کی وجہ سے اس سے کچھ فوت ہو جائے تو اس کو مناسب وقت پر ادا کر دے یہ بات اس کے لیے صحیح ہے لیکن کام کی انجام دہی میں جو لذت ہے اس کو وہی جانتا ہے جسے اس کا وجدان ہوا ہو۔ یہ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایسی بہشت جس میں نماز نہ پڑھنی ہو کس کام کی۔ ابراہیم خواص اور عمرو بکار رحمۃ اللہ علیہما کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

طالب اگر شاعر ہے تو اس کو اپنی نظم و نثر میں مشغول نہیں ہونا چاہیے لیکن اگر بے اختیار عشق و حکمت کے اشعار خیال میں آ جائیں تو لکھنا جائز ہے

(۳۱۸) طالب اگر شاعر اور ناظم ہے تو اس کو اپنے شعر و نظم میں مشغول نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس کو فن شعر گوئی کے اصول اور قواعد پر توجہ دینا چاہیے۔ لیکن حالات کے تحت اگر بے اختیار فی البدیہہ بغیر غور و فکر کیے درد و عشق اور حکمت سے متعلق اشعار اس کے خیال میں آ جائیں تو انہیں لکھنا جائز ہے۔ اور اس کو اپنا سرمایہ حیات اور ذریعہ افتخار نہ بنائے۔ نثر کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔

طالب کو اپنی ضروریات زندگی کے مطابق تجارت یا اس طرح کا دوسرا کام بال بچوں کے اخراجات کے لیے کرنا جائز ہے۔

(۳۱۹) طالب کو تجارت اور کاروبار کے بغیر چارہ نہیں۔ وہ بیوی بچے اور بہت سے لواحقین رکھتا ہے جن کی کفالت اسی کے ذمہ ہے اور ان لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ بے شک وہ تجارت اور کاروبار کرے لیکن اپنے دل کو بالکل اسی میں چپکا نہ دے۔ سوداگر کا ذہن دن رات ہر وقت مال کے ہوس سے مالا مال رہتا ہے۔ اس کو سوائے اس کے اور کوئی آرزو ہی نہیں ہوتی کہ مال اور منافع دونا دوں ہو جائے۔ اس کی ہمت بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس اندیشہ میں یہی مال ریت کی طرح اڑتا رہتا ہے اور اس کو حساب تک یاد نہیں رہتا لیکن یہ خطرہ اور بگولا ہے جو دل کو سیاہ، مکدر اور مغشوش بنا دے گا۔ تجارت کے دوران اس کو اگر سفر کرنا پڑے جیسا کہ سوداگروں کا طریقہ ہے تو دن رات اپنے مال سے چپکا نہ رہے اور دین و دنیا سب اسی کے حوالہ نہ کر دے۔ اور نہ اس کو بڑھانے کے چکر میں مضطرب اور بے قرار رہے۔ طالب کے لیے یہ زیب نہیں دیتا۔ وہ ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے مال کے عیب کو چھپائے اور اس کی خوبیوں کو دکھلائے۔ بلکہ اپنے مال کے عیب کو خریدار پہ ظاہر کر دے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو فریب اور خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور خود خریداری کرنے کے وقت یہ بھی نہیں چاہیے کہ مال کے عیب کو تو ظاہر کرے اور اچھائی کو چھپائے۔

سفر اور تجارت میں طالب ورد کرنا نہیں چھوڑے

(۳۲۰) سفر اور تجارت کرنے میں طالب سے ورد نہیں فوت ہونا چاہیے۔ اگر اس کو کچھ پڑھنا ہے تو خود تیز قدم بڑھاتے ہوئے آگے نکل جائے اور پڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ پیچھے والے لوگ اس سے آکر مل جائیں۔ اور پھر اسی طرح کرے یہاں تک کہ اس کا ورد وظیفہ تمام ہو جائے۔ طالب رات کو جاگے تو مال کی حفاظت کے خیال سے نہیں بلکہ یہ بیداری اس کی یاد الٰہی کے لیے ہو جیسا کہ طالبوں کا طریقہ کار ہے۔ اگر اس سلسلے میں اس کے مال کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر وہ چوپایہ پہ سوار ہے تو ورد وظائف کے معمولات اسی پہ بجا لائے۔ البتہ کھانا برابر کھاتا رہے تاکہ چلنے کی طاقت قائم رہے۔ لیکن کھانے پینے میں کمی کو واجب سمجھے۔

راستہ چلنے میں رفقا کے ساتھ زیادہ گفتگو نہ کرے

(۳۲۱) راستہ چلنے میں اپنے رفقا کے ساتھ طالب بہت زیادہ بات چیت نہ کرے لیکن اگر خوش وقتی اور ساتھیوں کے دل کو خوش کرنے کے لیے کچھ خوش کن جملے کہے تو جائز ہے۔

سفر کے دوران فرض روزہ کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑے البتہ نفل روزہ میں اجازت ہے۔

(۳۲۲) طالب فرض روزہ کو کسی حالت میں افطار نہ کرے البتہ نفل میں اجازت ہے اگر نفل روزہ کو بھی سفر کی مشقت کی وجہ سے افطار کرے تو تقلیل غذا و آب کو ضروری سمجھے۔ کھانے سے زیادہ پانی میں کمی کرے۔ سفر کے دوران زیادہ راستہ نہ چلے اگر بہت ضروری ہو تو اعضاء کے ڈھیلا پڑنے اور سستی کا بہرحال خیال رکھے۔ اپنے ورد و وظائف کے معمولات کو نہ چھوڑے البتہ اتنا بھی جد وجہد اور مبالغہ نہ کرے کہ لوگ اس کی طرف اشارہ کریں۔

طالب ایسے سامان تجارت پیشہ اور حرفت سے جس کے باعث وہ تمام دن فکر مند اور مشغول رہے۔ دُور بھاگے۔

(۳۲۳) ایسا مال، پیشہ اور حرفت جو کہ طالب کو تمام دن فکر مند اور مشغول رکھے طالب مرید کو نہیں چاہیے۔ اگر اس کے پاس مال بہت زیادہ ہے جو بار بردار چوپایوں پر لدا ہوا ہے تو اس کو تمام مال چوپایوں سمیت راہ خدا میں خرچ کر دینا چاہیے۔ طالبوں کا یہ کام نہیں ہے۔ اگر اس کے مددگار اور ملازمین ہیں جو اس کے فکر و تردد کے بغیر کام چلا سکتے ہیں تو پھر اس کو اجازت ہے۔ لیکن طالب کے پاس اتنے مال کا جمع ہو جانا ہی محال ہے۔

حقوق کی ادائیگی میں طالب کو پڑھنے والے چھوٹے بچوں کی طرح حیلہ سے کام نہیں لینا چاہیے۔

(۳۲۴) حقوق کی ادائیگی میں طالب کو مکتب کے بچوں والا حیلہ بہانہ نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ علماء کا جن مسائل پر اختلاف ہے اس کو اختیار کرنا اسلم و احوط ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی طرح کا بہانہ کرنا یا قرض کی ادائیگی برأت ڈھونڈنا اپنے اعتقاد میں خامی تصور کرے۔ جیسا کہ کسی نے ام الولد کو بیع کرنے کی اجازت دے دی ہے زنا کہہ کر مصاہرت

کی حرمت ثابت نہیں ہوتی المجتھد یخطی و یصیب کے مطابق اس کو غلط ہی تصور کرے۔

صوفیا کا ایک مسلک سفر کرنا ہے

(۳۲۵) صوفیا کا ایک مسلک سفر کرنا ہے اگرچہ سفر تجارت کے لیے ہوتا ہے۔ کئی چیزیں جو کہ مسافرت کا نقد وقت سمجھا جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے لیکن اپنے طور پر وہ چیزیں بھی اس کو نصیب ہو جاتی ہیں۔ سفر میں بھوک بہت لگتی ہے طالب اس کا خاص خیال رکھتا ہے اور یہ اس کا عین مقصود ہے۔

متعلم طالب کو بحث میں اپنی بڑائی کی بات نہیں کرنی چاہیے

(۳۲۶) متعلم طالب کو بحث میں بڑائی اور افضلیت کی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے۔ جیسے " حق پر میں ہوں "۔ سچائی " میری طرف ہے " وغیرہ۔ اگر بحث میں وہ خود نمائی کا احساس کرے تو اس کو بہت محتاط ہو جانا چاہیے اس کو یہ بھی نہیں زیب دیتا کہ مجلس میں اگر اپنے ساتھی متعلمین سے سُنی ہوئی بے معنی اور بے ہودہ باتیں زبان پر لائے اور اس کو اپنے سے منسوب کرے۔ سب سے بڑا اور سخت مجاہدہ جو وہ اپنے نفس کے ساتھ کر سکتا ہے وہ یہ ہوگا۔

طالب کو علوم کی کتابوں کو یاد کرنے اور خوش خطی کرنے اور جنگی کھیلوں میں نہیں مشغول ہونا چاہیے۔

(۳۲۷) طالب کو علوم و فنون کی کتابوں کو یاد کرنے تحریر خوش خط بنانے اور جنگی کھیلوں جیسے گھوڑا دوڑانا، تیغ و سپر اور نیزہ چلانا اور اسی طرح کے دوسرے کھیلوں میں نہیں مشغول ہونا چاہیے۔

جس قسم کا کھانا بھی طالب کے سامنے آئے اس میں سے وہ بہ قدر ضرورت استعمال کرے۔

(۳۲۸) طالب کے سامنے اچھا بُرا جیسا اور جس قسم کا کھانا پیش کیا جائے وہ اس میں سے اپنی جسمانی صحت اور توانائی قائم رکھنے کے اندازے سے کھائے۔ کھانا اگر دیر ہضم، ریاحی اور نفخ پیدا کرنے والا ہو تو بہت تھوڑا لے۔ طالب یک درم کے وزن سے زیادہ روغن نہ کھائے اور اصل حلال میں روٹی کم کھائے۔ طالب روٹی کے ساتھ سالن کھائے بشرطیکہ اس سالن کا حساب اور وزن بھی روٹی میں شامل کرے۔ یعنی جس مقدار میں سالن کھائے اتنا روٹی کم کر دے۔

طالب کو تمام امور میں میانہ رو ہونا چاہیے

(۳۲۹) طالب میں عزت نفس ہو نہ کہ غرور تواضع ہو نہ کہ ذلت، تقلیل غذا ہو نہ کہ کمزوری، شب بیداری ہو نہ کہ آسکت اور کسل مندی، راستہ اتنا ہی وہ چلے کہ تکان نہ ہو وہ گفتگو اتنی نہ کرے کہ بے مزہ ہو جائے اور اس کی زبان اور گفتگو میں کوئی لذت ہی نہ رہے۔ تواریخ، قصص، ضرب و امثال اس کے ذہن نشین ہوں لیکن گفتار تک ہی نہیں بلکہ اس سے کردار کی درستگی کا کام بھی لیا جائے۔

طالب کو اگر کشف ارواح حاصل ہو جائے اور اس کو مردان غیب سے ملاقات بھی ہو پھر بھی وہ اس کی طرف التفات نہ کرے۔

(۳۳۰) طالب اگر راستہ چلے تو اس کی نظر زمین پر اور اگر فرش پر لیٹے تو آسمان کی طرف۔ اور اگر بیٹھے تو سینہ پر ہو۔ اگر طالب کو کشف ارواح حاصل ہو جائے تو وہ ان کے بارے میں قصہ بیان کرنا ہی اپنا شغل نہ بنا لے۔ مردان غیب، ابدال اوتاد اور خضر علیہ السلام سے ملاقات کو اپنا مقصود کلی نہ جانے۔ اور ان لوگوں کے عمل سے اپنے وقت کو برباد نہ کرے اور مکمل طور پر ان سے اپنے مقصد کو وابستہ نہ کرے۔ یہ لوگ خوش خبری دینے والے ہیں اور بعض موقع پر ارشاد بھی دیتے ہیں جو کچھ ان لوگوں سے مل جائے مل جائے لیکن اگر وہ اس کے مقصد کے علاوہ ہے تو اس کو اہمیت نہ دے۔

طالب اگر جہاد میں جائے تو اس کو کیا نیت کرنا چاہیے اور کس طرح عمل کرنا چاہیے۔

(۳۳۱) طالب جہاد کے لیے اس نیت سے نہ جائے کہ وہ کفار یا مشرکوں سے جہاد کرے گا اگر مر جائے گا تو شہادت کا درجہ اور اگر زندہ رہ گیا تو اعلائے کلمۃ اللہ کا ثواب حاصل کرے گا۔ یہ سب خیالات مستحسن ہیں۔ لیکن اس کا مقصد ان سب کے علاوہ ہے۔ اگر طالب فوجی آدمی ہے ملازم ہے اور اپنی روٹی اسی ملازمت سے حاصل کرتا ہے تو وہ سمجھے کہ وہ روٹی اس لیے لے رہا ہے کہ اس کے بغیر جنگ کرنے کا موقع اس کو نہیں ملے گا۔ اور پھر تلوار کے جوہر دکھائے، میدان جنگ میں کو دجائے دل کو حضور میں لائے اور اللہ کو اپنے ساتھ تصور کرے۔ اور جو بھی وہ ضرب لگائے یا قتل کرے اپنے ذہن میں ید اللہ فوق ایدیھم پر اپنا یقین رکھے۔ ہر وقت محاضرہ میں ہو اور اس وقت بڑا یا چھوٹا کھیل یا بلند ہو وہ جو کام بھی اس سے انجام پائے سب کو

باری تعالےٰ کی طرف منسوب کرے۔ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ نظارہ جمال اس کے سامنے ہو۔ اور جنگ میں اس وقت جو زخم بھی اس کو لگے اس کے بارے میں یہ تصوّر کرے کہ اس کے محبوب نے اس سے روٹھ کر، جو دو دوست کے درمیان کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ اسی ناز و نیاز اور خفگی کے ساتھ اس کو ضرب لگائی ہے۔ اللہ جانتا ہے اگر یہ مراقبہ جو میں نے لکھا ہے تحقیق و تقرر کے ساتھ اس پر ثبت ہو جائے تو وہ فاعل حقیقی کو اپنے سامنے دیکھے گا تصور اور توہم میں نہیں بلکہ شہودی اور وجودی طور پر۔ اگر جنگ میں اس کو مال غنیمت نظر کے سامنے آئے تو مال و اسباب کے حرص میں آکر اس پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اسلام کے حکم اور رسم کے مطابق عمل کرے۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ دو مسلمانوں کے درمیان جنگ شروع ہو جائے اور مسلمان آپس میں قتال کرنے لگیں جیسا کہ اکثر ہوا ہے اور ہوتا ہے تو اسے ہرگز کسی مسلمان کے مال کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ خواہ وہ شخص ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ یا مسلمانوں سے خارج ہو گیا ہو جیسا کہ معاویہ نے علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا۔ اگر خدانخواستہ کبھی اس طرح کا موقع آجائے تو دل کو حضور میں دے دے اور آنکھیں بند کر کے تیغ چلائے۔ البتہ یہ خیال رکھے کہ اس کی تلوار دشمن کے علاوہ کسی پر نہ پڑے۔ سبحان اللہ اس طریقہ پر عمل حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ نے کیا ہے۔ سواری کا جانور جب تک سوار کو ضرورت ہو رکھے اور جیسے ہی اس کی ضرورت نہ رہے جانور سے اتر پڑے اور آمنے سامنے آکر لڑے۔ اگر دو صف کے درمیان معرکہ ہو تو گھوڑے کو کاوا دے اور تیغ بازی کرے۔ حملہ کرنے کا جب وقت آجائے تو خدا کو حاضر ناظر جان کر اس کی راہ میں اپنے کو قربان کر دے اور مقصد اصلی کو پیش نظر رکھے۔ جاں کو تلوار اور نیزہ کی ضرب سے ختم نہ سمجھے۔ ہاؤ ہو جو اس وقت کرے اور نعرہ جو اس وقت لگائے اس پر یقین رکھے کہ اس کے ساتھ کوئی ذات ہے جو اس کو اس طرح سرگرم رکھے ہوئے ہے کبھی دل میں یہ اندیشہ نہ لائے کہ اس کا دشمن اس کو مار ڈالے گا بلکہ یہ خیال کرے کہ وہ اپنے دشمن کو مار ڈالے گا۔ اگر محبوب حقیقی کے درد و فراق سے تنگ آجائے کہ اس کا مقصود ہاتھ نہیں آیا ہے تو اپنے کو فوج کے نرغہ میں ڈال دے اور تلوار کے جوہر دکھاتا ہوا اندر گھس جائے کہ اگر اس نے جاں جان آفریں کے سپرد کر دی تو تمام اندوہ ہجراں سے نجات پا گیا۔ فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ روح نکلنے کے وقت بھی یہی سمجھے کہ وہ اپنے

محبوب سے مل رہا ہے قاتل کے تیغ و تبر اور نیزہ کے حوالہ نہیں کر رہا ہے بلکہ خالق کے حوالہ کر رہا ہے ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بس ان ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔ جنگ کے لیے جب میدان جنگ میں جانے لگے تو زرہ پہنے، خود سر پہ رکھے، اور دوسرے اسلحہ جات سے بھی اپنے کو آراستہ کرے۔ پھر مراقبہ اور محاصرہ میں جائے۔ اگر مشاہدہ عین ہے تو خود عین کو شاہد لائے اور اس سے مدد طلب کرے اور اس سے اجازت طلب کرے کہ جنگ میں شرکت مناسب ہوگی یا نہیں۔ اگر اجازت مل جائے تو پھر میدان جنگ میں اُتر جائے۔ اور اگر اجازت نہ ملے بلکہ منع کیا جائے تو رک جائے۔ مراقبہ میں صرف تصور اور تخیل سے کام لے اور نظر اپنے دل پہ رکھے۔ پہلے خطرہ دیکھے کیا حکم ہوا اجازت ہوئی یا منع کیا گیا۔ اس کے خیال فتح کی صورت نمودار ہوئی یا شکست کی۔ ان میں جس کو زیادہ قوی اور مضبوط دیکھے سب سے پہلے اس پہ عمل کرے۔ اگر مشاہد عین ہے اور اس نے صریح طور پر اجازت دے دی ہے یا منع کر دیا ہے تو خود اسی پہ عمل کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا حال کے ساتھ موافقت کرے اگر اجازت ہے تو اس کے مطابق کرے منع ہے تو ویسا کرے حالت تصور میں اگر کوئی آواز سُنے یا کوئی چیز سامنے آجائے جس سے اجازت یا منع کے مطلب نکلتے ہوں تو اسی کے مطابق کرے۔ اگر مجاہد سواروں میں سے نہیں ہے تو دل کے لیے اس کو یہی تصور اور تخیل پسندیدہ ہونا چاہیے۔ جنگ کی حالت میں اگر مجاہد طالب پیر کا تصور کیے ہوئے ہے تو اس کو اپنے ساتھ اپنے سامنے یا پشت پر ہمیشہ محسوس کرتا رہے۔ جیسا کہ میں نے نماز کے سلسلے میں بتایا ہے کہ پیر کو ہمیشہ اپنے دائیں بائیں یا امام کی جگہ پہ تصور کرے اس جگہ میدان جنگ میں بھی وہی صورت ہے اس جگہ ہجوم کا رہے دل اپنی طبیعت کے ساتھ مضطر ہو کر صحیح طور پر تصور کرے گا۔ البتہ پہلے اپنے تصور اور تخیل میں پیر کے ساتھ تجدید سبق کرے۔ نماز میں بھی یہی کرے۔ ہر فرض نماز کے لیے پیر کے ساتھ تجدید بیعت کرے۔ اس جگہ بھی وہی بات ہے۔ اور اس جگہ دو تصور ہے۔ صورت جمال اور صورت جلال۔ اسی طرح لطف و قہر کو بھی شامل کر لو۔ اس مقام پر دونوں اپنی اپنی جگہ بر سر کار ہیں۔ اگر صورت جمال تصور میں آتی ہے تو فتح آسانی سے ہو جائے گی۔ صورت لطف آتی ہے تو مال غنیمت اور نقد ہاتھ آئے گا۔ اگر جلال کی صورت رونما ہوتی ہے تو گھمسان کا رن پڑے گا اور بہت کشت و خون ہوگا۔ اور اگر قہر کی صورت سامنے آتی تو اللہ سے پناہ

مانگنے کی بات ہے۔ ہم نے چاروں صورتیں لکھ دی ہیں لیکن عالم نام جاہل صفت لوگوں کی سمجھ میں بات نہ آئے گی۔ اور الٹا سیدھا اعتراض کریں گے۔

مرید کے چاکری کرنے کی کیفیت اور شرائط

(۳۳۲) مرید طالب اگر ایسے شخص کی ملازمت کرتا ہے جو خلاف شرع کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کی ملازمت حرام ہے۔ اور اس کی صحبت ترک کرنا واجب ہے اگر وہ سخت کام کے لیے کہے جس سے شغل ورد و وظائف میں خلل پڑتا ہو تو اس حالت میں بھی اس کی صحبت ترک کر دینا چاہیے۔ اگر کسی مُلک، جاگیردار یا بادشاہ کے درباری کو جو ہر وقت بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہو طلب خدا کی ہدایت ہو جائے تو وہ ملازمت خدمت بادشاہ، اور تمام جاگیرات سے دست بردار ہو جائے اور اگر بادشاہ کی خدمت کیے بغیر چارہ نہ ہو تو خدمت بادشاہ کی کرے لیکن وظیفہ بھی نہ چھوڑے بادشاہ کی خدمت سے فرصت پانے کے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے تمام معمولات ورد و وظائف کو ادا کرے۔ اگر پڑھنے کا کام ختم ہو جائے تو بہت اچھا ورنہ خدمت میں کھڑا رہ کر پڑھتا رہے۔ اگر اس کا لب اور دہن ہلانا آقا کو ناگوار ہوتا ہو یا کوئی ایسا کام اس کے سپرد ہو جس میں زبان و دہن سے کام لینا پڑے تو پھر وظیفہ پڑھنے کا کام دل میں وہ کرے جس میں لب نہ ہلے۔ اس طرح کے پڑھنے سے اور زیادہ اثر ہوتا ہے اس سے دل میں گرمی اور سوز پیدا ہوتا ہے۔ اور حرف اور آواز جو زباں سے خارج ہوتی ہے دل پر نقش ہو جاتی ہے اس سے فتوحات بہت زیادہ ہوتے ہیں اور جو صاحب املاک مُلک ہے اس کے لیے یہ کام بہت آسان ہے وہ غربا، اور فقرا پر احساں کرے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ ایک کام جو وہ خدا کے نام پر کرے گا اس کو اس کا ثواب اتنا زیادہ ملے گا کہ اس کو اندازہ بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ کہاں سے آرہا ہے۔

رعایا کے ساتھ اچھے معاملات کرنا

(۳۳۳) جو کچھ میں بتا رہا ہوں ان سب کے لیے پاکی نفس کی ضروری شرط ہے۔ اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ رعایا کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کرے جتنا ماں باپ بھی اپنی اولاد کے ساتھ نہیں کرتے۔ اور برابر کوشش کرے کہ اس کا وقت ذکر الٰہی میں صرف ہو۔ رات کا تمام وقت ذکر و فکر کے لیے مخصوص رکھے اور دن کو مسلمانوں کے امور کو انجام دینے میں

صرف کرے۔ کوئی کام نہ چھوڑے۔ اگر بادشاہ اس کو حکم دے کہ کسی بے قصور کو قتل کر دے یا فلاں کو جلاوطن کر دے تو اس کام کے لیے اس کو آمادہ نہیں ہونا چاہیے۔ بادشاہ سے کہے کہ وہ اپنے اس کام کے لیے نہ کہے اور اگر بادشاہ نہ مانے تو مستعفی ہو جائے اور کہہ دے کہ مجھ سے یہ کام نہ ہوگا۔" مال و جائداد کے جمع کرنے کا حرص نہ کرے۔ بیت المال یعنی خزانہ شاہی کا جو مال واجب الادا ہو اس کو فوراً ادا کرے۔ اپنے لیے اتنا ہی مال و دولت جمع کرے جو اس کی ضروریات زندگی کے لیے کفایت کرے۔ خلاف شرع رسم و رواج جو کہ سرداری کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے جیسے خلاف شرع لباس زیب تن کرنا، ریشمی قبا، کلاہ اور زریں کمر بند وغیرہ لگانا، ہرگز اختیار نہ کرے۔ اگر بادشاہ اس کو استعمال کے لیے عنایت کرے تو اس کو پہن لے پھر باہر آکر اتار دے اور محفوظ رکھے جب دربار میں روبرو جانا ہو تو اس وقت پہن لے۔ فقہا کے نزدیک روایت مرجوحہ ہے جس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے شعار اور دثار (عبا چغہ وغیرہ) کی اجازت دی ہے اس کو اسی زمرہ میں شامل کر لیا جائے۔ ان تمام واقعات میں تصور شہود بیر کا بہت زبردست اثر ہوگا اور اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔

اعوان کو اگر طلب الٰہی کی ہدایت ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے

(۴۳۳) اعواناں اور عمائدین سلطنت میں سے اگر کسی کو طلب الٰہی کی ہدایت اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو دربار داری اور سلطنت کا کام چھوڑے بغیر چارہ نہیں ہے لیکن ایک صورت ہے وہ یہ کہ وہ اس کام اس نیت سے اختیار کیے رہے کہ دوسرے اعواناں اور عمائدین جو خلق اللہ پر کریں گے اس میں یہ پیش پیش ہو جائے گا اور مسلمانوں کو ظلم اور زیادتی سے نجات دلانے کی کوشش کرے گا۔ اور ہمیشہ کمزوروں، مجبوروں، ستم رسیدگاں اور گرفتاران بلا کا مددگار رہے گا۔ اعوان کی حیثیت سے اس پر جو فرائض عاید ہوتے ہیں ان کو مناسب طور پر کرے گا۔ قید و بند اور قتل وغیرہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے یہ سمجھتے ہوئے ان کو رہائی دلانے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اور ان لوگوں سے مراعات روپیہ پیسہ نہیں قبول کرے گا۔ ایسا آدمی اس طرح کے گرداب آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد اور اس طرح کا کام کر گزرے تو وہ بہتوں سے اچھا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرک علیٰ حسب تعبک یعنی جزا

کام کے مطابق ملے گا اسی موقع کے لیے فرمایا ہے ۔ایک وہ شخص ہے جو بلا مزاحمت اطمینان سے کام کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو ہزاروں پابندیوں اور مزاحمتوں کے بعد کوئی کام انجام دیتا ہے بلاشبہ دوسرا پہلے سے زیادہ قابل ترجیح اور لائق ستائش ہے انما یوحی الصبرون اجرھم بغیر حساب ان لوگوں کی شان میں آیا ہے۔

میدان جنگ میں طالب کو کس طرح کا تصور رکھنا چاہیے

(۳۳۵) عین معرکہ جنگ میں طالب اگر سوار ہے تو اپنے گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان نظر رکھے اور اگر پیادہ ہے تو اپنے کو گھوڑے سے گھرا ہوا تصور کرے، سمجھے کہ اس کا گھوڑا بھی چھپا ہوا ہے ۔اے عزیز! تم نہیں جانتے کہ میں کس طرح پر اور کیا تم کو تعلیم دے رہا ہوں خدا تم کو سمجھ عطا کرے تاکہ تم جانو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، تیغ کو اللہ کی تلوار، تیر کو اللہ کا تیر اور نیزہ کو اللہ کا نیزہ جانو جو کچھ اس سے کام انجام پائے گا وہ اللہ کے حکم سے ہوگا۔ اس کو تحقیق اور یقین جانو یہ عمل حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا رہا ہے۔

اس بادشاہ کی تربیت کے بارے میں جس کے دماغ میں طلب خدا کا خیال آگیا ہو

(۳۳۶) اگر کسی بادشاہ کے دماغ میں طلب خدا کا خیال آجائے تو اس کی ایک تدبیر تو وہی ہے جو سلطان ابراہیم ادھم، معاویہ ثانی اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم نے کیا اور اگر یہ ممکن نہ ہو یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ جہاں بانی کے لائق اس سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہے تو ایک دیانت دار صالح اور دانش مند عالم کو جس کی سیرت میں کوئی خرابی یا حرص وہوس اس نے نہ دیکھا ہو، احکام امور شرعیہ کی انجام دہی کے لیے مقرر کر دے ۔اور اسی کے سپرد کام کر دے۔ ہر جگہ مخبروں کو مقرر کر دے کہ وہ اس کے اور اس کے وابستگان اور عملوں کے حال اور فعل کی نگرانی اور تجسس کرتے رہیں ۔خواہ وہ عالم کتنا ہی دیانت دار اور صالح کیوں نہ ہو پھر بھی اس پر نظر رکھنا ضروری ہے ۔تاکہ وہ حیلہ اور بہانہ کی آڑ نہ لے ۔ظاہر روایت سے ہٹ کر روایت مرجوحہ غیر معمولہ کی طرف نہ جائے ۔بادشاہ زکوٰۃ کے اندر کسی حیلہ کو جائز نہیں رکھے ۔اور جو ایسا کرے اس سے سختی سے زکوٰۃ وصول کرے۔ اگر اسے معلوم ہو کہ کوئی قرض کی ادائیگی میں حیلہ بہانہ کر رہا ہے تو اس کو زجر و توبیخ کرے اور کوڑے لگوائے۔

شراب پینے والوں یا منشیات کا استعمال کرنے والوں کو اسّی کوڑے لگوائے بغیر نہ چھوڑے۔ منشیات کی خرید و فروخت بھی اعلانیہ نہیں ہونا چاہیے۔ خدا ترس اور ایمان دار آدمی اس بارے میں حنفی اصول پر عمل پیرا ہو۔ اگر علماء کے درمیان اختلاف ہو تو جو زیادہ صحیح ہو اس کو اختیار کرے۔

بادشاہ طالب کو فقرا، ضعیفوں، یتیموں اور از کار رفتہ بوڑھوں کی دیکھ بھال اور خبر گیری رکھنا واجب ہے

(۳۳۷) بادشاہ طالب کو فقرا، ضعیفوں، یتیموں اور اپاہجوں کی دیکھ بھال اور خبر گیری واجب بلکہ فرض ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق اس کی گردن پر رہے کیونکہ بیت المال سے مستحق افراد کی مدد کرنا اس پر فرض و واجب ہے۔ اس کام کے لیے دیانت دار اور خدا ترس لوگوں کو متعین کرے کہ وہ مستحق لوگوں کو پہنچائیں اور اس کی مملکت، خطہ، قصبہ اور گاؤں میں جتنے بوڑھے اور مسکین ہوں ان کی خبر اس کو پہنچائیں اگر وہ نہ پہنچائیں تو خدا کے یہاں وہ پکڑے جائیں گے وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اگر بد دیانت آدمی اپنے کو مستحق ثابت کرے تو اس کا حال معلوم کرنا چاہیے اندھے، لنگڑے، گونگے، بیوہ عورت اور یتیم بچوں کی نگرانی رکھے کہ ان کو نقصان نہ پہنچے۔ اور یہ کام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بڑے پیمانہ پر اہتمام نہ ہو اس سے زیادہ مشکل اور کوئی کام نہیں ہے۔

بادشاہ طالب کو دو کام کرنا چاہیے

(۳۳۸) بادشاہ طالب کو دو کام کرنا چاہیے نفس کو اعلائے کلمۃ الدین کے لیے وقف، جسم کو بھی اسی کام میں مشغول اور دل کو مراقبہ میں جلال و عظمت و قہر کا تصور کیے رکھے تاکہ صولت نفس اس کو سوائے عظمت و قہر باری اور کسی طرف مائل نہ کرے۔ ان آیات کو بہت زیادہ تلاوت کرے

الم تر کیف فعل ربک بعادٍ ۝ لا ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد ۝ لا وثمود الذین جابوا الصخر بالواد ۝ لا وفرعون ذی الاوتاد ۝ لا الذین طغوا فی البلاد ۝ لا فاکثروا فیھا الفساد ۝ لا فصبّ علیھم ربک سوط عذابٍ ۝ لا انّ ربک لبالمرصاد ۝ لا۔ بادشاہ جتنا اپنے کو شکستہ اور خوار و حقیر سمجھے گا اتنا ہی وہ خدا سے نزدیک تر ہو جائے گا۔ اور اس کو صحیح دولت حاصل ہو گی۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی سال خشک سالی ہو جائے تو بادشاہ پھٹا پرانا میلا کچیلا کپڑا اگر سے باندھے اور پرانا جامہ پیوند لگا ہوا میلا کچیلا کاندھے پر رکھے

اور برہنہ سر ہو کر ہاتھ میں کدال لے اور چند گز زمین اسی کدال سے اپنے ہاتھ سے کھودے اور جو کا بیج بوئے۔ پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر عجز وزاری شکستگی اور درماندگی کے ساتھ اللہ سے بارش کے لیے دعا مانگے انشاء اللہ ضرور بارش ہوگی۔ دعا مانگنے کے وقت بادشاہ اگر اپنے کو تمام فقراء، مساکین اور گرے ہوئے لوگوں سے کمتر سمجھے تو وہ جو کچھ مانگے گا ملے گا۔ طالبوں کے دل میں جو خواہش ہوتی ہے اور مقصود کے حصول کی تمنا ہوتی ہے اس میں ان کو اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے کو شکستہ، درماندہ اور از خود رفتہ نہ ظاہر کریں۔ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو تمام مشائخ اور صوفیا سے بہت زیادہ ذلیل وخوار کر دیا تھا تاکہ بادشاہی دبدبہ عزت اور اقتدار کا جو نشہ ان پر طاری تھا وہ غائب اور بالکل ختم ہو کیونکہ سلطانی جاہ وحشم کا نشہ اتر تو گیا تھا لیکن خمار ہنوز باقی تھا اور اس کو بالکل ختم کرنا ضروری تھا۔

طالبوں اور تارکوں کے لیے بڑی بلا یہ ہے کہ ان کے دل میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ وہ طالب اور تارک ہیں۔

(۳۳۹) طالبوں اور تارکوں کے لیے بڑی بلا یہ ہے کہ ان کے دل میں یہ خبط سما جائے کہ وہ طالب اور تارک ہیں۔ نفس کی یہ بلند آواز اللہ کی خاص مدد سے ہی دبائی جا سکتی ہے۔

بادشاہ کو اگر کسی سے فساد کا احساس ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے

(۳۴۰) بادشاہ کو اگر احساس ہو کہ فلاں شخص فساد پر آمادہ ہے تو حکمت اور پالیسی سے کام لے۔ قتل اور جلاوطنی کا خیال اس کے بارے میں نہ لائے۔ بلکہ کوئی ایسی صورت اور پالیسی اختیار کرے کہ اس کو قتل وجلاوطن کی ضرورت بھی نہ پڑے اور فتنہ بھی دب جائے۔ سلاطین حکما کو اپنے ساتھ اسی کام اور مصلحت سے رکھتے تھے۔

عورتوں کے دماغ میں اگر طلب الٰہی کا خیال پیدا ہو تو ان کی تربیت کس طرح ہو

اگر کسی عورت کے دل میں طلب الٰہی کی خواہش پیدا ہو جائے کیونکہ عورت اور مرد میں سوائے کچھ اعضا کے فرق کے اور کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا تو اس کی تربیت کس تدبیر سے ہو۔ اگر عورت جوان ہے تو اس کو سارے تعلقات

سے منہ موڑ کر اس طرح گوشہ نشین ہو جانا چاہیے کہ سوائے حوائج ضروری کے اس کی نظر آسمان اور آفتاب پر نہ پڑے۔ اور یہ کام بغیر مرشد کے ممکن نہیں۔ مرشد بھی اس کا ہو تو بہت بوڑھا اور گھسا پسا ہوا ہو۔ بس اس طرح کا جس کو شیعہ معصوم کا لقب دیتے ہیں۔ مرشد جو اس کو تلقین کرے وہ عورت گوشہ عزلت میں بیٹھ کر صرف اسی میں مشغول رہے اور کسی دوسری طرف توجہ نہ دے۔ گوشت نہیں کھائے۔ چاول یا خشک روٹی جو فقراء کی غذا ہے کھائے۔ دائمی روزہ کی پابند رہے۔ مہمانی اور شادی میں کم شرکت کرے۔ شادی اور غمی میں جائے بھی تو کسی سے میل و محبت نہ پیدا کرے۔ جیسا کہ عورتوں کی رسم ہے کہ کچھ پیسہ بچا کر رکھتی ہیں کہ گور و کفن میں کام آئے گا۔ اس عادت اور رسم کو چھوڑ دے۔ پیر کو اس کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیے۔ عورت کو ظاہری عبادت گزاری میں زیادہ لگا رہنا چاہیے۔ وہ کسی طرح کی زیبائش بناؤ سنوار بجلی وغیرہ پہننے کو پسند نہ کرے۔ تنہائی میں بھی نہیں۔ اس کی زندگی کا ماحصل اسی بات پر منحصر رہے۔ کسی عورت کا محبوب شوہر مر گیا ہو اور پھر وہ جس طرح کنارہ کش ہو جاتی ہے اسی طرح سب کاموں سے کنارہ کش ہو جائے۔ میں پھر اصرار سے کہتا ہوں کہ اپنی ساتھ والیوں میں زیادہ نشست و برخاست نہ رکھے۔ عورتیں جو گانا گاتی ہیں وہ خلوت اور تنہائی میں بھی نہ گائے۔ اور وہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عورت کا شوہر ہی اس کا مرشد ہو جیسا کہ فاطمہ اور احمد خضرویہ کا واقعہ تم نے سنا ہوگا لیکن یہ اگلے وقت بات ہے میں اپنے وقت کی بات کر رہا ہوں۔ اپنے خلوت میں خیر و شر وغیرہ کی طرف سے جو پیش آئے اس کی طرف توجہ نہ دے کوشش میں اس سے معترض رہے اور جو کچھ اس وقت دیکھے اس کو دل میں نہ رکھے۔ اذکار و اوراد و وظائف سے زیادہ نماز پڑھے۔ اگر کچھ صنعت کی طرف توجہ کرنا چاہے تو سوت کاتنا کافی ہے۔ کشیدہ کاری وغیرہ نہیں۔ وہ کسی کو ماں، کسی کو باپ، کسی کو بھائی کہہ کر نہ پکارے کہ یہ خراب طریقہ ہے۔ اس طرح تخاطب سے آدمی بہک جاتا ہے۔ اگر عورت شوہر والی ہے اور اس کا شوہر اس کام کو پسند نہیں کرتا تو سوائے اطاعت اور احکام خداوندی کے اپنے کو بالکل اس کے حوالے نہ کر دے۔ اور اگر اس کا شوہر دوسری عورت اور کنیز سے راضی ہو جائے تو اس کو معذور رکھے۔ اور اس کو اپنے لیے نعمت سمجھے۔ شہوت پرست مردوں کی عادت ہے کہ جو عورت ناپسندیدگی اور کراہیت کے ساتھ مرد سے ملتی ہے اس سے مرد کو رغبت کم ہوتی ہے۔ اور جو عورت شوخ و طرار اور چنچل

ہوتی ہے اور شوق سے مرد سے ملتی ہے اور ناز و غمزہ دکھلاتی ہے مرد کو اس کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے کو کھنچا ہوا رکھے اور اس پر آمادہ نہ کرے۔ کیونکہ اس کا دل محبوب حقیقی کی طرف لگا ہوا ہے اُسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں ہے اور اپنے کو کس لیے سنوارے۔ وہ ہمیشہ روزہ دار رہتی ہے اس کے منہ سے روزہ دار کی بو آتی ہے اس کا جسم بالکل گھل گیا ہے جن اعضاء سے لذت ملتی ہے وہ تو سوکھ اور گھل گیا ہے۔ اس کو شوہر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر کوئی فقیہہ سوال کرے کہ جسم وسر اور ہاتھ منہ دھونا اور شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا شوہر کا حق ہے اگر عورت ایسا نہیں کرتی تو شوہر کی حق تلفی کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں بھائی فقیہہ! تم سچ کہتے ہو لیکن یہ معاملہ مجنون، عاشقوں، سوختگاں، افروختگاں اور درماندگاں کا ہے کیا تم نے نہیں سنا ہے۔ ان اللہ لا یواخذ العشاق بما لصدر منھم۔ کوئی جوان عشق الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے، کھانا پانی، نیند سب چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے ماں باپ تشویش و تپاک میں ہیں۔ ان لوگوں کا حق بھی اس جوان پر عائد ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے جو گرفتار محبت ہو چکا ہو چکا۔ اسی طرح اگر کوئی جوان عشق مجازی میں مبتلا ہو گیا اس پر بھی تو ماں باپ کے حقوق ہوتے ہیں لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ اگر عورت کا شوہر نہیں ہے اور وہ فارغ ہے۔ جیسا کہ بعض طالب مرد کی بیوی نہیں ہوتی ہے۔ عورت اگر بہت بوڑھی ہو تو اس کو تسبیح پڑھنا، نماز پڑھنا اور برابر روزہ رکھنا مناسب ہے۔ بیٹا، بیٹی، ناتی پوتا کے غم میں نہ گھلے۔ ان لوگوں کے لینے دینے میں بالکل دخل نہ دے۔ اور جو رسم و رواج اور عادات عورتوں میں جاری ہیں ان سے بالکل علیحدگی اختیار کرے۔ اپنے بیٹا، بیٹی اور ناتی پوتا کو بیٹھ کر رسم و عادت کی تعلیم نہ دے۔ کہ ہمارے خاندان میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ اور ایسا نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح کفر سے آدمی پرہیز کرتا ہے اسی طرح ان حرکتوں سے بھی پرہیز کرے۔ اور جیسا کہ جوان عورت کے لیے میں نے بتایا ہے کہ وہ مہمانی اور شادی میں شرکت نہ کرے اور وہاں جا کر لوگوں سے میل جول نہ پیدا کرے۔ اس کا رونا ہو تو صرف اپنی طلب اور مقصود کی محرومی پر۔ ٹھنڈی سانس بھرے تو صرف ناکامی اور محرومی کے خوف کی وجہ سے۔ اگر اس کا دل حج کرنے کی طرف مائل ہو تو یاد خدا کو اپنا کعبہ بنائے۔ اور تمام دن اس کے گرد طواف کرتی رہے۔ گوشۂ عزلت سے اس کا باہر نکلنا پراگندگی کا باعث ہوگا۔ جس

زمانے میں وہ ظاہری عبادت کے لائق نہ ہو گوشہ عزلت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کہتی رہے کیونکہ تمام عبادات سے اس وقت وہ زیادہ پُر اثر ہو گا۔ اگر عورت بلوغت کو نہ پہنچی ہو اور شادی شدہ نہ ہو تو اس کو یہ کام زیادہ موافق اور مناسب ہے۔ خوش قسمت ہے وہ عورت جس کو یہ دولت دارین حاصل ہو اور اس نوجوانی کی عمر میں ہی طلب الٰہی کا شوق اس کے دل میں پیدا ہو جائے طلب الٰہی کا تعلق محبت اور عشق سے ہے اور یہ کام بلاشبہ عاشقوں کا ہے۔

عورت طالب اگر واقعہ یا خواب میں خواہش کے خلاف دیکھے تو اس کی اتباع کرے۔

(۳۴۲) ایک کلیہ ہمیشہ اپنے دماغ میں رکھ لے کہ کوئی واقعہ یا خواب جو اس کے سامنے آئے اگر وہ اس کی خواہش کے خلاف اور ضد ہے تو اس کی مکمل طور پر اتباع کرے۔ اور اگر کوئی ایسی چیز سامنے آئے جس میں اس دنیا کی لذت کا شائبہ اور وہم ہو اس سے پناہ مانگے اور دور بھاگے یہ بات مردان طالب کے لئے جاری ہے۔

عورت طالب اپنے کو بابرکت اور پارسا عورت نہ سمجھے

(۳۴۳) کوئی عورت طالب اپنے کو متبرک مقدس اور پارسا نہ سمجھ بیٹھے۔ پانی پر پڑھ پڑھ کر پھونکنا، بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور ہر شخص کو بٹھا کر جھاڑ پھونک کرنا مطلوب حقیقی سے دُور ہو جاتا ہے۔ مرد طالب کے لیے بھی یہی بات ہے اس کو بھی ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رابعہ بصری اور بی بی فاطمہ سام رحمہما اللہ کی طرح یہ دولت عطا فرمائے تو یہ اور بات ہے ان بزرگ عورتوں نے تو پیروں کو ارشاد دیا تھا۔

(۳۴۴) اے عزیز! یقین جانو میں نے چاہا تھا کہ ہر ملت کے جو تعداد میں بہتر ہے ارشاد کے طریقے اور تعلیم کی بابت لکھوں اور یہ بہتر احمدی فرقے ہیں۔ ان کے علاوہ میں نے مشرکین، مجوس و ترسا کے ارشاد کے طریقے پر بھی لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن وقت عزیز اور عمر کم ہے۔ اور خداوند سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا ہے مامن دابۃ الا ھو آخذٌ بناصیتھا ان ربی علیٰ صراطٍ مستقیم۔ آخذٌ بناصیتھا سے مراد وہ رابطہ ہے جو ممکن کا واجب سے ہے۔ علیٰ صراط مستقیم سے مراد اس رابطہ کا اجتماع ہے جو اللہ تعالےٰ کے دست قدرت میں اس لیے ہے کہ وہ وہ ہے۔ اور وہ رابطہ اس کے ہاتھ میں متحد ہے۔ فسبحٰن الذی بیدہٖ ملکوت کل شئی و الیہ ترجعون میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس شخص کے

ہاتھ میں یہ رابطہ دیتے ہیں اس کو تمام اسرار اور علوم باطن سے بھی آگاہ کر دیتے ہیں۔

شیخ نصیر الدین محمود اودھی ثم چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی اتباع نے محمد حسینی سلمہ اللہ تعالےٰ کے دل پر یوم التناد تک پرتو ڈال دیا ہے۔ جس کے باعث ان کے دل و دماغ میں معارف و حقائق کی کرن روشن ہوگئی ہے۔ لیکن انسانی فہم قاصر ہے اور رب غیور ہمت اجازت نہیں دیتا کہ ہر اہل اور نا اہل کے سامنے اسرار و رموز کے نکتے پیش کر دیے جائیں۔ بس ایک بات بتا دیتا ہوں اور یہ بات میں نے پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور مرجع و منیاء سلوک کے ابتدائی کلام میں بھی یہ بات بیان کر دی جاتی ہے کہ تزکیہ نفس اور توجہ تام تزکیہ نفس ہر شخص کا اس کے اندازہ اور ظرف کے مطابق ہے۔ اور جس دین اور جس راہ پر وہ گامزن ہے اس کے مطابق ہے۔ تلقین کرنے والا توجہ تام کی تلقین کرتا ہے۔ اور جس کے حوالہ یہ دو کلمے کر دیے جاتے ہیں اس کے خمیر میں تمام سعادتیں رکھ دی جاتی ہیں اور خرقہ سپرد کر دیا جاتا ہے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیقات

اپنی اس کتاب خاتمہ میں حضرت خواجہ بندہ نواز مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز نے بزرگان سلف سے متعلق بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے حافظ سید عطا حسین صاحب ایم اے۔ سی۔ ای نے جب اس کتاب کو ۱۳۵۶ھ میں ترتیب و تصحیح کے بعد شائع کیا تو آخر میں تعلیقات کے عنوان سے ان واقعات اور اشخاص کی تشریح بھی فارسی زبان میں کر دی تھی۔ وہ تشریحات بعض وجوہ سے بہت اہم ہیں۔ اس لیے ان کو بھی اردو میں ترجمہ کر کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ان تشریحات میں حضرت مخدوم خواجہ بندہ نوازؒ کی تصانیف اور دوسری مستند کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور ان ہی کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔

فقرہ (۲۶)

فقرہ ۲۶ میں ایک جگہ آیا ہے۔ "جنید رحمۃ اللہ کہ در شان سہل رحمۃ اللہ گفتہ است آسان سخنے نیست" جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ سہلؒ جس روز اس دنیائے آب و گل میں تشریف لائے روزہ دار تھے اور جس دن اس دار فانی سے کوچ کیا اس دن بھی روزہ دار تھے۔ اور اسی بنا پر انھوں نے آنا ذکر خطاب الست بربکم فرمایا تھا۔ ورنہ دل میں ان کے اور کوئی بات نہ تھی۔ (بہ حوالہ تذکرہ الاولیاء از خواجہ فریدالدین عطار)

فقرہ (۴۸)

فقرہ ۴۸ میں ایک جگہ آیا ہے۔ "حکایت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ شنیدہ باشی بالا رفتہ است۔" لفظ "بالا رفتہ است" سے غالباً مصنف کتاب خاتمہ کی مراد ترجمہ

آداب المریدین ہے جس کے تکملہ کے طور پر ہی یہ کتاب خاتمہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحؒ نے لکھی ہے۔ کتاب ترجمہ آداب المریدین کو چوتھی مرتبہ ۸۱۳ھ میں حضرت مخدومؒ نے تصنیف کیا تھا اور اس وقت وہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم کی اس کتاب میں وہ حکایت اس طرح درج ہے۔

ذوالنون مصریؒ سے لوگوں نے سماع کے حال اور مآل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ سماع وارد حق ہے۔ کوئی چیز اللہ کی طرف سے بندہ پر وارد ہوتی ہے اور دل کو اللہ کی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص نے اپنے کان کو حق کی طرف لگایا۔ وہ محقق اور متحقق ہوا اور جس نے اپنا کان نفس کی طرف لگایا وہ زندیق ہوا۔ "حق" کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ جو شخص حق کی صفات کے ساتھ متصف ہے وہ محقق اور متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ حق سنتا ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کی آواز نہیں سنتے اور ان سے خودی کی آواز دور نہیں ہوئی ہے اور ان میں نفس و نفسانیت باقی ہے۔ سماع ایسے لوگوں کو زندقہ کی طرف کھینچے گی۔

عبداللہ خفیفؒ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار وہ احمد ابی الجواریؒ کے ساتھ شیراز میں ایک مجلس میں شریک ہوئے وہاں گانا ہو رہا تھا۔ شیخ احمد پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ سامنے چبوترے پر کچھ اہل دنیا بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔ شیخ احمد نے شمعدان اٹھاکر اس کی طرف مارا۔ وہ شمعدان اتفاق سے اس تک نہ پہنچا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کا تین کونا دیوار میں گھس گیا۔ اگر اس کو لگ جاتا تو اس کا کیا حشر ہوتا۔ اس قصہ سے مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ جس شخص کو سماع میں ہنسی آجائے یا اسے باعث تفریح سمجھتا ہو اس کو مجلس سماع میں ہرگز نہیں جانا چاہیے۔ ٹھس طبیعت کے فقہا اور خشک مزاج کے متعلمین کو مجلس سماع سے اس طرح نکال باہر کرو جس طرح شہد سے مکھی کو۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ ابی احمد ابی الجواری تیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ یعنی اتنے عبادت گزار ہونے کے باوجود وہ سماع کے دلدادہ تھے۔ اور اس پر مسکرانے اور مذاق اڑانے والوں کے ساتھ ان کا رویہ اتنا سخت تھا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صوفیا کے بارے میں جو بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سماع کے دوران وہ دنیا وافیہا

سے بے خبر ہو جاتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ان کے بہت سے اعمال ہیں ان میں ایک سماع بھی ہے۔

فقرہ (۸۵)

فقرہ ۸۵ میں ایک جگہ لکھا ہے: "حکائت خضر و موسیٰ علیہما السلام شنیدہ باشی" یہ قصہ کلام اللہ شریف کے سورہ کہف میں مذکور ہے۔اس سے استفادہ کیا جائے۔

(فقرہ ۸۸)

فقرہ ۸۸ میں ایک جگہ آیا ہے: "حکائت خدمت شیخ الاسلام فرید الدین و خدمت شیخ قطب الدین و خدمت شیخ معین الدین قدس اللہ سرہم بارہا گفتہ ام شنیدہ باشی۔" اس حکایت کو حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی اپنی بعض تصانیف میں بیان کیا ہے۔لیکن اس جگہ کتاب سبع سنابل مصنفہ حضرت سید عبدالواحد بلگرامی سے نقل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت مخدوم شیخ فرید دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور کچھ دنوں تک ان کی خدمت میں حاضر رہے تو اس اثناء میں خواجہ جہاں شیخ معین الحق والدین اجمیر سے دہلی تشریف لائے۔مخدوم شیخ فرید ان کی قدم بوسی کے لیے محض اس وجہ سے نہیں گئے، کہ اگر وہ اپنے پیر کی موجودگی میں پہلے اپنے پیر کے پیر کی قدم بوسی کرتے ہیں تو اپنے پیر کی طرف سے بے اعتنائی کے قصور وار ٹھہریں گے۔اور اگر وہ پہلے اپنے پیر کی قدم بوسی کرتے ہیں تو پیر کے پیر کو نظر انداز کرنے کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔دوران گفتگو خواجہ جہاں خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ شیخ فرید کو بلاؤ جب ان کی طلبی پر وہ حاضر ہوئے تو انھوں نے پہلے پیر کی قدم بوسی کی۔پھر ان کے پیر نے شیخ فرید کا بازو پکڑ کر اپنے پیر کے قدموں پہ ڈال دیا۔اور انھوں نے شیخ فرید کو سینہ سے لگا لیا اور بہت زیادہ نوازشیں فرمائیں۔پھر خواجہ قطب الدین سے کہا کہ شیخ فرید الدین کا کام کیوں معطل رکھے ہوئے ہو۔ان کا کام تو پورا ہو گیا ہے۔

فقرہ (۱۱۵)

فقرہ ۱۱۵ میں ایک جگہ آیا ہے :۔ "حکایت ابراہیم خواص و یوسف حسین گفتہ باشم و تو بارہا از من شنیدہ باشی۔"

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ یوسف حسین کے مرید تھے۔ یہ دونوں بزرگان اکابر متقدمین سے گزرے ہیں۔ اور یہ دونوں سید الطائفہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے ہم عصر بھی تھے۔ حضرت یوسف بن الحسین الرازی نے ۳۴۳ھ میں اس دنیا سے رحلت فرمائی اور حضرت ابراہیم خواصؒ ان سے پہلے ہی ۲۹۱ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقرہ میں جس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کو اپنی بعض تصانیف میں مختصر طور پر قبل لکھا ہے۔ لیکن اس جگہ اس قصہ کو تذکرۃ الاولیاء مصنف حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے:

حضرت ابراہیم خواص حضرت یوسف بن حسینؒ کی صحبت کی برکتوں سے اس مرتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ بغیر زاد و راحلہ کے بادیہ کو عبور کر لیتے تھے۔ ایک رات کو حضرت ابراہیم نے آواز غیبی سنی کوئی ان سے کہہ رہا تھا کہ جاؤ اور یوسف حسین سے جاکر کہہ دو کہ وہ مردود بارگاہ ہو گئے ہیں۔ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے اتنی سخت ناگوار معلوم ہوئی کہ اگر پہاڑ بھی میرے سر پہ گرا دیا جاتا تو مجھے اتنی تکلیف اور ناگوار نہ ہوتی۔ دوسری رات کو بھی انہوں نے یہی آواز سنی۔ وہ دوبارہ یہ ندائے غیبی سن کر اٹھے غسل کر کے توبہ استغفار کیا اور فکر مند بیٹھ گئے۔ تیسری رات کو انہوں نے پھر وہی آواز سنی کہ کوئی ہولناک آواز سے کہہ رہا تھا کہ جاؤ اور یوسف بن حسین کو ان کے مردود بارگاہ ہونے کی خبر کر دو۔ ورنہ ایسا زخم کھاؤ گے کہ اس کا مداوا نہ ہو سکے گا۔ حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ یہ سن کر بس غم والم میں ڈوبا ہوا با دل نخواستہ اٹھا اور مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ مسجد میں میں نے اپنے پیر حضرت یوسف ابن حسین کو محراب میں بیٹھا دیکھا جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا کوئی شعر یاد ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں اور پھر ایک فارسی شعر سنایا ان کو وہ شعر بہت پسند آیا۔ دیر تک پا کوبی کرتے رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا صبح سے اس وقت تک

میرے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا رہا۔ لیکن ایک قطرہ بھی آنسو کا آنکھوں سے نہیں نکلا اور نہ مجھ پر کوئی کیفیت طاری ہوئی لیکن صرف ایک فارسی شعر کو سُن کر میری ایسی حالت ہوگئی کہ آنکھوں سے آنسو کا سیلاب امنڈ آیا۔ لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں تو کیا غلط کہتے ہیں اور حضرت بارگاہ سے مجھے راندہ درگاہ کا خطاب بالکل صحیح ہی ملا ہے۔ جو شخص ایک شعر سے اتنا مکیف ہو جائے اور قرآن مجید پڑھ اور سُن کر ویسا ہی افسردہ رہے وہ راندہ درگاہ نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر کی زبان سے یہ باتیں سُن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اور میرے اعتقاد میں کچھ کمی ہوگئی۔ میں اٹھا اور سیدھا جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اتفاقاً راہ میں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی انہوں نے فرمایا کہ یوسف حسین حق کا زخم خوردہ ہے لیکن اس کا مقام اعلیٰ علیین میں ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی راہ میں اتنی جد وجہد اور تگ و دو کی ہے کہ اگر تیری پیشانی پہ وہ ہاتھ رکھ دیں تو تیری جگہ بھی اعلیٰ علیین میں ہو جائے۔ جو شخص اس راہ میں بادشاہی میں ناکام رہتا ہے وہ وزارت میں ناکام نہیں رہتا ہے۔

فقرہ (۱۸۴)

فقرہ ۱۸۴ میں ایک جگہ آیا ہے :۔" حکایت سلطان ابراہیم ادھم شنیدہ قدس اللہ روحہ رسالہ قشیریہ میں امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان ابراہیم ادھم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک روز شکار کھیلنے کی غرض سے باہر گئے اور اپنے گھوڑے کو ایک لومڑی یا خرگوش کے پیچھے ڈال دیا۔ یکایک غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! کیا تو اسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اور کیا تجھے اسی کام کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی وقت ان کے گھوڑے کے زین کے نیچے سے آواز آئی کہ خدا کی قسم تو اس کام کے لیے ہرگز نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی وقت وہ متنبہ ہوگئے اور گھوڑے کی پیٹھ سے فوراً نیچے اتر آئے۔ اپنا لباس وہاں پہ موجود ایک چرواہے کو دے دیا اور اس کا لباس خود پہن لیا۔ اور اپنا گھوڑا بلکہ اپنی ساری چیزیں بھی جو ان کے پاس موجود تھیں سب اسی چرواہے کو دے دیا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ کچھ دنوں کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور امام سفیان ثوری اور خواجہ فضیل بن عیاض رح کی صحبت سے فیضیاب ہوئے

(فقرہ ۲۵۸)

فقرہ ۲۵۸ میں ایک جگہ آیا ہے :- " حکایت لیلیٰ و شکستن کاسۂ مجنوں شنیدہ باشی۔"
اس کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ کئی گدا بھیک مانگنے کے لیے لیلےٰ کے دروازہ پر آئے۔ لیلیٰ کے ملازموں نے ان کا کاسۂ گدائی لیلیٰ کے سامنے پیش کیا۔ ان ہی پیالوں میں مجنوں کا کاسہ بھی تھا۔ لیلیٰ نے سب کاسوں کو تو بھر دیا لیکن مجنون کے پیالہ کو پہچان کر توڑ دیا۔ لوگوں نے اس بارے میں مجنوں کو خبر کیا۔ اس خبر کے سنتے ہی مجنون پر کیفیت طاری ہو گئی اور وہ رقص کرنے لگا۔

فقرہ (۲۴۸)

فقرہ ۲۴۸ میں ایک جگہ آیا ہے :- " حکایت کلیب و اصحاب جنید رحمۃ اللہ علیہ شنیدہ باشی۔"
اس قصہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ کلیب کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی اور وہ شہر چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے تھے۔ ایک رات حضرت جنید رحمۃ اللہ کے اصحاب وہاں گئے اور ان سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور کان لگا کر سننے لگے کہ اس حالت اور اس مصیبت میں وہ اللہ سے کس طرح مخاطب ہوتے ہیں اور کیا فریاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے :- یارب اسمی کلیب وجسمی مجذوم و رسمی ھٰذا فاقۃ این جبریل ومن المبازرت۔ یعنی اے اللہ میرا نام کتا ہے۔ میرا جسم جذام سے گل گیا ہے۔ اور کئی کئی دن کے فاقہ کے بعد مجھے کچھ کھانے کو مل جاتا ہے۔ جبریل کہاں ہیں؟ ذرا ان سے پوچھیے کہ اس مصیبت اور ابتلا کے میدان میں کام آنے والا کون ہے میں یا وہ؟ (منقول از آداب المریدین)

(فقرہ ۳۰۶)

فقرہ ۳۰۶ میں ایک جگہ آیا ہے :- " حکایت آدم و نزدیک موت او شنیدہ باشی۔"
بعض تفاسیر قرآن اور قصص الانبیا مولفہ شیخ عبدالواحد بن محمد المفتی رحمۃ اللہ علیہما

میں اس حکایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی جملہ اولاد کو پیش کیا گیا تو ان کی نظر اصحاب الیمین میں سے ایک فرزند پر جا کر رک گئی۔ وہ ان کو سب سے زیادہ نورانی، سعادت مند اور وجیہ معلوم ہوئے ان تمام خوبصورتی خوش سیرتی اور خوبیوں کے باوجود وہ رو رہے تھے۔ آدم علیہ السلام کا دل اپنے اس فرزند کی اشکبار آنکھوں کو دیکھ کر سپند کی طرح جلنے لگا۔ انہوں نے ان کے بارے میں جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ پیغمبروں سے ایک اور تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ ان کا نام داؤد ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ آخر ان کے اس طرح رونے کی کیا وجہ ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ اپنی ایک لغزش کے باعث چالیس سال تک روتے رہیں گے۔ پھر پوچھا ان کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب ملا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اور میری عمر کتنی ہے؟ جواب ملا۔ ہزار سال۔ آدم علیہ السلام نے کہا اپنی عمر کے ایک ہزار سالوں میں سے چالیس سال میں نے اپنے اس فرزند کو بخش دیا۔ پھر سر بسجود ہو کر اللہ سے دعا مانگی کہ اے بارالہا! میری زندگی میں سے چالیس سال نکال لے اور وہ داؤد کو عطا فرما، ان کی دعا بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوئی۔ اللہ سے حکم ہوا کہ داؤد کی عمر میں نے سو سال کر دی۔ آدم علیہ السلام کی زندگی کے نو سو ساٹھ سال گزر جانے کے بعد ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لیے آئے۔ آدم علیہ السلام نے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے تو ایک ہزار سال کے بعد موت آنی تھی۔ ابھی اس میں چالیس سال باقی ہیں۔ ملک الموت نے داؤد علیہ السلام کو زندگی دینے کا واقعہ ان کے سامنے لایا۔ آدم علیہ السلام اپنی زندگی کی محبت میں جائز ہبہ سے انجان بن گئے۔ ملک الموت نے اس واقعہ کو تفصیل سے بارگاہ خداوندی میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم جوش میں آیا۔ اس نے آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال ہی رہنے دی اور داؤد علیہ السلام کی عمر بھی سو سال عطا فرمائی۔

(فقرہ ۳۰۷)

فقرہ ۳۰۷ میں ایک جگہ آیا ہے: "حکایت شیخ لقمان سرخسی بہ بندہ با ایں سخن نسبتے تمام دارد و بارہا گفتہ ام"

اس قصہ کو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ نے اپنی بعض دوسری تصانیف میں بھی بیان کیا ہے لیکن اس جگہ نفحات الانس مصنفہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے شیخ لقمان سرخسی قدس سرہ العزیز ابتدا میں بہت زیادہ مجاہدہ ریاضت اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔ یکایک ایک کشف کے سلسلے میں ان کی عقل غائب ہوگئی۔ لوگوں نے لقمان علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے؟ ابتدا میں تم کیسے تھے اور اب تمہیں کیا ہوگیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں جتنی زیادہ عبادت کرتا تھا اتنی ہی زیادہ عبادت کا حکم ہوتا تھا۔ میں تھک گیا۔ آخر ایک مرتبہ بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ خداوندا! بادشاہ لوگ جب ان کا ملازم بوڑھا ہوجاتا ہے اس کو آزاد کر دیتے ہیں۔ تو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میرا پیارا ہے۔ تیری بندگی میں میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ مجھے آزاد کر دے۔ پھر لقمان کہتے ہیں کہ میں نے غیب کی آواز سُنی کہ اے لقمان میں نے تجھے آزاد کیا۔ اور اس آزادی کی نشانی یہ ہوگی کہ تیری عقل میں سلب کر لوں گا۔ اس دن سے لقمانؒ مجنون اور دیوانے عقلاء میں سے ہو گئے ——— شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ نے کئی جگہ فرمایا ہے کہ لقمان اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔

(فقرہ ۳۱۵)

فقرہ ۳۱۵ میں ایک جگہ آیا ہے: "سخن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ را شنیدہ باشی۔" تحقیق سے یہ بات تو نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسودراز قدس اللہ سرہ کا اشارہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ کی کس بات کی طرف ہے لیکن کتاب خاتمہ کی عبارت کے مطابق جس قصہ کی طرف ذہن جاتا ہے وہ امام ابوالقاسم قشیریؒ رحمۃ اللہ کے رسالہ قشیریہ کے حوالہ سے جو انہوں نے اپنے شیخ اور استاد ابو علی دقاق قدس اللہ سرہ کے توسط سے اپنے رسالہ میں رقم کیا ہے۔ درج ذیل ہے:-

ایک مرتبہ بشر حافیؒ کسی راستے سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے بہت سے لوگوں کو آپس میں یہ کہتے سُنا کہ یہ آدمی (یعنی بشر حافیؒ) تمام رات نہیں سوتا ہے۔ اور تین تین دن کے بعد افطار کرتا ہے۔ حضرت بشر حافیؒ یہ سُن کر بہت روئے اور کہا کہ مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی بھی تمام رات میں جاگا ہوں۔ اور میں نے کبھی ایسا روزہ نہیں رکھا

جو اسی شب کو نہ افطار کیا ہو۔ لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور کرم سے لوگوں کے دل میں اس سے زیادہ خوش فہمی پیدا کر دیتا ہے جتنا کہ واقعی اس کے بندوں میں سے کوئی بندہ بندگی بجا لاتا ہے، اس کے بعد سے حضرت بشر حافی رح کبھی رات کو نہیں سوئے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھتے رہے۔ اور برابر تین تین روز کے بعد افطار کرتے تھے۔ اسی رسالہ قشیریہ میں ایک یہ قصہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بشر حافی رح معافی بن عمران رح کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ بشر حافی رح نے اپنا نام بتایا کہ میں بشر حافی رح آیا ہوں۔ ایک لڑکی اندر سے بولی :۔ کاش کہ تم دو دانگ (چاندی کا ایک سکہ) میں اپنی نعلیں خرید لیتے اور پہن لیتے تو یہ حافی (یعنی ننگے پاؤں) کا نام تم سے دور ہو جاتا۔

(فقرہ ۳۱۷)

فقرہ ۳۱۷ میں ایک جگہ آیا ہے :۔ "حکایت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ بریں شاہد است و عمرو بکّار کذلک۔"

اس قصہ کو نفحات الانس میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ کی عادت تھی کہ جب ان کو وضو کرنا ہوتا تو وہ ہر بار بجائے وضو کے غسل فرماتے۔ ایک مرتبہ ان کو معدہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔ جب جب وہ بیت الخلا سے فارغ ہوتے غسل کرتے۔ اس طرح انہوں نے انہتر (۶۹) مرتبہ غسل کیا۔ سردی سخت پڑ رہی تھی۔ سترویں مرتبہ جب وہ غسل کے لبادے سے پانی میں اترے تو طاقت نے جواب دے دیا اور وہ ۲۹۱ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

(فقرہ ۳۴۱)

فقرہ ۳۴۱ میں ایک جگہ آیا ہے :۔ "حکایت فاطمہ و احمد خضرویہ گویند۔ آں افسانہ ہم دراں شبہا تمام شدہ است۔ من حکایت زمانہ خود می گویم۔"

تذکرۃ الاولیاء مصنفہ حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے :۔

احمدؒ فوجیوں جیسا لباس پہنتے تھے۔ فاطمہ ان کی بیوی تھیں۔ جو امرائے بلخ میں سے ایک کی دختر نیک اختر تھیں اور طریقت سے بھی گہرا لگاؤ رکھتی تھیں۔ انہوں نے کسی شخص کی معرفت احمد خضرویہ کو کہلا بھیجا کہ مجھے میرے والد سے اپنے لیے مانگ لیجیے۔ احمد نے منظور نہ کیا۔ دوسری مرتبہ انھوں نے پھر کسی کو احمد کے پاس بھیجا اور کہا کہ میں آپ کو بہت زیادہ جواں مرد سمجھتی تھی اور مجھے امید تھی کہ آپ راہ حق دکھلانے میں رہبری کریں گے قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ یہ پیغام پانے کے بعد احمد خضرویہ نے کسی شخص کو فاطمہ کے والد کے پاس بھیجا اور ان سے رشتہ مانگا فاطمہ کے والد چونکہ احمد خضرویہؒ کے تقدس اور بزرگی سے آگاہ تھے انہوں نے فوراً ان کی درخواست قبول کر لی۔ اور اپنی لڑکی ان کی زوجیت میں دے دی۔ فاطمہ شادی کے بعد دنیا سے کنارہ کشی کر کے اپنے شوہر کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول ہوگئیں۔ ایک مرتبہ احمد خضرویہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے تو فاطمہ بھی ان کے ساتھ ہوگئیں۔ جب وہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے آئیں تو اپنے چہرے سے نقاب ہٹا لیا۔ اور حضرت بایزیدؒ کے ساتھ بہت بے تکلفانہ گفتگو کرنے لگیں۔ احمد خضرویہ کو غیرت محسوس ہوئی اور انھوں نے بُرا مانا۔ خفگی کے ساتھ پوچھا کہ "اے فاطمہ! یہ کیسی گستاخی تم نے حضرت بایزیدؒ کے ساتھ کی؟" فاطمہ نے جواب دیا کہ جس طرح آپ میری طبیعت کے لحاظ سے محرم ہیں اسی طرح وہ طریقت میں میرے محرم ہیں۔ آپ سے رسم و راہ خواہش اور ہوس کی بنیاد پر ہے اور ان سے خدا تک پہنچنے کے لیے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ میری صحبت سے بے نیاز ہیں اور آپ کو تو میری ضرورت ہے۔ حضرت بایزید بھی برابر فاطمہ سے بے تکلفانہ ملتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز بایزیدؒ کی نظر فاطمہ کے ہاتھ پر پڑ گئی جس میں مہندی لگی ہوئی تھی۔ بایزید نے کہا "اے فاطمہ! یہ تم نے مہندی کیوں لگائی رہے؟" فاطمہ نے جواب دیا اے بایزید! جب تک آپ نے میرا ہاتھ اور اس میں مہندی نہیں دیکھی تھی آپ سے میں بے تکلف تھی اب جب کہ آپ کی نظر اس پر پڑ گئی ہے میری حضوری اور صحبت آپ پر حرام ہوگئی ہے۔ اگر کسی شخص کو اس جگہ کچھ خیال آئے تو میں پہلے ہی وہ کہہ چکا ہوں جو حضرت بایزید نے کہا تھا کہ میں نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ عورتوں کے بوجھ اور نان نفقہ سے مجھ کو بے نیاز کر دے۔ اللہ نے میری سن لی اور اب عورتیں اور دیوار میری نظر میں برابر ہیں۔ جب کوئی شخص ایسا ہو جاتا ہے وہ

عورت کو کب دیکھتا ہے۔ وہاں سے احمد خضرویہ اور فاطمہ نیشاپور آئے۔ نیشاپور کے لوگ احمدؒ سے بہت خوش تھے۔ اور وہ وہاں کے لوگوں میں بہت مقبول تھے۔ جب یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ بلخ جانے کے ارادے سے نیشاپور تشریف لائے تو احمد خضرویہؒ نے ان کی دعوت کرنی چاہی۔ فاطمہ سے انہوں نے مشورہ کیا اور پوچھا کہ یحییٰؒ کی دعوت کے لیے کیا کیا سامان چاہیے۔ فاطمہ نے بتایا کہ اتنی گائیں، بکریاں، شمع، عطر، اور دوسری ضروریات کے علاوہ بیس گدھے بھی چاہئیں۔ احمدؒ نے پوچھا بوجھ اٹھانے والے گدھے کس کام آئیں گے۔ فاطمہ نے کہا جب کوئی کریم النفس مہمان تشریف لاتا ہے تو محلے کے کتوں کو بھی اس کھانے میں سے ان کا حصہ ملنا چاہیے۔ یہ فاطمہ سخاوت میں ایسی تھیں کہ ان ہی کے بارے میں حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ جو شخص کسی مرد کو عورتوں کے لباس میں دیکھنا چاہتا ہے وہ جا کر فاطمہ کو دیکھ لے۔

نفیس اکیڈمی کراچی

na

قائم شدہ ۱۹۳۹ء

نفیس اکیڈمی کراچی

خاتمہ آداب المریدین

المعروف بہ

خاتمہ



تصنیف:- حضرت سید محمد حسینی گیسودراز
بندہ نواز چشتی قدس اللہ سرہ العزیز

نفیس اکیڈمی کراچی

خاتمہ آداب المریدین

المعروف بہ

خاتمہ

تصنیف:- حضرت سیّد محمد حسینی گیسودراز
بندہ نواز چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز

ترجمہ:- پروفیسر معین الدّین دردائی
ایم۔اے علیگ

تصحیح اصل مسودہ فارسی
حافظ سیّد عطا حسین ایم۔اے

نفیس اکیڈمی کراچی

بہ اہتمام

★۔ طارق اقبال گاہندری

طبع اول ______ نومبر ۱۹۷۶ء

ٹیلیفون ______ ۲۱۳۳۰۳

قیمت ______ روپے

مطبوعہ
رشید اینڈ سنز
پرنٹرز
کراچی



روضۂ مبارک

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ

گلبرگہ شریف

نیست کعبہ در دکن خیر درگہِ گیسو درازؒ

بادشاہِ دین و دنیا تا اند بندہ نوازؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فہرست مضامین

طاہر عباس اعوان

طالبانِ حق کا رہنما

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

پیشِ نظر کتاب خاتمہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سیّد محمد حسینی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی بہت اہم کتاب ہے — یہ ترجمہ آداب المریدین کے تتمہ کے طور پر حضرت مخدوم نے لکھی تھی۔ یہ کتاب برابر صوفیاء صلحا اور فقراء کے مطالعہ میں رہی ہے اور لوگوں نے اس سے ہدایات لی ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان میں تھی۔ اور کماحقہ اس سے مستفید ہونے کے مواقع طالبان حق کو میسر نہ تھے۔ میرا ادارہ جو مذہبی، دینی، علمی اور تاریخی کتابوں کی اشاعت میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے اس وقت بھی اس اہم کتاب کا اُردو ترجمہ آپ کے سامنے پیش کرنے میں اپنی سعادت اور فخر محسوس کر رہا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور بہت سی مفید باتوں کا ذکر مقدمہ میں تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔

صوفیائے کرام کے حالات زندگی اور تعلیمات سے متعلق میرا ادارہ اب تک طبقات الاولیا سفینۃ الاولیا، اسرار الاولیا اور سیر الاقطاب جیسی اہم اور مستند کتابوں کے اُردو ترجمے شائع کر چکا ہے جن کو صوفیا، علما، صلحا اور تمام اہل علم طبقہ نے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ان ہی کی ہمت افزائی اور اصرار پر اس سلسلے کی یہ پانچویں کتاب خاتمہ کا اُردو ترجمہ بھی ہمارا ادارہ بڑی آب و تاب اور محنت و جانفشانی سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

خوش قسمتی سے ہمارے ادارے کو برصغیر ہند و پاک کے مشہور ادیب، محقق اور مترجم پروفیسر محمد معین الدین دردائی کا تعاون بھی حاصل ہے جو نہ صرف ایک اعلیٰ پایہ کے محقق اور بہت سی گراں قدر کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں بلکہ علم سلوک اور اس کے نکات سے آشنا بھی ہیں۔ اس کتاب خاتمہ کے ترجمہ سے پہلے آپ اسرار الاولیا اور سیر الاقطاب کا دلکش اور شگفتہ ترجمہ کر کے ذی علم طبقہ سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان دونوں

کتابوں کی مقبولیت اور پسندیدگی کے پیش نظر ہمارے ادارے نے خاتمہ کے اُردو ترجمہ کے لیے بھی آپ ہی کی خدمات حاصل کیں جو ان کی بے پناہ مصروفیتوں کے باعث بہت مشکل کے بعد حاصل ہوئیں اور اس وقت ہمیں خوشی ہے کہ یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے سامنے حاضر ہے۔

پروفیسر وردائی اپنے معاصرین میں اپنی زبان کی لطافت، سلاست، بے ساختگی اور شگفتگی کے لیے بہت مشہور اور ممتاز ہیں۔ ان کے ترجموں کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ انتہائی رواں، سلیس، سادہ اور دلکش ہوتا ہے پڑھنے کے وقت بجائے ترجمہ کے اصل کا گماں ہوتا ہے اور پڑھنے والا زباں کی سحر کاری میں ایسا محو ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ خاتمہ تصوف کی اہم اور فنی کتاب ہے اس میں بے شمار تصوّف کی اصطلاحیں آئی ہیں۔ مریدوں کو اس میں ہدایات دی گئی ہیں اور اس بنا پر اس کی خشکی مسلم ہے۔ لیکن یہ مترجم کا کمال ہے کہ انھوں نے اس کتاب کو اپنے قلم کی سحر کاری سے دلچسپ تر بنا دیا ہے۔ کہیں پر بھی ابہام کا پتا نہیں ملتا۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے جیسے کوئی قصہ پڑھ رہا ہو اور جب کتاب ختم کرتا ہے تو اسے اپنے اندر علم و آگاہی کا سمندر موجیں مارتا نظر آتا ہے۔

مستقبل قریب میں علامہ ابن عربی، علامہ الحافظ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف کی اشاعت بھی ادارے کے پیش نظر ہے۔ اور ہمارے ادارے کا مقصد ہی علمی، مذہبی، ادبی اور تاریخی کتابوں کی طباعت و اشاعت ہے جو انشاءاللہ ہم لوگ اپنی پوری جانفشانی صلاحیت اور کاوش سے کرتے رہیں گے۔

ناظرین سے

۳۱ مارچ ۱۹۷۶ء کا دن میرے لیے منحوس ثابت ہوا۔ میں آفس میں بیٹھا اپنے کام میں مشغول تھا۔ یکایک معلوم ہوا کہ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ تمام در و دیوار ہلتے نظر آئے۔ میں نے فوراً طارق اقبال سے کہا کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلے۔ پیر کالونی میں ڈاکٹر تھا۔ راستے میں جاتے جاتے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ اور زبان لکنت زدہ ہو گئی۔ ڈاکٹر نے انجکشن دیا اور گھر جانے کی ہدایت کی۔

میرے احباب کو اطلاع ملی۔ ڈاکٹر کے آنے تک میری بائیں طرف بالکل ساکت ہو گئی اور زبان بند ہو گئی۔ اب میرے لیے ہلنا جلنا مشکل تھا۔ ڈاکٹر نے ہدایت کی کہ اب آپ

دماغی کام نہیں کریں گے۔ مگر مجھے چین کہاں۔ میں جو چکّی ۳۵ سال سے پیستا چلا آرہا ہوں۔ اُس کے لیے بستر پر لیٹنا دشوار ہے۔ بڑی مشکلات کے بعد یہ کتاب "خاتمہ آداب المریدین" پیش کر رہا ہوں۔ اس کے ترجمہ سے لیکر طباعت و اشاعت کا تمام تر نظم طارق اقبال نے کیا ہے۔ میرے لیے دعائے صحت فرمائیے۔ اور طارق اقبال سے یہ اُمید رکھیے کہ وہ نفیس اکیڈیمی کی روایات میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گا۔

وَمَا توفیقی اِلاَّ بِاللہ

مقدمہ اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

۱- الحمد للہ الودود الکریم العزیز الحکیم التوب الرحیم الذی خلق الانسان لعبادتہ وانعم علی اولیائہ بمحبتہ ومعرفتہ وقربہ ومشاھدتہ والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد و آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الاکرمین المھدین۔

۲- یہ کتاب جو خاتمہ کے نام سے موسوم ومشہور ہے حضرت سلطان العرفاء الکاملین امام الاولیاء الواصلین سید السادات مخدوم سیّد محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہٗ العزیز کی تصانیف میں ممتاز درجہ کی تصنیف ہے۔ حضرت مخدوم امام زید شہید بن امام ہمام سیدنا زین العابدین علیہما السلام کی اولاد میں ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت دونوں بائیسویں واسطہ سے حضرت سرور کائنات فخر موجودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ان کا نام محمد کنیت ابوالفتح اور لقب صدر الدین ولی الاکبر الصادق ہے۔ دکن میں وہ عام طور پر خواجۂ بندہ نواز کے لقب سے مشہور ہیں۔ اُس زمانہ تک سادات سر کے بال بڑھایا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت مخدوم کی کاکلیں نہایت طویل تھیں اس لیے انہیں گیسو دراز بھی کہتے آئے ہیں اور یہ لفظ اُن کے نام کا جزو ہوگیا ہے۔ اس طرح القاب اور کنیت کے ساتھ حضرت مخدوم کا پورا نام سیّد صدر الدین ولی الاکبر الصادق ابوالفتح محمد حسینی گیسو دراز خواجہ بندہ نواز ہے۔ اُن کے والد ماجد کا نام سید یوسف حسینی عرف سید راجا تھا اور اُن کا تخلص بھی راجا تھا۔ حضرت مخدوم کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ تھیں اور بی بی رانی نام تھا۔ حضرت سید یوسف حسینی قدس سرہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین محمد اولیاء بداونی کے مرید تھے اور اُن کے خلیفہ خاص خواجہ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلی کے ہی فیض یافتہ تھے۔

۳۔ حضرت مخدوم ۴ رجب ۷۲۱ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ اُس وقت مسند ارشاد پر متمکن تھے (اُن کی رحلت ۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو ہوئی اور مادہ تاریخ رحلت "شہنشاہ دین" ہے) ۷۲۸ھ میں سلطان محمد تغلق نے تمام باشندگان دہلی کو دولت آباد (دکن) جانے کا حکم دیا۔ حضرت سید یوسف حسینی چشتی قدس سرہ اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لے کر ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۸ھ کو دہلی سے روانہ ہوئے اور چار مہینے کے سفر کے بعد ۱۷ محرم ۷۲۹ھ کو دولت آباد پہنچے اور قلعہ دولت آباد کے شمالی جانب بالائے کوہ اُس مقام پر جو اب روضہ خلد آباد کے نام سے مشہور ہے سکونت پذیر ہوئے اور حضرت سلطان المشائخ کے سب مریدوں اور خلفا نے بھی جو اُس زمانہ میں سلطان محمد تغلق کے جبر سے دولت آباد آئے (مثلاً حضرت برہان الدین غریب اور خواجہ امیر حسن علاء السنجری دہلوی شاعر) اسی مقام کو پسند کیا اور یہیں سکونت اختیار کی۔ حضرت سید یوسف حسینی نے ۵ شوال المکرم ۷۳۱ھ کو یہاں انتقال کیا اور اپنے مکان کی دہلیز کے بیرونی صحن میں دفن ہوئے۔ اُن کا مزار اب بھی مرجع خلایق ہے۔ والد کے انتقال کے وقت حضرت مخدوم کی عمر دس سال تین مہینے اور ایک روز کی تھی۔

۴۔ روضہ خلد آباد میں قیام کے زمانہ تک حضرت مخدوم اپنے والد ماجد کے اور اُن کے بعد اپنے نانا کے (وہ بھی حضرت سلطان المشائخ سے مرید تھے) اور بعض دوسرے استادوں کے زیر تعلیم و تربیت رہے۔ قرآن شریف حفظ کیا اور اُس وقت کے نصاب کے مطابق صرف و نحو اور فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ والد اور نانا سے حضرت سلطان المشائخ اور خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے فضائل اور کمالات ظاہری و باطنی کی باتیں سُنا کرتے تھے۔ سنتے سنتے انہیں حضرت چراغ دہلی کی ذات پاک کے ساتھ غائبانہ عشق پیدا ہوگیا تھا بہت چاہتے تھے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن کم عمری اور دہلی کا بعد مسافت مانع تھا۔ اتفاقاً حضرت مخدوم کی والدہ ماجدہ کو اپنے بھائی ملک الامرا سید ابراہیم مستوفی سے جو بادشاہ کی جانب سے صوبہ دولت آباد کے صوبہ دار (گورنر) تھے رنجش ہوگئی۔ وہ اس قدر برخاستہ خاطر ہوئیں کہ اپنے دونوں بیٹوں (یعنی حضرت مخدوم اور اُن کے بڑے بھائی حضرت سید حسین عرف سید چندن حسینی) کو ہمراہ لے کر دہلی روانہ ہوگئیں اور یہ مختصر قافلہ ۴ رجب ۷۳۶ھ

کو دہلی پہنچا - حضرت مخدوم کی عمر اُس روز پورے پندرہ سال کی ہوئی تھی - اُن کا دل حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی کی محبت سے بریز تھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بے چین تھے - جمعہ کا دن آیا - سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے گئے - حضرت چراغ دہلی بھی وہاں تشریف لائے - حضرت مخدوم انہیں دیکھتے ہی وارفتہ ہوگئے اور اپنے بھائی سید چندن حسینی کو ہمراہ لے کر ۱۶ رجب ۷۳۶ھ کو حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھائی کے ساتھ مرید ہوگئے - اُس وقت سلطان محمد تغلق تخت سلطنت پر متمکن تھا اُس کی رحلت ۲۱ محرم ۷۵۲ھ کو ہوئی -

۵ - مرید ہوتے ہی حضرت مخدوم ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے لیکن سلسلہ درس کو بھی جاری رکھا - مولانا شرف الدین کیتھلی اور مولانا تاج الدین بہادر اور قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی (قاضی عبدالمقتدر حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ تھے) اور بعض دوسرے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے - اثنائے تعلیم میں دو ایک بار غلبہ حال سے مجبور ہو کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بقدر ضرورت میں نے پڑھ لیا ہے اب اگر حکم ہو تو سلسلہ درس کو چھوڑ کر تمام تر اشغال باطنی میں مشغول ہو جاؤں لیکن انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ سلسلہ درس کو تمام کرو کہ "مارا با تو کارہا است -"

۶ - انیس ۱۹ سال کی عمر میں حضرت مخدوم تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور اب تمام تر ریاضت و مجاہدہ اور اشغال باطنیہ میں مصروف ہوگئے - جس قدر مجاہدہ اور ریاضت شاقہ انہوں نے کی اور کونین کو پس پشت ڈال کر جس طرح وہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہوئے اُس کے بیان کرنے کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اس مختصر مقالہ میں اس کی گنجائش ہے - جب تک خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمہ دنیا میں رہے حضرت مخدوم اُن کی خدمت میں حاضر رہے اور اُن کے فیض تربیت سے مستفید ہوتے رہے ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو حضرت خواجہ چراغ دہلی رہگرائے عالم جاودانی ہوئے حضرت مخدوم نے اُن کی نعش مبارک کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور دفن کیا - رحلت سے چند روز پیشتر پیر نے حضرت مخدوم کو خلافت دے کر اپنا جانشین کر دیا تھا - اُن کی رحلت

کے چند روز بعد وہ سجادۂ ارشاد پر متمکن ہوئے - حضرت مخدوم کی عمر اُس وقت چھتیس سال سے کچھ زیادہ تھی - جب وہ چالیس کے ہوئے والدہ ماجدہ کے اصرار پر سید احمد بن حضرت مولانا سید جمال الدین مغربی رحمۃ اللہ علیہما کی صاحبزادی سے نکاح کیا - مولانا جمال الدین مغربی نہایت بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے اور حضرت مخدوم کے دادا خسر تھے - باوجود اس کے وہ حضرت مخدوم سے مرید ہوئے - حضرت مخدوم نے اپنی بعض تصانیف میں احیاناً ان کا ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ ان کے مرید تھے انہیں لفظ "برادرم" سے یاد فرمایا ہے - بیجاپور کے نہایت مشہور اور صاحب سلسلہ بزرگ حضرت میراں جی شمس العشاق قدس سرہٗ کے پیر حضرت کمال الدین واحد الاسرار بیابانی حضرت سید جمال الدین مغربی کے مرید اور خلیفہ تھے -

۷ - ۸۰۰ھ تک حضرت مخدوم دہلی میں سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر خلق خدا کی ہدایت میں مصروف رہے - اُس سال امیر تیمور نے ہندوستان کا رخ کیا اور محرم ۸۰۱ھ میں اٹک پہنچ کر دہلی کی جانب بڑھا - اس شہر کی تباہی اور بربادی اور باشندوں کے قتل عام کا منظر حضرت مخدوم کے چشم بصیرت کے سامنے پھر گیا - انہوں نے دہلی سے ہجرت کرنا واجب خیال کیا اور شہر کے سادات و علما اور عامہ خلائق کو آنے والی بلا سے متنبہ کیا اور دہلی سے چلے جانے کا مشورہ دیا، ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو وہ دہلی سے روانہ ہوگئے - اس کے بعد تیمور دہلی پہنچا اور شہر پر حملہ کیا - خاندان تغلق کے آخری بادشاہ سلطان ناصر الدین محمود نے ۵ رجمادی الاول ۸۰۱ھ کو شہر سے باہر نکل کر امیر تیمور سے مقابلہ کیا - اس کو شکست ہوئی اور تیموری لشکر شہر میں داخل ہوگیا - دہلی پر جس قدر تباہی آئی اور باشندوں کی جس قدر خوں ریزی ہوئی وہ تاریخوں میں مذکور ہے -

۸ - محمد علی سامانی حضرت مخدوم کے ایک خاص مرید تھے - اُن کے ہمراہ وہ بھی دہلی سے نکلے تمام سفر میں اُن کے ہمراہ رہے اور اُن کے ہمراہ گلبرگہ آئے اور یہاں بھی پیر کی خدمت میں اُن کی رحلت کے وقت تک حاضر رہے - ان کی رحلت کے بعد ان کے حالات میں ایک کتاب مسمی بہ سیر محمدی لکھنی شروع کی جس کی تکمیل محرم ۸۳۱ھ میں ہوئی - حضرت مخدوم کے حالات میں یہ کتاب سب تذکروں سے مقدم اور سب سے زیادہ مستند ہے - مصنف نے دہلی سے گلبرگہ تک تمام سفر کے حالات کو تفصیل سے

بیان کیا ہے ۔اس سے اقتباس کر کے راقم اس سفر کے حالات کو نہایت اختصار کے ساتھ لکھتا ہے ۔ اس سفر کے متعلق محمد علی سامانی لکھتے ہیں :۔

" در آنکہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ در دہلی بودند دو سہ سال پیش از حادثہ مغل بر ہمہ می گفتند دریں مقام بلا نامزد شدہ است ایں مقام خراب خواہد شد تا آنکہ بیتوانید بیروں آئید امامید انم بیروں آمدن نخواہید توانست ہمچناں شد کہ فرمودہ بودند ۔گاہے یارے برائے پابوس رفتہ بود فرمودند درکدام راہ آمدی گفت میاں بازار کماں فرمودند ایں بازار کماں ایں چنیں شود کہ اینجا شیراں بمانند آخر بعد حادثہ مغل آنجا شیرے آمدہ ماندہ بود ۔"

۱۰ ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو حضرت مخدوم اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر دروازہ بہیلسہ سے دہلی سے روانہ ہوئے بہادر پور پہنچ کر ۱۸ ربیع الثانی کو حضرت مولانا علاء الدین گوالیری کو (جو حضرت مخدوم کے مرید تھے) خط لکھا اور اپنے سفر کی اطلاع دی جب گوالیر کے نزدیک پہنچے مولانا علاء الدین نے تمام علما اور عماید کے ہمراہ پیشتر آکر اُن کا استقبال کیا اور گوالیر لے جا کر اپنے مکان میں ٹھہرایا ۔ حضرت مخدوم گوالیر میں ۲۲ ربیع الثانی کو داخل ہوئے ۔ یہاں چند روز قیام فرمایا اور مولانا علاء الدین کو خلافت دے کر (حضرت مخدوم نے اس وقت تک کسی کو خلافت نہیں دی تھی) ۷ جمادی الثانی کو گوالیر سے روانہ ہوئے ۔بھاندیر اور ایرچہ ہوتے ہوئے چندیری پہنچے ۔ یہاں تھوڑے دنوں قیام فرمایا اور یہاں سے کوچ کر کے شب عید الفطر ۸۰۱ھ کو بڑودہ پہنچے ۔ شوال کا مہینہ یہاں ختم کر کے ذی قعدہ ۸۰۱ھ میں کھنبایت تشریف لے گئے ۔وہاں چند روز قیام فرمایا اور بڑودہ واپس آ کر سلطان پور ہوتے ہوئے دولت آباد کی جانب روانہ ہوئے ۔ یہاں پہنچ کر روضہ خلد آباد میں قیام فرمایا اور والد ماجد کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ ۸۰۰ھ میں سلطان فیروز شاہ بہمنی دکن کے تخت سلطنت پہ بیٹھ چکا تھا ۔ اُسے حضرت مخدوم کے دولت آباد تشریف لانے کا حال معلوم ہوا عضد الملک کو جو اس کی جانب سے دولت آباد کے صوبہ کا گورنر تھا لکھا کہ حضرت مخدوم کے پاس نذر لے جاؤ اور گلبرگہ تشریف لانے کے لیے التجا کرو ۔ حضرت مخدوم قصبہ اَکُند ہوتے ہوئے جب گلبرگہ کے قریب پہنچے سلطان فیروز بہمنی نے اپنے

تمام اہل خاندان اور امرا اور سادات و علما اور فوج کے ساتھ پیشوائی کی اور اثنائے راہ میں ملا اور بہت ادب و احترام کے ساتھ گلبرگہ لایا۔ یہاں تشریف لاکر حضرت مخدوم چند سال تک قلعہ کے قریب فروکش رہے۔ اس کے بعد اُس جگہ سکونت پذیر ہوئے جہاں اب اُن کا مزار مبارک ہے۔ اور اسی مقام پر بروز دوشنبہ درمیان وقت اشراق و چاشت بتاریخ ۱۶؍ ذی قعدہ ۸۲۵ھ رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ مولانا بہاء الدین امام نے غسل دیا اور اسی روز دفن کیے گئے۔ "مخدوم دین و دنیا" مادہ تاریخ رحلت ہے۔

۱۱۔ حضرت مخدوم کی رحلت سے ایک ماہ اور گیارہ روز پیشتر یعنی ۵؍ شوال ۸۲۵ھ کو سلطان فیروز بہمنی نے مرض موت کی حالت میں اپنے چھوٹے بھائی سلطان احمد کو تخت نشین کیا اور دس روز کے بعد یعنی ۱۵؍ شوال ۸۲۵ھ کو راہی عالم آخرت ہوا۔ سلطان احمد بہمنی کو حضرت مخدوم سے بے حد عقیدت تھی۔ اُن کے مزار مبارک پر نہایت عالیشان گنبد تعمیر کرایا اور گنبد اور دیواروں کے اندرونی حصہ کو فرش سے اوپر تک مختلف قسم کے رنگوں اور طلائی نقش و نگار سے آراستہ کیا اور دیواروں پر طلائی حروف میں قرآن پاک کی چند آیتیں اور چہل اسما کو لکھوایا۔ یہ نقش و نگار آج بھی قائم ہیں اس کلانی اور بلندی کا گنبد ہندوستان میں کسی بزرگ کے مزار پر تعمیر نہیں ہوا۔

۱۲۔ محمد علی سامانی نے سیر محمدی میں حضرت مخدوم کے گلبرگہ تشریف لانے کی تاریخ نہیں لکھی ہے۔ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اُن کی تشریف آوری کا سال ۸۱۵ھ لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ تمام تذکروں میں بہ اتفاق مذکور ہے کہ حضرت علاء الدین گوالیری گوالیر سے ۸۰۶ھ میں گلبرگہ آئے اور بہت دنوں تک حضرت مخدوم کی خدمت میں رہے۔ اس کے علاوہ محمد علی سامانی کے بیان کے مطابق حضرت مخدوم کا پورا سفر دہلی سے کھمبایت اور وہاں سے گلبرگہ تک جلد جلد طے کیا گیا اور تقریباً ایک سال کی یا اس سے کسی قدر زیادہ مدت میں ختم ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام قراین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم اوائل ۸۰۳ھ یا اس سے کچھ پہلے گلبرگہ تشریف لائے۔

۱۳۔ حضرت مخدوم کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بڑے فرزند